يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا

علم جرح و تعدیل

ڈاکٹر سہیل حسن

ادارہ تحقیقات اسلامی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

بسم الله الرحمن الرحيم

علم جرح و تعدیل

ڈاکٹر سہیل حسن

ادارہ تحقیقات اسلامی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی — اسلام آباد

سلسلہ مطبوعات نمبر ۱۵۶

ڈاکٹر محمد حمید اللہ لائبریری، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی

کوائف فہرست سازی دوران طباعت

سہیل حسن

علم جرح وتعدیل

(ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد)

۱-الحدیث، الجرح ۲-علم الجرح والتعدیل ۳-علم درایۃ الحدیث

۴-الحدیث، اسماء الرجال

297.124003dc21

اشاعت اوّل ۲۰۱۴ء

ISBN: 978-969-408-333-9

طابع و ناشر: ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد

انتساب

ان اساتذہ کرام کے نام جن کی تعلیم وتربیت کے نتیجے میں اس قابل ہوا کہ یہ طالب علمانہ کاوش پیش کرسکوں

سہیل حسن

فہرست مضامین

29153

مقدمہ

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ و السلام علی سید المرسلین و علي آله و صحبه أجمعين

دین اسلام کی بنیاد قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ پر ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ان دونوں بنیادوں کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے،

قرآن کریم کے بارے میں تو ارشاد باری تعالیٰ بالکل واضح ہے ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (الحجر: ۹) (ہم ہی نے اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں)،

اسی طرح نطقِ رسول کو بھی وحی قرار دیا گیا ہے، قرآن مجید میں ہے: ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ - إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (النجم: ۴-۳) (اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں، وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے)

امام بیہقی فرماتے ہیں: سنت اللہ تعالیٰ کے فرمان کے قائم مقام ہے جیساکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْکَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ" (النحل:۴۴) (یہ ذکر ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کردیں)۔ اس طرح سنت بھی قرآن کے ساتھ ساتھ محفوظ ہے، کیونکہ سنت بھی اس ذکر میں سے ماخوذ ذکر ہے۔[1]

---

[1] عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي: **مفتاح الجنة في الاحتجاج بالسنة** المدينة المنورة- الجامعة الإسلامية - ط/۳، ۱۳۹۹ص ۴۳-۴٤

سنت کی حفاظت کا سب سے اہم ہتھیار سند ہے، سند کے بغیر حدیث کی حفاظت ممکن نہیں ہے۔ امام عبداللہ بن المبارک کا فرمان ہے: **الإسناد عندی من الدین ولولا الإسناد لقال من شاء ماشاء** (میرے نزدیک سند دین کا حصہ ہے اور اگر سند نہ ہوتی تو جو چاہتا کہہ ڈالتا)۔[1]

امام ابو عبداللہ الحاکم النیشاپوری مذکورہ بالا قول نقل کرنے کے بعد اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: "اگر اسناد نہ ہوتیں اور محدثین کرام ان کو طلب نہ کرتے اور کثرت سے یاد نہ رکھتے تو اسلام کی علامتیں مٹ جاتیں، جھوٹی احادیث گھڑ لی جاتیں، اسنادِ حدیث کو الٹ پلٹ کر دیا جاتا اور اس طرح اہل بدعت غالب آ جاتے، کیونکہ اگر احادیث کو اسناد سے بے نیاز کر دیا جائے تو وہ بالکل بے بنیاد رہ جائیں گی۔"[2]

رسول اللہ ﷺ کے فرامین کو اگر پوری صحت اور دقت نظر سے منتقل کرنا ہو تو لازم ہے کہ صحیح سند کو ملحوظ رکھا جائے، اور صحت سند کے لیے ضروری ہے کہ وہ روایت ثقہ اور عادل راویوں سے منتقل ہوتی ہوئی ہم تک پہنچی ہو۔

۱- القشيري النيسابوري: مسلم بن الحجاج أبو الحسن (ف: ٢٦١ھ) **مقدمه صحيح مسلم (المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم)** تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي، بيروت- دار إحياء التراث العربي — ص١١

۲- ابن البيع: أبو عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نُعيم بن الحكم الضبي الطهماني النيسابوري (ف: ٤٠٥ھ) **معرفة علوم الحديث**- تحقيق: السيد معظم حسين ط/٢ - بيروت، دار الكتب العلميه- ١٣٩٧ھ - ١٩٧٧م ص٦

اسی مقصد کے لیے ائمہ حدیث نے حدیث کو ہر قسم کی آلائشوں سے پاک رکھنے کی پوری سعی کی۔ انہوں نے صحیح احادیث کے مجموعے مرتب کیے اور ہر وہ چیز جو ہمارے دین کے لیے لازمی ہے، اسے سند کے ذریعے منتقل کرنے کا التزام کیا: قرآن کریم کی تفسیر، ارشادات نبویہ، اقوال صحابہ، قاضیوں کے فیصلے، فقہاء کے فتاویٰ، عربی زبان کے قواعد، اشعار اور تاریخی واقعات وغیرہ سب سند کے ذریعے منقول ہوں تو حجت مانے جاتے ہیں.

سند کے علم کو مزید ترقی دینے کے لیے علم رجال کا فن وجود میں آیا اور محدثین کرام نے ان ہزاروں راویان حدیث کے حالات زندگی، حصول علم اور طلب حدیث کے بارے میں تمام معلومات مرتب کر دیں، نیز ثقہ اور ضعیف کا فرق بتا دیا۔ راویان حدیث کو مختلف طبقات اور درجات میں تقسیم کر کے سند کے حوالے سے کوئی رائے قائم کرنے کے لیے بنیاد فراہم کر دی اور اس کی بنیاد پر حدیث کو پرکھنے اور قبول کرنے کے معیار مقرر کر دیے گئے۔ حدیث کو قبول کرنے، یا نہ کرنے کے قواعد وضوابط وضع کرنے کا فن، اصول حدیث یا علوم حدیث یا مصطلح حدیث کہلاتا ہے۔ ان علوم میں ایک اہم علم، علم جرح و تعدیل ہے، جس کی مدد سے رجال حدیث کا تنقیدی مطالعہ کیا جاتا ہے، راویان حدیث کے بارے میں تمام ضروری معلومات حاصل ہوتی ہیں، اور اسی علم کے ذریعے سے نبی کریم ﷺ کی حدیث کی حفاظت کا مقصد پورا ہو سکتا ہے، اس علم کی اہمیت کا اندازہ مندرجہ ذیل تفصیل سے ہو سکتا ہے.

اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ عادل راوی کی روایت ہی قابل قبول ہے، جیسا کہ گواہی کے معاملے میں صرف عادل گواہ کی گواہی قابل قبول ہوتی ہے.

اسی بنا پر اہل علم راوی کے حالات کے بارے میں معلومات جمع اور تحقیق کرنا انتہائی

ضروری اور لازمی امر سمجھتے ہیں۔

- امام ابو عبداللہ حاکم فرماتے ہیں:

فلولا الإسناد وطلب هذه الطائفة له وكثرة مواظبتهم على حفظه لدرس منار الإسلام ولتمكن أهل الإلحاد والبدع فيه بوضع الأحاديث وقلب الأسانيد فإن الأخبار إذا تعرت عن وجود الأسانيد فيها كانت بترا۔[1]

"اگر حدیث کی اسناد اور ان علماء کی اس کے لئے طلب اور اس کے حفظ پر کثرت سے پابندی نہ ہوتی تو اسلام کا نام ونشان مٹ چکا ہوتا، اور اہل الحاد و بدعت جھوٹی احادیث گھڑنے اور اسانید کو بگاڑنے میں کامیاب ہو جاتے، اس لئے کہ اگر روایات کا تعلق اسانید سے بالکل ختم کر دیا جائے تو وہ بے نام ونشان ہو جائینگی"۔

سند حدیث میں ہر راوی کو پرکھنا، اس کے حالات جاننا اور ائمہ کرام کے اقوال کے مطابق حکم لگانا، یہ تمام امور علم جرح و تعدیل کے ذریعے ہی سے جانے جا سکتے ہیں۔

علم جرح و تعدیل کی اہمیت کے باوجود اردو زبان میں اس فن کے بارے میں کوئی مفصل کتاب موجود نہیں ہے، اسی ضرورت کے پیش نظر یہ کتاب مرتب کی گئی ہے، اس موضوع پر عربی زبان میں کئی کتب موجود ہیں، اس کتاب کی تالیف

۱- ابن البیع: معرفة علوم الحديث ص ٤١

میں ان سے استفادہ کیا گیا.

عربی زبان میں اس فن میں قدیم اور جدید زمانے میں بے شمار تالیفات موجود ہیں، یہ کتب تین طرح کی ہیں، ان میں سے بعض اہم کتب درج ذیل ہیں:

۱۔ ضعیف راویوں کے بارے میں تالیفات:

ضعیف راویوں کے بارے میں سب سے پہلے یحیٰی بن سعید القطان (ف ۱۹۸ھ) نے کتاب لکھی۔ ان کے بعد یحیٰی بن معین (ف ۲۳۳ھ) اور علی بن المدینی (ف ۲۳۴ھ) کی تصانیف منصۂ شہود پر نظر آتی ہیں، اسی طرح امام محمد بن اسماعیل البخاری (ف ۲۵۶ھ) کی الضعفاء الکبیر، الضعفاء الصغیر، امام ابو حاتم محمد بن ادریس الرازی (ف ۲۷۷ھ) کی الضعفاء، امام احمد بن شعیب النسائی (ف ۳۰۳ھ) کی الضعفاء والمتروکین اور حافظ ابو احمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی (ف ۳۶۵ھ) کی الکامل فی ضعفاء الرجال قابل ذکر کتب ہیں.

۲۔ ثقہ راویوں کے بارے میں تالیفات:

علی بن عبد اللہ المدینی (ف ۲۳۴ھ) کی الثقات و المثبتون اس فن میں سب سے پہلی تصنیف ہیں۔ ان کے بعد ابو الحسن احمد بن عبد اللہ بن صالح العجلی (ف ۲۶۱ھ) کی الثقات،

محمد بن احمد بن حبان البستی (ف ۳۵۴ھ) کی دو کتابیں: الثقات اور مشاهیر علماء الأمصار قابل ذکر کتب ہیں.

۳- ثقہ اور ضعیف، دونوں قسم کے راویوں کے بارے میں تالیفات:

اس قسم کے راویوں کے بارے میں اللیث بن سعد (ف ۱۷۵ھ) کی التاریخ، محمد بن سعد (ف ۲۳۰ھ) کی الطبقات الکبریٰ، یحییٰ بن معین (ف ۲۳۳ھ) کی معرفہ الرجال اور التاریخ والعلل، علی بن المدینی (ف ۲۳۴ھ) کی التاریخ، امام احمد بن حنبل (ف ۲۴۱ھ) کی العلل ومعرفة الرجال اور امام بخاری (ف ۲۵۶ھ) کی تین کتابیں: التاریخ الکبیر، الأوسط اور الصغیر[1] متداول ہیں.

جدید عربی کتب میں خاص طور پر ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمن اعظمی کی کتاب دراسات في الجرح و التعدیل، ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری کی کتاب بحوث في تاریخ السنه المشرفه، اور ڈاکٹر عبد العزیز بن عبد اللطیف کی کتاب ضوابط في الجرح و التعدیل شامل ہیں اور اس کتاب کی ترتیب میں ان کتب سے استفادہ کیا گیا ہے.

علم جرح و تعدیل کے بارے میں عموما یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ چند لوگوں نے اپنی مرضی سے راویان حدیث کے بارے میں منفی یا مثبت رائے کا اظہار کیا ہے. اور اسی کی بنیاد پر احادیث کے صحت و سقم کے بارے میں فیصلہ کر دیا جاتا ہے.

اس کتاب کے ذریعے یہ غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ علم انتہائی ٹھوس بنیادوں پر قائم ہے، صرف سنی سنائی باتوں پر حکم نہیں لگایا گیا، بلکہ اس

۱- العمري: أكرم ضياء، **بحوث في تاريخ السنة المشرفه**، المدينة المنورة، مكتبة العلوم و الحكم، ط/۱٤۱۵ھ، ص ۱۰۰، ۱۲۵)

فن میں علمائے جرح وتعدیل ، راویان حدیث کی تمام روایات کا بغور مطالعہ اور پرکھنے کے بعد کوئی رائے قائم کرتے ہیں ، اور اس کے بعد اپنے مخصوص الفاظ میں اس راوی کے بارے میں اپنی استنباط کردہ رائے بیان کرتے ہیں، ان تمام نقاد کی آرا جمع کرنے کے بعد ہی کسی راوی کے بارے میں فیصلہ کیا جاتا ہے، کسی ایک شخص کی رائے کی بناپر حدیث کو قبول یا رد نہیں کیا جاسکتا، بلکہ حدیث کے قبول ورد کے بھی قواعد وضوابط ہیں، انہی کی روشنی میں یہ تمام فیصلے کیے جاتے ہیں.

اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ علم جرح وتعدیل کے بارے میں تمام اہم مباحث جمع کردیے جائیں، مثلا: جرح وتعدیل کی شرعی اور اصطلاحی حیثیت، اسباب، احکام، الفاظ اور عبارات، مشہور نقادان کرام کا مختصر تذکرہ اور اس موضوع کی اہم تصانیف وغیرہ.

میں ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کی تیاری اور طباعت کے لیے حوصلہ افزائی فرمائی، اللہ تعالی انہیں اس کی بہترین جزا عطا فرمائے.

سابق مدیر عام جناب ڈاکٹر خالد مسعود کا بھی شکر گذار ہوں، جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں دلچسپی ظاہر کی اور ہر ممکن تعاون فرمایا.

عزیزم محمد اسحاق خان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے کتاب کی ترتیب وتدوین میں تعاون کیا، اسی طرح ان تمام رفقائے کرام کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے کتاب کی تیاری کے دوران مفید مشوروں سے نوازا.

کتاب میں جو خوبی نظر آئے وہ اللہ تعالی کی دین ہے، اور جو عیب یا خامی نظر

آئے تو اس کا ذمہ دار میں ہوں، اور سراپا امتنان ہوں گا اگر آپ اس کی نشان دہی فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی تصحیح کی جاسکے اور مزید بہتر بنایا جاسکے.

۱۹/ذو القعدۃ/۱۴۳۲ھ

۱۸/اکتوبر/۲۰۱۱م

سہیل حسن

صدر شعبہ علوم الحدیث

ادارہ تحقیقات اسلامی ۔۔ اسلام آباد

باب اول: تمہیدی مباحث

- اسناد اور علم جرح و تعدیل کی اہمیت
- علم حدیث: روایت اور درایت
- طلب حدیث کے لیے علمی اسفار

اسناد اور علم جرح و تعدیل کی اہمیت

امت اسلامیہ کی یہ خصوصیت ہے کہ شریعت کے تمام علوم سند کے ذریعے سے اپنے قائل سے مربوط ہیں، یہ خصوصیت کسی اور امت میں نہیں پائی گئی، یہی وجہ ہے کہ ان اقوام کے علوم کی استنادی حیثیت کے بارے میں شکوک و شبہات باقی رہتے ہیں، سند ہی وہ ذریعہ ہے جس سے کسی بھی خبر یا واقعہ کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔

اسناد کی تعریف:

لغت میں اسناد، أَسْنَدَ کا مصدر ہے، اس سے مراد: اونچی زمین، پہاڑ یا بلندی پر چڑھنا ہے۔

اصطلاحی طور پر: متن تک پہنچنے کا ذریعہ، یا کسی قول کو اس کے قائل تک پہنچانے کو سند کہتے ہیں۔ مثلاً: مندرجہ ذیل روایت میں پہلا جزو سند ہے اور دوسرا جزو متن ہے:

پہلا جزو: حدَّثنا أبُو بَكْرِ بْنُ أبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حدَّثنا شَرِيكٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسَلَّم: دوسرا جزو: «مَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَخُذُوهُ، وَمَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا»[1]

حدیث کو سند کے ساتھ بیان کرنے کو تحدیث کہا جاتا ہے، جیسا کہ مندرجہ بالا روایت میں امام ابن ماجہ حدثنا کہہ کر اپنے استاد سے بیان کر رہے ہیں، اس طرز پر حدیث کو حاصل کرنے کو تحمل کہا جاتا ہے، اور اس کو طلبہ کے سامنے بیان کرنے کو ادا کہا جاتا ہے، تحمل کے محدثین نے آٹھ طریقے بیان کیے ہیں:

۱۔ **سماع حدیث**: استاد سے براہ راست سننا، ادائیگی کے وقت: **حدثنا، حدثني**

۱– ابن ماجة: أبو عبد الله **محمد** بن يزيد القزويني، (ف ٢٧٣هـ)**سنن ابن ماجه** **تحقيق: محمد** فؤاد عبد الباقي، دار إحياء الكتب العربية فيصل عيسى البابي الحلبي (١/ ٣) حديث (١)

اور سمعت کے الفاظ استعمال کیے جائیں گے۔

۲- عرض حدیث: استاد کو حدیث پڑھ کر سنانا، ادائیگی کے وقت: حدثنا فلان قراءة عليه، اور اخبرنا، أنبأنا استعمال کیے جاتے ہیں۔

۳- اجازہ حدیث: استاد کا طالب علم کو اس کی روایات بغیر پڑھے ہوئے روایت کرنے کی اجازت دینا، ادائیگی کی صورت میں أنبأني اجازة کہا جائے گا

۴- مناولہ: استاد کا طالب علم کو لکھی ہوئی کتاب یا جزء دینا کہ وہ روایت کرسکے، ادائیگی کی صورت میں ناولني کہا جائے گا۔

۵- کتابہ: استاد کا طالب علم کو لکھ کر یا لکھوا کر بھیج دینا، ادا کرتے ہوئے کتب الي فلان ، حدثنا فلان مكاتبه، أخبرني فلان مكاتبه، کہا جائے گا۔

۶- اعلام: استاد کا طالب علم کو صرف اطلاع دینا کہ یہ میری روایات ہیں، اس میں روایت کرنے کی اجازت شامل نہیں ہے۔

۷- وصیہ: استاد اپنی موت یا سفر کے وقت اپنے کسی طالب علم کے نام اپنی کتاب وصیت کر جائے۔ اس صورت میں اگر روایت کی جائے تو اس کے الفاظ یوں ہوں گے: أوصى الي فلان بكتاب كذا... یا حدثني فلان وصية.

۸- وجادة: طالب علم کو استاد کی کتاب اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی مل جائے، جبکہ اس نے ان سے حدیث نہ سنی ہو، جمہور محدثین نے اس صورت میں روایت جائز قرار دی ہے، بشرطیکہ راوی ایسا صیغہ استعمال نہ کرے جس سے ملاقات یا سماع کا شبہ ہوتا ہو، مثلا یوں کہے: وجدت، یا قرأت بخط فلان، یا وجدت في كتاب فلان قال: حدثنا فلان.[1]

۱- تفصیل کے لیے دیکھیے: سہیل حسن: **معجم اصطلاحات حدیث**، ص ۷، ۱۳، ۲۲۲، ۲۲۳

اسناد کی اہمیت قرآن کریم میں

﴿ قُلْ أَرَءَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَرُونِى مَاذَا خَلَقُوا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ ۖ ٱئْتُونِى بِكِتَٰبٍ مِّن قَبْلِ هَٰذَآ أَوْ أَثَٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٤﴾ ﴾ {الأحقاف: ۴}

ترجمہ: کہو کہ بھلا تم نے ان چیزوں کو دیکھا ہے جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، (ذرا) مجھے بھی دکھاؤ کہ انھوں نے کون سی زمین پیدا کی ہے یا آسمان میں ان کی شرکت ہے، اگر سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب میرے پاس لاؤ یا علم (انبیاء میں) سے کچھ منقول چلا آتا ہو تو اسے پیش کرو۔

اس آیت میں لفظ اثارۃ محل استدلال ہے، اس لفظ کی اصل "اثر" ہے جس کے معنی روایت کے ہیں، اور اس بقیہ علم کو بھی کہتے ہیں جو منقول ہوتا چلا آتا ہے، یعنی لفظ اثارہ نقل اور روایت کا مفہوم رکھتا ہے، آیت مذکورہ بالا میں مشرکین سے ان کے شرک کے ثبوت میں دو چیزوں کا مطالبہ کیا گیا ہے:

الف۔ کسی سابقہ کتاب سے اس کی دلیل لاؤ

ب یا کوئی ایسی نقل و روایت پیش کرو جس کی بنیاد علم پر ہو، ظاہر ہے کوئی بھی نقل و روایت بغیر ناقل و راوی کے اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتی اس لئے سند یعنی سلسلہ رواۃ کا اہتمام ضروری ہے، اس کے بغیر منقول کلام کی صحت و ضعف واضح نہیں ہو سکتا۔

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓا۟ أَن تُصِيبُوا۟ قَوْمًۢا بِجَهَٰلَةٍ فَتُصْبِحُوا۟ عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَٰدِمِينَ ﴿٦﴾ ﴾ {الحجرات: ۶}

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (غیر ذمہ دار شخص) خبر لائے تو اس کی چھان بین کر لو۔

اس آیت اور اس کے ہم معنی دوسری آیات و روایات کی بنیاد پر محدثین کرام نے راویوں کو پرکھنے کے لئے جرح و تعدیل جیسے اہم علم کی بنیاد ڈالی۔

﴿ وَأَشْهِدُوا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنكُمْ ﴾ (الطلاق: ۲)

ترجمہ: اور اپنے میں سے دو منصف افراد کو گواہ کر لو۔

شہادت اور روایت میں کئی وجوہ سے فرق پایا جاتا ہے لیکن کئی اعتبار سے ان دونوں میں مماثلت و مشابہت پائی جاتی ہے، اس لئے جس طرح گواہ کے لئے عادل و قابل اعتماد ہونا ضروری ہے، اسی طرح راوی کا بنیادی وصف یہی عدالت (سیرت کی پاکیزگی) ہے۔

سند کی اہمیت سنت میں

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ ﷛ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَإِنَّ الشَّاهِدَ عَسَى أَنْ يُبَلِّغَ مَنْ هُوَ أَوْعَى لَهُ مِنْهُ"[1].

عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو (مجمع میں) حاضر ہیں وہ (میری باتیں) ان کو پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں، ایسا بھی ہو سکتا ہے

۱- البخاري: محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة، أبو عبد الله (ف: ۲۵٦ھ) **صحيح البخاري:(الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه)** تحقيق: محمد زهير بن ناصر الناصر ط/۱ دار طوق النجاة (ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي)، ۱٤۲۲ھ كتاب العلم ۱ / ۲٤ (٦۷)

کہ حاضر کی بہ نسبت غائب زیادہ قوت حافظہ رکھتا ہو.

غائب سے مراد دو قسم کے افراد ہو سکتے ہیں:

الف۔ جو اس وقت زندہ موجود تھے لیکن حجۃ الوداع میں شریک نہ ہو سکے۔

ب۔ بعد میں آنے والی نسلیں: اسی فرمان کی بنا پر صحابہ کرام نے جو کچھ سنا، یا رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا وہ تابعین تک منتقل کر دیا، اور تابعین کرام نے یہ مبارک ذخیرہ اپنے تلامذہ تبع تابعین تک پہنچا دیا اس طرح یہ احادیث نبویہ سینہ بسینہ اور سفینہ در سفینہ (کتاب در کتاب) ہم تک پہنچ گئیں.

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ والْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رضي الله عنهما قَالاَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: « مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يُرَى أَنَّهُ كَاذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الكَاذِبِينَ ».[1]

سمرہ بن جندب اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مجھ سے حدیث روایت کرتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ وہ جھوٹ ہے تو ایسا شخص جھوٹوں میں سے ایک ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اتَّقُوا الْحَدِيثَ عَنِّي إِلَّا مَا عَلِمْتُمْ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَمَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ قَالَ

١- القشيري النيسابوري: مقدمه صحيح مسلم ١/٨

أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ[1]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے حدیث بیان کرنے میں پرہیز کرو، مگر ایسی احادیث جن کا تم علم رکھتے ہو، اس لئے جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رضي الله عنها قَالَتْ فَلَمَّا حَلَلْتُ ذَكَرْتُ لَهُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَأَبَا جَهْمٍ خَطَبَانِي. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ «أَمَّا أَبُو جَهْمٍ فَلاَ يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهِ وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوكٌ لاَ مَالَ لَهُ انْكِحِي أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ».[2]

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ جب میں اپنی عدت سے فارغ ہوئی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ معاویہ بن ابی سفیان اور ابو جہم رضی اللہ عنہم نے مجھے پیغام نکاح بھیجا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہے ابو جہم تو وہ اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے نہیں ہٹاتے، اور رہے معاویہ تو وہ فقیر قلاش ہیں۔ ان کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے، اسامہ بن زید سے نکاح کرلو۔

۱۔ الترمذي، أبو عيسى: محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، (ف: ۲۷۹ھ) **سنن الترمذي** تحقيق وتعليق:أحمد محمد شاكر (جـ ۱، ۲)ومحمد فؤاد عبد الباقي (جـ۳) وإبراهيم عطوة عوض المدرس في الأزهر الشريف (جـ ٤، ٥) ط/۲ شركة مكتبه ومطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر، ۱۳۹٥ ھ ۱۹۷٥ م ٥/۱۹۹ (۲۹٥۱)

۲۔ القشيري النيسابوري:**صحيح مسلم** —كتاب الطلاق ۲/۱۱۱٤ (۱٤۸۰)

اس حدیث میں ایک عورت کی خیر خواہی کی بنا پر دو صحابیوں کے عیب ان کی غیر حاضری میں بیان کیے گئے ہیں، کیونکہ اس سے مقصود ایک خاتون بلکہ ایک خاندان کی خیر خواہی ہے تو اس کو غیبت قرار نہیں دیا جائے گا، اسی طرح بدرجہ اولی دین کے تحفظ کے لئے راویوں پر جرح و قدح بھی امت مسلمہ کی خیر خواہی شمار ہوگی حقیقت میں یہ تعمیل ہے اس حدیث نبوی کی جس میں ارشاد ہے:

عَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ «الدِّينُ النَّصِيحَةُ» قُلْنَا لِمَنْ قَالَ «لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ».[1]

تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین نام ہے نصیحت کا، صحابہ نے دریافت کیا: کس کے لئے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے لئے، اس کی کتاب کے لئے، اس کے رسول کے لئے، اور مسلمانوں کے سربراہوں کے لئے اور ان کے عوام کے لئے۔

عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا رضی اللہ عنہ يَخْطُبُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ «لاَ تَكْذِبُوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ يَكْذِبْ عَلَيَّ يَلِجِ النَّارَ».[2]

ربعی بن حراش سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خطبے میں کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر جھوٹ مت باندھو اس لئے کہ جو مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے وہ دوزخ

۱- القشيري النيسابوري: **صحيح مسلم** — كتاب الايمان ۱/۷٤ (٥٥)

۲- القشيري النيسابوري: **مقدمة صحيح مسلم** ۱/۹ (۱)

میں داخل ہو کر رہے گا.

عن أبي هُريْرَةَ ﷺ يقُولُ قالَ رسُولُ اللّهِﷺ « يكُونُ في آخرِ الزّمانِ دَجّالُونَ كذّابُونَ يأْتُونَكُمْ مِنَ الأَحاديث بما لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلاَ آباؤُكُمْ فإيّاكُمْ وَإيّاهُمْ لاَ يُضلُّونكُمْ ولا يفْتنُونكُمْ».[1]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آخری زمانے میں ایسے جھوٹے دجال پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی روایات لائیں گے جن کو نہ تم نے سنا اور نہ تمہارے باپ دادوں نے، تم ان سے دور رہو وہ تم کو گمراہی اور فتنہ میں ڈالنے نہ پائیں.

عَنْ حفْصِ بْنِ عَاصِمٍ ﷺ قالَ قالَ رَسُولُ اللّهِﷺ «كَفى بالْمَرْءِ كَذبًا أَنْ يُحَدِّث بِكُلِّ ما سَمِعَ ».[2]

حفص بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان کے جھوٹے ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جو کچھ وہ سنے دوسروں کے سامنے اگل دے۔

یعنی راوی کی تحقیق کئے بغیر سنی سنائی باتوں کو دوسروں تک پہنچانا بھی جھوٹ ہی کی ایک قسم ہے خصوصاً رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنے میں جو بے احتیاطی برتتا ہے اسے ذیل کی حدیث سے سبق لینا چاہئے.

عن الْمُغِيرَةُ بن شعبة ﷺ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّهِﷺ يَقُولُ «إنّ

۱- القشيري النيسابوري:مقدمة صحيح مسلم ۱/۱۲ (۷)

۲- القشيري النيسابوري:مقدمة صحيح مسلم ۱/۱۰

كذبا عليَّ ليس ككذبٍ على أحدٍ فمن كذب عليَّ متعمدًا فليتبوأ مقعده من النّار ».[1]

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا، مجھ پر جھوٹ اور افترا پردازی کسی عام انسان پر جھوٹ باندھنے کی طرح نہیں ہے اس لئے جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا (جانتے بوجھتے) تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔

مذکورہ بالا روایات سے سند کی اہمیت واضح ہو گئی کہ راوی کے صادق و کاذب ہونے کی پہچان سند کے بغیر ممکن نہیں ہے۔[2]

سند کی ابتدا

سند کی تحقیق اور اس کے بارے میں سوال و جواب عہد صحابہ میں شروع ہو گیا تھا، جیسا کہ ابن سیرین (ف ۱۱۰ھ) کہتے ہیں: "لَمْ يَكُونُوا يَسْأَلُونَ عَنِ الْإِسْنَادِ. فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ، قَالُوا: سَمُّوا لَنَا رِجَالَكُمْ، فَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ، وَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ."[3]

ابن سیرین نے فرمایا: کہ پہلے لوگ اسناد کی تحقیق نہیں کیا کرتے تھے لیکن جب دین میں بدعات اور فتنے داخل ہو گئے تو لوگوں نے کہا کہ اپنی اپنی سند بیان کرو پس جس حدیث کی سند میں اہلسنت راوی دیکھتے تو ان کی حدیث لے لیتے اور اگر سند میں اہل بدعت

۱۔ القشيري النيسابوري: مقدمة صحيح مسلم ۱/ (٤)

۲۔ رحمانی، مولانا عبد الغفار حسن (ف ۱۴۲۸ھ) عظمت حدیث، مکتبہ دار العلم، اسلام آباد۔ ط/۱ ۱۴۰۹ھ (۱۹۸۹ م) ص ۳۱۷۔ ۳۲۳ باختصار

۳۔ القشيري النيسابوري: مقدمه صحيح مسلم ۱/ ۱۵

راوی دیکھتے تو اس کو چھوڑ دیتے۔

ابن سیرین کے قول میں فتنہ سے مراد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہونے والے حادثات ہیں، جس میں وہ شہید ہو گئے اور امت میں قتل و غارت کی بنا پڑ گئی، اور امت مختلف قسم کے فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئی، اسی طرح سعید بن المسیب (ف ۹۳ھ) کے قول سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں:

وَقعتِ الفِتنَةُ الأُولى– يَعْنِي مَقْتَلَ عُثْمَانَ– فلَمْ تُبْقِ مِنْ أَصْحَابِ بَدْرٍ أَحَدًا، ثُمَّ وَقَعَتِ الفِتنَةُ الثَّانِيَةُ، – يَعْنِي الحرَّة – فَلَمْ تُبْقِ مِنْ أَصْحَابِ الحُدَيْبِيَةِ أَحَدًا، ثُمَّ وَقَعَتِ الثَّالِثَةُ، فَلَمْ تَرْتَفِعْ وَلِلنَّاسِ طَبَاخٌ[1] کہ پہلا فتنہ وہ ہے جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے، اس فتنہ سے اہل بدر میں سے کوئی باقی نہیں رہا پھر دوسرا فساد حرہ کا ہوا، اس میں صلح حدیبیہ والوں میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔ پھر تیسرا فساد ہوا، وہ اس وقت ختم ہوا جب تک لوگوں میں کچھ بھی طاقت باقی نہ رہی۔

امام احمد (ف۲۴۱ھ) نے ابراھیم نخعی (ف۹۶ھ) کا قول نقل کیا ہے: مختار ثقفی (ف ٦٧ھ) کے دور میں سند کے بارے میں تفتیش کا رجحان شروع ہوا، اس لیے کہ ان دنوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کثرت سے جھوٹ بولا جارہا تھا۔[2]

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تمام احادیث سند کے ساتھ روایت کی جاتی تھیں، بلکہ

۱– البخاري: **الجامع الصحيح** (د/ ٨٦)

۲– ابن رجب الحنبلي: زين الدين عبد الرحمن بن أحمد بن رجب بن الحسن، السلامي، البغدادي، ثم الدمشقي، (ف: ٧٩٥هـ) **شرح علل الترمذي** تحقيق: الدكتور همام عبد الرحيم سعيد ط/١ – مكتبه المنار – الزرقاء – الأردن، ١٤٠٧هـ – ١٩٨٧م ١/ ٣٦١

صحابہ کرام جب براہ راست رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنتے تھے تو بھی صرف حدیث بیان کر دیتے تھے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ہم جو روایات بیان کرتے ہیں وہ سب ہم نے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنیں، اس میں سے کچھ ہم نے آپ سے سنی ہیں اور کچھ ہمارے ساتھیوں نے ہمیں بتائی ہیں اور ہم لوگ جھوٹ نہیں بولتے۔[1]

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام اس میں فرق نہیں کرتے تھے کہ انہوں نے آپ سے براہ راست سنا ہو یا کسی اور صحابی کے واسطے سے سنا ہو، اور اس کی وجہ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے یہ بتائی کہ ہم لوگ جھوٹ نہیں بولتے تھے، صحابی کسی اور صحابی سے حدیث سنا کرتے تھے، اور اس طرح بیان کر دیتے تھے جیسے انہوں نے اپنے کانوں سے سنا ہو۔[2]

صحابہ کرام کے درمیان اس اعتماد کے باوجود بعض حالات میں سند کے بارے میں پوچھ لیا کرتے تھے، اور یہ بھی نظر آتا ہے کہ اس دور میں اس طرح کا سوال پسندیدہ نہیں تھا، بلکہ بعض دفعہ تو صحابی اس سوال پر ناراض ہو جایا کرتے تھے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اگر یہ سوال کیا جاتا تو وہ غضبناک ہو جاتے اور فرماتے: ہم میں سے کوئی بھی دوسرے پر جھوٹ نہیں بولتا تھا۔[3]

امام حسن بصری (ف ۱۱۰ھ) سے کسی نے ان کی مرسل روایات کے بارے میں کہا کہ اگر وہ سند کے ساتھ بیان کریں تو بہتر ہوگا؟ انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! ہم

۱۔ أبو عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: ۲۴۱ھ) مسند احمد، المحقق: شعيب الأرنؤوط عادل مرشد، وآخرون مؤسسة الرسالة الطبعة: الأولى، ۱۴۲۱ ھ ۲۰۰۱ م ص ۲۸۳/۴

۲۔ ابن عدي الجرجاني: عبدالله بن عدي بن عبدالله بن محمد أبو أحمد الكامل في ضعفاء الرجال ط/۲ دار الفكر بيروت، ۱۴۰۹ ۱۹۸۸ ۵۱/۱

۳۔ مصدر سابق

جھوٹ نہیں بولتے اور نہ ہی ہمیں جھٹلایا جاتا ہے، میں نے خراسان کے ایک غزوہ میں تین سو صحابہ کرام کے ساتھ شرکت کی ہے۔[1] اس طرح امام حسن بصری نے صحابہ کرام کی روایت کے حوالے سے یہ عذر پیش کیا کہ ان کی روایت کی موجودگی میں سند کی ضرورت نہیں ہے، جبکہ وہ صدق وصفا کے پیکر تھے اور جھوٹ کے قریب بھی نہیں پھٹکتے تھے۔

یحییٰ بن سعید القطان (ف ۱۹۸ھ) کی رائے کے مطابق سب سے پہلے عامر الشعبی (ف ۱۰۴ھ) نے اسناد کے بارے میں پوچھ گچھ شروع کی تھی، ربیع بن خثیم نے ان کے سامنے حدیث بیان کی تو انہوں نے پوچھا: یہ حدیث تم سے کس نے بیان کی؟ جواب ملا: عمرو بن میمون نے، اور میں نے ان سے پوچھا تھا: یہ حدیث آپ نے کس سے سنی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: صحابی رسول ﷺ ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے، یحییٰ بن سعید کہتے ہیں: یہ اسناد کے بارے میں سب سے پہلی تفتیش ہے۔[2]

تابعین کے شروع کے دور سے اس طرح اسناد کے بارے میں تحقیق شروع ہو گئی، اور اس کے بعد کے ادوار میں یہ اہمیت بڑھ گئی، جب وضع حدیث کا فتنہ زور پکڑ گیا، اور سند کا ذکر کرنا ایک لازمی امر بن گیا، یہاں تک کہ صغار تابعین کے دور میں سند کا ذکر نہ کرنا ناقابل معافی جسارت قرار دیا گیا، عتبہ بن حکیم کہتے ہیں: میں اسحٰق بن ابی فروہ کے پاس

---

۱ کوئی صحابی آپ ﷺ کا کوئی فرمان یا آپ کا کوئی فعل بیان کرے، مگر اس نے براہ راست خود آپ ﷺ سے نہ سنا ہو، نہ مشاہدہ کیا ہو، بلکہ کسی اور صحابی سے سنا ہو تو اسے مرسل صحابی کہا جاتا ہے، صحابی کی مرسل روایت صحیح اور قابل حجت ہوتی ہے۔ سہیل حسن: معجم اصطلاحات حدیث: ص ۲۲۸

۲- الرامهرمزي الفارسي: أبو محمد الحسن بن عبد الرحمن بن خلاد (م: ٣٦٠هـ) المحدث الفاصل بين الراوي والواعي تحقيق: د. محمد عجاج الخطيب ط/٢ دار الفكر بيروت، ١٤٠٤هـ ١/٢٠٨

تھا اور وہاں ابن شہاب زہری (ف ۱۲۴ھ) بھی موجود تھے، ابن ابی فروہ نے بغیر سند بیان کیے کہا: قال رسول اللہ ﷺ! زہری نے کہا: ابن ابی فروہ! اللہ تجھے برباد کرے! تو دین کے معاملے میں کتنا جری ہو گیا ہے، اپنی حدیث کی سند ہی بیان نہیں کرتا؟ ہمیں بغیر باگوں اور رسیوں (یعنی سند) کے حدیث بیان کر رہا ہے۔[1]

اس طرح پہلی اور دوسری صدی ہجری میں سند متن کا لازمی حصہ بن گیا، اور اس عہد کے تمام محدثین یہاں تک کہ وہ بھی جو سند کو اہمیت نہیں دیتے تھے، وہ بھی اس بات کا التزام کرنے لگے جیسا کہ قتادہ (ف ۱۱۷ھ) کا طرز عمل ظاہر کرتا ہے، اسی طرح معمر بن راشد (ف ۱۵۴ھ) اور دیگر محدثین نے سند کو لازمی جزو بنا لیا۔

سند کی اہمیت ان اقوال سے بھی ہو سکتی ہے، جو اس دور کے تابعین اور تبع تابعین نے ارشاد فرمائے ہیں:

- عبدان بن عثمان کا قول ہے کہ میں نے عبداللہ بن المبارک (ف ۱۸۱ھ) کو کہتے ہوئے سنا ہے:

الإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ وَلَوْلَا الإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ۔[2]

"سند دین کا حصہ ہے، اور اگر سند نہ ہوتی تو جو چاہتا کہہ ڈالتا"۔

- ابن المبارک کا ایک اور قول ہے، فرماتے ہیں:

مثل الَّذِي يَطْلُبُ أَمْرَ دِينِهِ بِلَا إِسْنَادٍ كَمَثَلِ الَّذِي يَرْتَقِي السَّطْحَ بِلَا

۱- ابن البیع الحاکم: معرفة علوم الحدیث ص ۱۱

۲- القشیری النیسابوری: مقدمہ صحیح مسلم ۱/۱۲

سُلَّم۔[1]

جو شخص دین کو بغیر سند کے حاصل کرنا چاہتا ہو اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو چھت پر بغیر سیڑھی کے چڑھنا چاہتا ہو۔

- محمد بن شاذان الجوہری نے علی بن المدینی (ف ۲۳۴ھ) سے کسی حدیث کی سند کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا:

- فَقَالَ: تَدْرِي مَا قَالَ : أَبُو سَعِيدٍ الْحَدَّادُ ؟ قَالَ: "الْإِسْنَادُ مِثْلُ الدَّرَجِ وَمِثْلُ الْمَرَاقِي. فَإِذَا زَلَّتْ رِجْلُكَ عَنِ الْمِرْقَاةِ سَقَطت ، وَالرَّأْيُ مِثْلُ الْمَرْجِ "۔[2]

جانتے ہو کہ ابو سعید حداد نے کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا تھا: سند سیڑھیوں اور زینوں کی مانند ہے، اگر تمہارا پاؤں سیڑھی سے پھسل جائے تو گر جاؤ گے، اور رائے تو چراگاہ کے مانند ہے۔

- امام مسلم (ف ۲۶۱ھ) نے محمد بن سیرین کا قول نقل کیا ہے: إِنَّ هذا العِلْمَ دِينٌ فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ۔[3]

یہ علم دین کا حصہ ہے، تو دیکھ لو تم کس سے اپنا دین حاصل کر رہے ہو۔

۱- أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي الخطيب البغدادي (المتوفى: ٤٦٣هـ) ، **الكفاية في علم الرواية** المحقق: أبو عبدالله السورقي ، إبراهيم حمدي المدني المكتبة العلمية المدينة المنورة ٣/٣٧٢

۲- الخطيب البغدادي: **الكفاية في علم الرواية** ٣/٣٧٣

۳- القشيري النيسابوري: **مقدمة صحيح مسلم**–١/١١

- عبد اللہ بن المبارک کا قول ہے: بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْقَوَائِمُ. يَعْنِي الإِسْنَادَ.[1] ہمارے اور لوگوں کے درمیان ٹانگیں ہیں یعنی سند ہے، ابن المبارک کی مراد یہ ہے کہ جس طرح کوئی جانور بغیر ٹانگوں کے کھڑا نہیں ہو سکتا اسی طرح حدیث بغیر سند کے کھڑی نہیں ہو سکتی.
- ابن سیرین کہتے ہیں: لَمْ يَكُونُوا يَسْأَلُونَ عن الإِسْنَادِ فَلَمَّا وقعتِ الْفِتْنَةُ قَالُوا سَمُّوا لَنَا رِجَالَكُمْ فَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حديثُهُمْ وَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ الْبِدَعِ فَلاَ يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ.[2]

فتنہ سے پہلے سند کے بارے میں نہیں پوچھا کرتے تھے جب فتنہ واقع ہوا کہنے لگے اپنے راویوں کے نام بتاؤ تاکہ دیکھا جائے کہ وہ اہل سنت میں سے ہیں تو ان کی حدیث لی جائے اور اگر اہل بدعت میں سے ہیں تو ان کی حدیث رد کی جائے.

عبد الصمد بن حسان کہتے ہیں کہ سفیان الثوری (ف ۱۶۱ھ) کا قول ہے: الإِسْنَادُ سِلاَحُ الْمُؤْمِنِ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُ سِلاَحٌ، فَبِأَيِّ شَيْءٍ يُقَاتِلُ؟[3] سند مومن کا ہتھیار ہے. اگر اس کے پاس ہتھیار نہیں ہے تو وہ کس چیز سے مقابلہ کرے گا؟

ان تمام اقوال سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ سند حدیث کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے. اور سند کے راویوں کا جاننا حدیث کی استنادی کیفیت جاننے کے لئے بہت اہم ہے.

۱- القشيري النيسابوري: **مقدمة صحيح مسلم** ۱۲/۱

۲- القشيري النيسابوري: **مقدمة صحيح مسلم** ۱۱/۱

۳- ابن البيع: أبو عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نعيم بن الحكم الضبي الطهماني النيسابوري (ف: ۴۰۵ھ) **المدخل إلى كتاب الإكليل**، تحقيق: د. فؤاد عبد المنعم أحمد دار الدعوة الاسكندرية ص ۲۹

مندرجہ بالا تفصیل سے علم جرح و تعدیل کی اہمیت کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے، جس کے ذریعے راویان حدیث کے بارے میں تمام ضروری معلومات حاصل ہوتی ہیں، اور اسی علم کے ذریعے سے نبی کریم ﷺ کی حدیث کی حفاظت کا مقصد پورا ہو سکتا ہے۔ اس علم کی اہمیت کا اندازہ اگلے باب میں تفصیل سے ہو سکتا ہے۔

علم جرح و تعدیل سے پہلے علم الرجال وجود میں آیا، اور متقدم اہل علم نے متنوع انداز میں تصنیفات کی ابتدا کی، بعض نے صرف صحابہ کرام کی سوانح کو موضوع سخن بنایا جو معرفۃ الصحابہ کے نام سے مشہور ہوئیں، بعض نے صحابہ، تابعین اور اتباع تابعین کے حالات جمع کیے جو کتب طبقات کے نام سے معروف ہیں، اور بعض نے راویان حدیث کی توثیق و تجریح کو موضوع تالیف بنایا اور علم جرح و تعدیل کے باب میں کتابیں وجود میں آگئیں، علم جرح و تعدیل کے بارے میں باب ہفتم میں تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔

اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ عادل راوی کی روایت ہی قابل قبول ہے، جیسا کہ گواہی کے معاملے میں عادل گواہ کی گواہی صرف قابل قبول ہوتی ہے۔ اسی بنا پر اہل علم راوی کے حالات کے بارے میں معلومات جمع اور تحقیق کرنا انتہائی ضروری اور لازمی امر سمجھتے ہیں۔

علم حدیث : روایت اور درایت

علم حدیث روایت اور درایت پر مشتمل ہے، اور انہی دونوں علوم کے ذریعے سے ہی حدیث کی استنادی حیثیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

۱۔ روایت حدیث: یہ علم ان احادیث کی نقل و روایت اور ضبط و تحریر پر مبنی ہے، جو نبی کریم ﷺ کی جانب منسوب ہوں، خواہ قولی ہوں یا فعلی یا تقریری یا رسول اللہ ﷺ کی کسی صفت پر مبنی ہوں، راجح قول کی بنا پر

اس میں اقوال صحابہ وتابعین بھی شامل ہیں۔

۲۔ درایت حدیث: یہ علم ان مباحث اور مسائل پر مبنی ہے جن کے ذریعے سے راوی اور مروی (حدیث) کا حال، قبولیت یا عدم قبولیت کی حیثیت سے جانا جاتا ہے، یعنی اس علم میں سند اور متن کا تنقیدی مطالعہ کیا جاتا ہے۔

بعض اہل علم کی طرف سے محدثین کرام پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ صرف احادیث کی روایت اور نقل کرنے پر اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیتے ہیں جبکہ احادیث کے معنی، مفہوم اور تفقہ سے ان کو کوئی تعرض نہیں ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ محدثین نے کبھی بھی درایت سے صرف نظر نہیں کیا، فقہاء اور محدثین کے درمیان اس حوالے سے موضوعی اختلاف ہے، فقہائے کرام درایت کو حدیث کی تاویل کی غرض سے اپنے اصول استنباط کے مطابق شریعت کو سمجھنے کے لئے استعمال کرتے ہیں، جبکہ محدثین کرام درایت کو سند اور متن کے حوالے سے استعمال کرتے ہیں۔

محدثین کرام کے نزدیک درایت کا استعمال فقہاء کے مقابلے میں وسیع ہے، اس لئے کہ محدثین سند اور متن دونوں کی تحقیق کرتے ہیں اور اس کے بعد انہیں سند کے مطالعہ سے متن پر حکم، صحیح، حسن اور ضعیف کا علم ہوتا ہے، اور اسی طرح ضعیف کی اقسام (منقطع، معضل، مرسل، شاذ اور منکر وغیرہ) کا علم بھی اس تنقیدی مطالعہ سے ہوتا ہے۔

متن کی تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کہاں قرآن کی موافقت ہے اور کہاں مخالفت ہے؟ موضوع اور من گھڑت روایات کو پرکھنے کے لئے جو اصول وضع کیے گئے ہیں، ان میں اگر کوئی حدیث عقل یا مشاہدے یا حس کے خلاف ہو تو وہ موضوع ہوگی، یہی وجہ ہے کہ محدثین ایسی تمام روایات کو رد کر دیتے ہیں جو قرآن کریم یا سنت صحیحہ یا

تاریخی حقائق کے خلاف ہوں اور ان میں کسی قسم کی مطابقت پیدا کرنا بھی مشکل ہو، متن کی تحقیق سے ہی منکر، شاذ، مقلوب، معلل، اور مضطرب روایت کی شناخت ہوتی ہے، اور یہ اقسام جہاں متن سے تعلق رکھتی ہیں وہاں سند سے بھی تعلق رکھتی ہیں.

علوم حدیث میں نقد متن کوئی ایسی نئی روایت نہیں ہے بلکہ نقد متن کی مکمل بنیاد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملتی ہے، جنہوں نے محدثین کرام سے صدیوں قبل اس کا آغاز کر دیا تھا، اس کی ایک مثال یہ ہے: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث: «مَنْ تبِعَ جَنازَةً فصلَّى عَلَيْهَا، فَلَهُ قِيرَاطٌ، وَمنْ تبعها حتى يُفْرَغَ مِنْها فَلَهُ قِيرَاطَانِ، أَصْغَرُهُمَا مِثْلُ أُحُدٍ – أَوْ أَحَدُهُمَا مثلُ أُحد»[1] کو قبول کرنے سے توقف کیا اور اس کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، انہوں نے اس حدیث کی تصدیق فرمادی، اس کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو قبول فرمالیا اور کہا: "ہم نے بہت سے قیراط ضائع کر دیے"۔[2]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے متن سے متعلقہ تحقیق کی چند امثلہ حسب ذیل ہیں، جن سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تحقیق حدیث میں نقد متن کا طریقہ کار بھی اتنا ہی پرانا ہے جتنا کہ سند حدیث کی تنقید کا طریقہ کار:

۱. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: «إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ» میت کو اس کے گھر والوں کے اس پر رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے، تو انہوں نے اسے یہ کہتے ہوئے رد کر دیا کہ: یہ بات تو رسول اللہ ﷺ نے ایک

۱- أبو داود: السنن (۳/ ۲۰۲)

۲- القشيري النيسابوري: صحيح مسلم ۲/ ۶۵۲

یہودی کے بارے میں فرمائی تھی، جب آپ اس کے جنازے کے پاس سے گذرے تو لوگ اس پر رو رہے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم رو رہے ہو اسے تو تمہارے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا ہے۔[1]

۲۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول سے بھی یہ بات ظاہر ہے:

أَوْ نجس موتی الْمُسْلِمِيْنَ وما عَلَى رَجُل لَوْ حمل عودا۔[2] کیا مسلمانوں کے مردے نجس ہیں؟ اگر کوئی آدمی لکڑی اٹھا لے تو کیا ہوا؟ یہ بات انہوں نے اس وقت کہی جب انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ روایت بیان کرتے ہوئے سنا: «مَنْ غَسَّلَ الْمَيِّتَ فَلْيَغْتَسِلْ، وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ»[3] جو میت کو غسل دے وہ غسل کرے اور جو اسے اٹھائے وہ وضو کرے۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ روایت بیان کی: «الْوُضُوءُ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، وَلَوْ مِنْ ثَوْرِ أَقِطٍ»،[4] جس چیز کو آگ نے چھوا ہو اسے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ پنیر کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو، یہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: يَا أَبَا هُرَيْرَة، أَنَتَوَضَّأُ مِنَ الدُّهْنِ؟ أَنَتَوَضَّأُ مِنَ الحَمِيمِ؟ اے ابو ہریرہ! کیا ہم چکنائی والی چیز یا

۱۔ القشیري النیسابوري: صحیح مسلم ۲/۶۴۲

۲۔ الزرکشي: الإجابة لإيراد ما استدركته عائشة على الصحابة (ص: ۱۱۲)

۳۔ أبو داود: السنن (۳/ ۲۰۱)

۴۔ الترمذي: السنن ت شاکر (۱/ ۱۱۴)

گرم پانی کے استعمال کے بعد بھی وضو کریں؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین کرام نے بھی نقد متن کا پورا اہتمام کیا، جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعات سے ثابت ہوتا ہے۔

سعید بن جبیر (۹۵ھ) نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مٹکے کی نبیذ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام قرار دیا ہے، پھر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ کیا آپ نے سنا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے پوچھا: وہ کیا کہتے ہیں؟ تو میں نے کہا: وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹکے کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے، اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔[1]

ایوب سختیانی (۱۳۱ھ) کہتے ہیں: اگر تم اپنے استاد کی غلطی معلوم کرنا چاہو تو اس کے علاوہ کسی اور کی مجلس میں بیٹھو،[2] یعنی اس طریقے سے حدیث میں راوی کی غلطی کا ادراک کیا جا سکتا ہے۔

ایک دفعہ سعید بن مسیب (۹۴ھ) نے عامر بن سعد (۱۰۴ھ) سے روایت کی اور انہوں نے اپنے والد حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: «أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى، إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي»[3] سعید بن مسیب (۹۴ھ) کہتے ہیں: میں نے چاہا کہ اس حدیث کو عامر بن سعد کے واسطے کے بغیر براہ راست حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے سن کر اس کی تصدیق کروں، چنانچہ میں حضرت

۱- القشيري النيسابوري: صحيح مسلم ۳/۱۵۸۱

۲- الدارمي: السنن ۱/۴۹۶

۳- القشيري النيسابوري: صحيح مسلم ۴/۱۸۷۰

سعد رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا: عامر نے آپ سے یہ حدیث سنی ہے؟ انہوں نے فرمایا، میں نے یہ حدیث سنی ہے، میں نے پوچھا: کیا آپ نے سنی ہے؟ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں کانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: فَوَضَعَ إِصْبَعَيْهِ عَلَى أُذُنَيْهِ فَقَالَ: نَعَمْ، وَإِلَّا، فَاسْتَكَتَا، میں نے اپنے کانوں سے یہ حدیث سنی ہے، اگر میں نے نہ سنی ہو تو میرے کان بہرے ہو جائیں۔

تبع تابعین کے دور میں اس فن نے نئی شکل اختیار کی اور نقد حدیث کے متخصص علما میدان میں آ گئے، جن میں امام مالک (۱۷۹ھ)، سفیان ثوری (۱۶۱ھ)، اور شعبہ (۱۶۰ھ) شامل ہیں، ان کے بعد عبداللہ بن المبارک (۱۸۱ھ)، یحیٰی بن سعید القطان (۱۹۸ھ) عبد الرحمٰن بن مہدی (۱۹۸ھ) اور امام شافعی کے نام ملتے ہیں، اور ان کے بعد یحیٰی بن معین (۲۳۳ھ)، علی بن مدینی (۲۳۴ھ) اور امام احمد (۲۴۱ھ) جیسی نقاد شخصیات نظر آتی ہیں۔

بہر حال اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ محدثین کرام کی تنقید کا اصل میدان سند ہے، جبکہ نقد متن اس کے مقابلے میں کم ہے اور اس کے کچھ اسباب ہیں:

۱. یہ ممکن ہے کہ متن حدیث متشابہات میں سے ہو، جس کا مفہوم سمجھنا ہر فرد کے لئے ممکن نہ ہو۔

۲. متن حدیث میں معجزات نبویہ کا ذکر ہو، جنہیں سائنس نے بعد میں ثابت کیا ہو، مثلاً: مکھی کے پروں میں شفا اور زہر کی موجودگی، کتے کے لعاب کے بارے میں احادیث، محدثین کرام نے ان احادیث کے بارے میں احتیاط سے کام لیا اور انہیں غلط نہیں قرار دیا، اس لئے کہ وہ سب احادیث صحیح اسناد سے ثابت ہیں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ محدثین نے ان احادیث کے بارے میں کوئی منفی حکم جاری نہیں کیا ورنہ انہیں تنگ نظر

اور کم فہم قرار دے دیا جاتا۔

۳۔ بعض احادیث غیبی امور پر مبنی ہوتی ہیں، جنہیں داخلی نقد کی بنا پر رد نہیں کیا جا سکتا۔

۴۔ محدثین کرام نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد (نضر اللہ امرأ سمع مقالتي ... الحدیث) اللہ تعالی تروتازہ رکھے اس شخص کو جس نے میری حدیث سنی، اسے سمجھا اور اسے آگے پہنچایا، کے مطابق عمل کرتے ہوئے احادیث کو یاد کرنے اور پہنچانے کا فریضہ انجام دیا، ان کے بعد میں آنے والوں کا فرض ہے کہ اس میں سے احکام اخذ کریں۔

یہ بات بالکل واضح اور یقینی ہے کہ محدثین کرام نے ان احادیث پر صحت کا حکم جاری نہیں کیا جو عقل اور قیاس جلی کے خلاف ہوں بلکہ ایسی احادیث کو صحیح قرار دیا ہے جنہیں صرف عقل سے نہیں سمجھا جا سکتا، اور دونوں باتوں میں نمایاں فرق ہے۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ محدثین داخلی نقد سے کبھی بھی غافل نہیں رہے، جیسا کہ بعض لوگ ان پر یہ الزام لگا دیتے ہیں، اگر ایسا ہوتا تو شاذ، منکر، مضطرب، موضوع اور من گھڑت روایات کو کیسے پہچانا جا سکتا تھا؟ اور یہ تمام اقسام جہاں سند سے تعلق رکھتی ہیں وہاں متن سے بھی ان کا گہرا تعلق ہے۔[1]

۱۔ الاعظمي: محمد ضیاءالرحمن دراسات في الجرح و التعدیل، ط/٤، مکتبة الغرباء الأثریة المدینة المنورة ١٤١٩ھ ص ٣٥-٣٧ باختصار

طلب حدیث کے لیے علمی اسفار

عہد نبوی میں مدینہ منورہ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی، رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کی وجہ سے ہر مسلمان مدینہ کا قصد کرتا تھا اور وہاں سے اپنا گوہر مقصود حاصل کرتا تھا، اس طرح ہزاروں صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے احادیث جمع کیں اور پوری دنیا میں پھیلائیں، اور اس طرح وہ قرآن کریم کے اس حکم کی تعمیل کر رہے تھے: ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿١٢٢﴾﴾ (التوبہ: ۱۲۲)

"تو یہ کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے تاکہ دین (کا علم سیکھتے) اور اس میں سمجھ پیدا کرتے اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو ان کو ڈراتے تاکہ وہ بچتے رہیں"۔ اور اس حدیث کے مصداق تھے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ[1]۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے وہ راستہ اختیار کیا جس میں علم حاصل کیا جائے اللہ تعالی اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتے ہیں"۔

ابو العالیہ رفیع بن مہران (ف ۹۳ھ) کہتے ہیں: ہم بصرہ میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام سے روایات سنا کرتے تھے، لیکن ہم نے مدینہ جا کر ان سے براہ راست یہ

۱۔ القشيري النيسابوري: **صحيح مسلم** كتاب الذكر والدعاء و التوبة ٤/٢٠٧٤ (٢٦٩٩)

روایات سنیں.[1]

ابو قلابہ (ف ۱۰۴ھ) کہتے ہیں: میں نے مدینہ میں تین دن قیام کیا، میرا مقصد صرف یہ تھا کہ ایک شخص کا انتظار کروں جب وہ آئے تو اس کے پاس موجود ایک حدیث اس سے حاصل کروں.[2]

خلافت راشدہ کے عہد میں جب صحابہ کرام مختلف علاقوں میں پھیل گئے تو طالبان حدیث نے بھی ان علاقوں کا سفر کیا تاکہ ان سے براہ راست احادیث سنیں، اور اس طرح حصول علم اور خصوصا حصول حدیث کے لئے سفر قربت الٰہی کا ذریعہ بن گیا، جیسا کہ مختلف احادیث سے اس کی فضیلت ثابت ہے، یہاں تک بعض محدثین کرام حج کا سفر اس نیت سے بھی کرتے تھے کہ حجاز جاکر محدثین سے احادیث بھی سنیں گے، ابن المدینی کہتے ہیں: اس حدیث کی محبت مجھے اکساتی ہے کہ میں حج کو جاؤں اور وہاں جاکر محمد بن خنیس سے حدیث سنوں.[3]

محدثین کرام کے مقاصد سفر:

۱. حصول حدیث، صحابہ کرام کا مختلف علاقوں میں پھیل جانے کے بعد حصول حدیث کے لئے سفر کرنا ضروری ہوگیا تھا.

۲. حدیث کے بارے میں مزید اطمینان: ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے صرف ایک

۱- الدارمي: أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن بن الفضل بن بَهرام بن عبد الصمد، التميمي السمرقندي (المتوفى: ٢٥٥هـ) (سنن الدارمي) تحقيق: حسين سليم أسد الداراني، دار المغني للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية الطبعة: الأولى، ١٤١٢ هـ - ٢٠٠٠ م ١/١١٤

۲- الدارمي: السنن ١/١١٤، المحدث الفاصل ص٢٢٣

۳- ابن عدي: مقدمه الكامل ص١٩٤

حدیث کے لئے مصر کا سفر کیا اور جب تک خود وہ حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے نہ سن لی انہیں اطمینان نہیں ہوا، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک ماہ کا سفر کیا اور شام پہنچ کر عبد اللہ بن انیس انصاری رضی اللہ عنہ سے حدیث سن کر اطمینان حاصل کیا۔'

۳۔ سند میں طلب علو: محدثین کرام کی شدید خواہش ہوتی تھی کہ ان کی سند عالی ہو (یعنی سند میں کم سے کم راوی ہوں) اور اس مقصد کے لئے دور دراز کا سفر اختیار کرتے تھے، اگر کسی محدث کے بارے میں سنتے تو سفر کرکے خود جاتے اور اس سے علو سند کی خاطر حدیث سنتے۔

۴۔ راویان حدیث کے حالات زندگی کی معرفت: راوی حدیث کے حالات جاننا علم حدیث کا ایک اہم رکن ہے اس کے بغیر حدیث کا حکم نہیں لگایا جا سکتا، اسی غرض کے لئے یحیٰی بن معین نے ابو نعیم الفضل بن دکین کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے سفر کیا اور گواہی دی کہ وہ اس میں بہت اونچی حیثیت کے مالک ہیں۔

۵۔ احادیث کی نقد وعلل کے بارے میں محدثین کرام کے ساتھ علمی مذاکرہ:

---

۱ الحمیدی: أبو بکر عبد اللہ بن الزبیر بن عیسی بن عبید اللہ القرشي الأسدي المکي (المتوفی: ۲۱۹ھ) **مسند الحمیدي** حقق نصوصه وخرج أحادیثه: حسن سلیم أسد الدَّارَانِي دار السقا، دمشق سوریا ط/۱، ۱۹۹۶ م ۱/۱۸۹؛ الخطیب البغدادي: **الرحلة في طلب الحدیث** ص۲۰۶

۲۔ ابن حجر العسقلاني: أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد (ف: ۸۵۲ھ) **فتح الباري شرح صحیح البخاري**، ترقیم کتب وأبواب وأحادیث: محمد فؤاد عبد الباقي اخراج وتصحیح: محب الدین الخطیب تعلیقات: العلامةعبد العزیز بن عبد اللہ بن باز دار المعرفة بیروت، ۱۳۷۹ھ ۱/۱۷۳

حدیث کا علم اتنا دقیق اور اسانید کی وجہ سے اتنا وسیع ہے کہ جب تک آپس میں ایک دوسرے سے مذاکرہ نہ کیا جائے، اس علم کو محفوظ نہیں کیا جا سکتا، اسی غرض کے لئے علی بن المدینی عراق سے مکہ آتے تھے تاکہ سفیان بن عیینہ سے مذاکرہ کر سکیں، امام احمد بن حنبل رات کو تہجد کی رکعات کم کرکے یحییٰ بن معین کے ساتھ مذاکرہ حدیث میں مشغول ہو جاتے[1]، مذاکرے کی بہترین مثال امام ترمذی کا امام بخاری کے ساتھ مذاکرہ ہے جس کے نتیجے میں انہوں نے احادیث کے بارے میں امام بخاری کی آراء نقل کی ہیں۔[2]

❁❁❁❁❁❁

۱- أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي الخطيب البغدادي (المتوفى: ٤٦٣هـ) **الرحلة في طلب الحديث** تحقيق: نور الدين عتر ط/١ دار الكتب العلميه - بيروت، ١٣٩٥ ص٢٣

۲- الترمذي : **كتاب العلل الصغير** ص ٧٣٨

باب دوم

جرح و تعدیل کی شرعی حیثیت

- جرح کی تعریف: لغت اور اصطلاح میں
- تعدیل کی تعریف: لغت اور اصطلاح میں
- علم جرح و تعدیل کی تعریف
- مشروعیت جرح و تعدیل
- اسباب جرح و تعدیل
- غیبت کا جواز
- جرح و تعدیل کی اصولی حیثیت

جرح کی تعریف: لغت اور اصطلاح میں

لغت میں ہتھیار سے زخم لگانے کو جرح کہا جاتا ہے، اور اگر قاضی گواہ کی گواہی کو اس کی کسی غلط بیانی کی وجہ سے رد کردے تو اسے بھی جرح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔[1]

بعض اہل لغت کا قول ہے کہ جُرح (جیم پر پیش) جسمانی زخم کے لئے اور جَرح (جیم پر زبر) زبان سے معنوی طور پر زخم لگانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔[2]

اصطلاحی طور پر جرح سے مراد: راویان حدیث کے وہ عیوب بیان کرنا جن کی وجہ سے راوی کی عدالت ساقط ہو جاتی ہے، اور اس کی روایت کردہ حدیث ضعیف قرار دے دی جاتی ہے یا رد کردی جاتی ہے۔[3]

تعدیل کی تعریف: لغت اور اصطلاح میں

تعدیل عدل یا عدالت سے ماخوذ ہے، عدل سے مراد لغت میں ظلم کے برعکس اور اس شخص کو کہا جاتا ہے جو گواہی کے لئے قابل قبول ہو۔[4]

عدالت سے مراد: ابن منظور کے قول کے مطابق عدالت وہ امر ہے جس کے بارے میں دل گواہی دے کہ وہ مستقیم ہے، اور وہ جور یعنی ظلم کے خلاف ہو۔

تعدیل کی اصطلاحی تعریف: راوی حدیث کے عادل اور ضابط ہونے کے بارے

۱- ابن منظور الأنصاري: محمد بن مكرم بن علي، أبو الفضل، جمال الدين الرويفعي الإفريقي (المتوفى: ۷۱۱ھ) **لسان العرب** - دار صادر -- بيروت ط/۳ - ۱٤۱٤ ھ (مادة ح)

۲- محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحسيني، أبو الفيض، الملقّب بمرتضى، الزَّبيدي (المتوفى: ۱۲۰۵ھ) **تاج العروس من جواهر القاموس** -- الناشر: دار الهداية (مادة ح)

۳- دیکھیے: سہیل حسن: **معجم اصطلاحات حدیث**، ادارہ تحقیقات اسلامی -- اسلام آباد -- ط/۲- ۱۴۳۱ھ ۲۰۱۰م ص ۴۱۰

۴- ابن منظور الأنصاري: **لسان العرب** (ل)

میں بتانا، اس کی توثیق کرنا، اور حکم لگانا کہ وہ عادل یا ضابط ہے، تاکہ اس کی روایت قابل قبول ہو۔[1]

علم جرح و تعدیل کی تعریف

یہ وہ علم ہے جس میں راویان حدیث کی مخصوص الفاظ کے ذریعے جرح و تعدیل بیان کی جاتی ہے اور ان الفاظ کے مراتب واضح کیے جاتے ہیں۔[2]

مشروعیت جرح و تعدیل

راویان حدیث کے بارے میں تعریفی یا تنقیدی کلمات کا اظہار ایک دینی ضرورت ہے، اور حدیث کی استنادی حیثیت بیان کرنے کے لئے احتیاط کا تقاضا ہے، کہ ان اقوال کی روشنی میں راوی کے مرتبے کا تعین ہو اور اس کے بعد حدیث کی قبولیت اور عدم قبولیت کا تعین ہو، اس ضرورت کی شرعی حیثیت قرآن و سنت کی روشنی میں پوری طرح ثابت ہوتی ہے۔

قرآن کریم:

ارشاد باری تعالیٰ: [يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ] {الحجرات:٦}

اے ایمان والو! اگر کوئی بد کردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (مبادا) کہ تم کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو، پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا

۱- عبد اللطیف: الشیخ عبد العزیز بن ابراهیم **ضوابط الجرح و التعدیل**، مطبوعات الجامعة الاسلامیه۔۔۔ المدینه المنورة ص۲۲

۲- حاجي خليفة: مصطفى بن عبد الله كاتب جلبي القسطنطيني المشهور باسم الحاج خليفة (ف: ١٠٦٧هـ) **كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون** مكتبه المثنى بغداد ١٩٤١م-١/٥٨٢

پڑھے۔

ارشاد باری تعالی:[وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ]{البقرة:۲۸۲} اور اپنے میں سے دو مردوں کو (ایسے معاملے کے) گواہ بنا لیا کرو۔

ارشاد باری تعالی:[...وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ...]الآیۃ۔ {الطلاق:۲} اور اپنے میں سے دو منصف مردوں کو گواہ بنا لو، اور اللہ کے لئے درست گواہی دینا۔

ارشاد باری تعالی: [... يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ ...]الآیۃ۔ {المائدۃ:۹۵} تم میں سے دو منصف شخص اس کے بارے میں فیصلہ کریں۔

ان آیات کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ پہلی آیت میں ہر قسم کی خبروں کو قبول کرنے میں احتیاط اور تحقیق کرنے کا حکم دیا گیا، اور ہر قسم کی خبروں میں رسول اللہ ﷺ سے منسوب خبریں بدرجہ اولی شامل ہیں، بقیہ آیات میں گواہوں کے بارے میں عدل اور قابل قبول ہونے کی شرط لگائی گئی، یہی صفات روایت کے سلسلے میں بھی لازمی طور پر ہونی چاہئیں۔

احادیث نبویہ:

عروہ بن زبیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّهُ اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ فَقَالَ ائْذَنُوا لَهُ فَبِئْسَ ابْنُ الْعَشِيرَةِ أَوْ بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ فَلَمَّا دَخَلَ أَلَانَ لَهُ الْكَلَامَ فَقُلْتُ لَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قُلْتَ مَا قُلْتَ ثُمَّ أَلَنْتَ لَهُ فِي

الْقَوْلِ فَقَالَ أَيْ عَائِشَةُ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللَّهِ مَنْ تَرَكَهُ أَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت مانگی، جب آپ نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ قبیلے کا برا بھائی یا برا بیٹا ہے، جب وہ بیٹھ گیا تو آپ خندہ پیشانی اور کشادہ روئی سے ملے، جب وہ آدمی چلا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جب آپ نے اس آدمی کو دیکھا تو اس طرح فرمایا پھر آپ خندہ پیشانی اور کشادہ روئی کے ساتھ ملے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! تم نے مجھے فحش گو کب دیکھا ہے؟ قیامت کے دن لوگوں میں سب سے برا مرتبہ اللہ تعالی کے نزدیک اس شخص کا ہوگا، جس کو لوگ اس کی برائی سے محفوظ رہنے کے لئے چھوڑ دیں۔

مذکورہ بالا حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ کسی شخص کے بارے میں دینی حوالے سے بتانا غیبت نہیں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں فرمایا: بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ، اگر یہ غیبت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح نہ فرماتے۔

عَنْ سَهْلِ بن سعد رضی اللہ عنہ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: مَا تَقُولُونَ فِي هَذَا قَالُوا حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ يُنْكَحَ وَإِنْ شَفَعَ أَنْ يُشَفَّعَ وَإِنْ قَالَ أَنْ يُسْتَمَعَ قَالَ ثُمَّ سَكَتَ فَمَرَّ رَجُلٌ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ: مَا تَقُولُونَ فِي هَذَا

۱- البخاري: الجامع الصحيح كتاب الأدب حديث(٥٦٦٦)

قَالُوا حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ لَا يُنْكَحَ وَإِنْ شَفَعَ أَنْ لَا يُشَفَّعَ وَإِنْ قَالَ أَنْ لَا يُسْتَمَعَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ هَذَا خَيْرٌ مِنْ مِلْءِ الْأَرْضِ مِثْلَ هَذَا.[1]

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کے گذرنے پر پوچھا تم لوگوں کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا اگر کہیں نسبت ہو جائے تو نکاح کے قابل ہے، اگر کسی کی سفارش کرے تو منظور کرلی جائے، اگر کوئی بات کہے تو دلجمعی سے سنی جائے، پھر ایک دوسرا مسلمان فقیر گذرا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ کسی کے ہاں پیغام نکاح بھیجے تو اس کا پیغام قبول نہ ہو، اگر سفارش کرے تو منظور نہ کی جائے، اگر کوئی بات کہے تو توجہ (ہی) نہ کی جائے، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمام روئے زمین کے سرمایہ داروں اور امیروں سے یہ فقیر بہتر ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جرح و تعدیل کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود معیار اور مثال قائم کردی تھی اور دوسرے لوگوں کے بارے میں معلومات مہیا کرنے کو برا نہیں سمجھا بلکہ حوصلہ افزائی فرمائی بشرطیکہ اس میں خیر کا پہلو مضمر ہو۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ مُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا خَيْرٌ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ «وَجَبَتْ وَجَبَتْ وَجَبَتْ». وَمُرَّ بِجَنَازَةٍ

---

1 البخاري: الجامع الصحيح كتاب النكاح حديث (٤٧٠١)

فَأُثْنِىَ عَلَيْهَا شَرٌّ فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ «وَجَبَتْ وَجَبَتْ وَجَبَتْ».

قَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ فِدًى لَكَ أَبِي وَأُمِّي مُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِىَ عَلَيْهَا خَيْرًا فَقُلْتَ وَجَبَتْ وَجَبَتْ وَجَبَتْ. وَمُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِىَ عَلَيْهَا شَرٌّ فَقُلْتَ وَجَبَتْ وَجَبَتْ وَجَبَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ« مَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الأَرْضِ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الأَرْضِ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الأَرْضِ ».[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنازہ کے گزرنے پر لوگوں نے اس کا ذکر خیر کے ساتھ کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا واجب ہو گئی، واجب ہو گئی، واجب ہو گئی اور دوسرا جنازہ گزرا تو اس کا ذکر برائی کے ساتھ کیا گیا تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا واجب ہو گئی، واجب ہو گئی، واجب ہو گئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں ایک جنازہ گزرا اور اس کی نیکی کی تعریف کی گئی اور آپ ﷺ نے فرمایا واجب ہو گئی، واجب ہو گئی، واجب ہو گئی اور دوسرا جنازہ گزرا تو اس کا ذکر برائی کے ساتھ کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا واجب ہو گئی، واجب ہو گئی، واجب ہو گئی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کا ذکر تم نے بھلائی کے ساتھ کیا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی اور جس کا ذکر تم نے برائی کے ساتھ کیا اس کے لئے دوزخ واجب ہو گئی تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو،

۱- القشيري النيسابوري: **صحيح مسلم** –كتاب الجنائز – حديث(۲۲۴۳)

تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔

حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اس امت کو تمام لوگوں پر گواہی کا فریضہ سونپا گیا ہے، اور اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ان باتوں کو ظاہر کیا جائے جن کی وجہ سے حدیث رد ہو سکتی ہے۔

غیبت کا جواز

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ محدثین کرام نے دوسروں کی غیبت کرنے کو کس طرح جائز کر لیا؟ اس سوال کے جواب میں حافظ ابن حجر کہتے ہیں:

"ثم ان من بعد الصحابة تلقوا ذلك منهم وبذلوا أنفسهم في حفظه وتبليغه وكذلك من بعدهم الا انه دخل فيمن بعد الصحابة في كل عصر قوم ممن ليست له أهلية ذلك وتبليغه فاخطأوا فيما تحملوا ونقلوا ومنهم من تعمد ذلك فد خلت الآفة فيه من هذا الوجه فأقام الله طائفة كثيرة من هذه الأمة للذب عن سنة نبيه صلى الله عليه وسلم فتكلموا في الرواة على قصد النصيحة ولم يعد ذلك من الغيبة المذمومة بل كان ذلك واجبا عليهم وجوب كفاية"[1]

پھر صحابہ کے بعد آنے والوں نے ان سے یہ علم حاصل کیا، اور اس کی تبلیغ اور حفظ میں پوری ہمت صرف کی، اور اسی طرح ان کے بعد آنے والوں نے کیا، مگر صحابہ کے بعد آنے والوں میں ہر زمانے

۱۔ ابن حجر العسقلاني: أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد (ف: ۸۵۲ھ) لسان الميزان - تحقيق: دائرة المعرف النظاميه- الهند ط/۲ - مؤسسة الأعلمي للمطبوعات بيروت - لبنان، ۱۳۹۰ھ /۱۹۷۱م (۱/۳-۴)

میں ایسے لوگ داخل ہو گئے جو اس علم کی اہلیت رکھتے تھے اور نہ ہی اس کے پھیلانے کی صلاحیت، ان لوگوں نے حدیث کو حاصل کرنے اور نقل کرنے میں غلطیاں کیں، اور ان میں کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے جان بوجھ کر یہ کام کیا، تو اس حوالے سے اس علم میں خلل پیدا ہوگیا۔

تو اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کی سنت کے دفاع کے لئے امت میں ایسے افراد پیدا کر دیے جنہوں نے خیر خواہی کے جذبے سے روایات پر تحقیق کی، اور ان کا راویوں کے بارے میں یہ کلام مذموم غیبت میں سے نہیں ہے، بلکہ یہ کام ان پر فرض کفایہ تھا۔

اس حوالے سے امام مسلم فرماتے ہیں:

"وَإِنَّمَا أَلْزَمُوا أَنْفُسَهُمُ الْكَشْفَ عَنْ مَعَايِبِ رُوَاةِ الْحَدِيثِ وَنَاقِلِي الأَخْبَارِ وَأَفْتَوْا بِذَلِكَ حِينَ سُئِلُوا لِمَا فِيهِ مِنْ عَظِيمِ الْخَطَرِ إِذِ الأَخْبَارُ فِي أَمْرِ الدِّينِ إِنَّمَا تَأْتِي بِتَحْلِيلٍ أَوْ تَحْرِيمٍ أَوْ أَمْرٍ أَوْ نَهْيٍ أَوْ تَرْغِيبٍ أَوْ تَرْهِيبٍ فَإِذَا كَانَ الرَّاوِي لَهَا لَيْسَ بِمَعْدِنٍ لِلصِّدْقِ وَالأَمَانَةِ ثُمَّ أَقْدَمَ عَلَى الرِّوَايَةِ عَنْهُ مَنْ قَدْ عَرَفَهُ وَلَمْ يُبَيِّنْ مَا فِيهِ لِغَيْرِهِ مِمَّنْ جَهِلَ مَعْرِفَتَهُ كَانَ آثِمًا بِفِعْلِهِ ذَلِكَ غَاشًّا لِعَوَامِّ الْمُسْلِمِينَ إِذْ لاَ يُؤْمَنُ عَلَى بَعْضِ مَنْ سَمِعَ تِلْكَ الأَخْبَارَ أَنْ يَسْتَعْمِلَهَا أَوْ يَسْتَعْمِلَ بَعْضَهَا وَلَعَلَّهَا أَوْ أَكْثَرَهَا أَكَاذِيبُ لاَ أَصْلَ لَهَا مَعَ أَنَّ الأَخْبَارَ الصِّحَاحَ مِنْ رِوَايَةِ الثِّقَاتِ وَأَهْلِ الْقَنَاعَةِ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ يُضْطَرَّ إِلَى نَقْلِ مَنْ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَلاَ مَقْنَعٍ".[1]

۱- القشيري النيسابوري: مقدمة صحيح مسلم (۱/۲۸)

اور ائمہ حدیث نے راویوں کا عیب کھول دینا ضروری سمجھا اور جب ان سے پوچھا گیا تو اس بات کا فتوی دیا کہ یہ بڑا اہم کام ہے کیونکہ دین کی بات جب نقل کی جائے گی تو وہ کسی امر کے حلال ہونے کے لئے کافی ہوگی یا حرام ہونے کے لئے یا کسی بات کا حکم ہوگا یا کسی بات کی ممانعت یا وہ رغبت وخوف کے متعلق ہوگی تو یہ تمام احکام ونواہی احادیث پر موقوف ہیں جب حدیث کا کوئی راوی خود صادق اور امانت دار نہ ہو اور وہ روایت کا اقدام کرے اور بعد والے اس راوی کی عدم ثقاہت کے باوجود دوسرے کو، جو اس کو غیر ثقہ کے طور پر نہ جانتا ہو اس کی کوئی روایت بیان کرے اور اصل راوی کے احوال پہ کوئی تنقید وتبصرہ نہ کریں تو یہ مسلم عوام کے ساتھ خیانت اور دھوکہ ہوگا۔ کیونکہ ان احادیث میں بہت سی احادیث موضوع اور من گھڑت ہوں گی اور عوام کی اکثریت راویوں کے احوال سے ناواقفیت کی بنا پر ان احادیث پر عمل کرے گی تو اس کا گناہ اس راوی پر ہوگا جس نے یہ حدیث بیان کی کہ اس حدیث کو سننے والوں کی غیر معمولی تعداد مسلمانوں کی لاعلمی کی وجہ سے اس پر عمل کرنے کی وجہ سے گناہگار ہو، کیونکہ واقعہ میں وہ حدیث ہے ہی نہیں یا کم از کم اس میں تغیر وتبدل اور کمی بیشی کردی گئی۔ علاوہ ازیں جبکہ احادیث صحیحہ جن کو معتبر اور ثقہ رواۃ نے بیان کیا ہے اس قدر کثرت کے ساتھ موجود ہیں کہ ان کی موجودگی میں ان باطل اور من گھڑت روایات کی مطلقا ضرورت ہی باقی نہیں رہتی.

یہی وجہ ہے کہ محدثین کرام ضعیف اور جھوٹے راویوں کے عیب بیان کرنے سے اللہ تعالی سے تقرب حاصل کرتے تھے. ابوبکر خلاد کہتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید سے کہا: کیا آپ کو خوف محسوس نہیں ہوتا کہ یہ لوگ جن کے آپ عیب بیان کرتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالی کے سامنے مدعی بن کر آجائیں؟ انہوں نے کہا: اگر یہ لوگ میرے سامنے مدعی بن کر آجائیں یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ رسول

اللہ ﷺ میرے سامنے مدعی بن کر آئیں اور کہیں: تم نے وہ حدیث کیوں بیان کی جبکہ تم جانتے تھے کہ وہ جھوٹ ہے؟[1]

امام نووی فرماتے ہیں: کسی زندہ یا مردہ شخص کی غیبت شرعی مقصد کے لئے جائز ہے، جبکہ اس مقصد کو صرف اسی طریقے سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہو، وہ مقاصد یہ ہیں:

۱. ظلم کی دادرسی: مظلوم کے لئے جائز ہے حاکم اور قاضی کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کرے اور ظالم کے تمام کرتوت بیان کرے۔

۲. ازالہ منکر کے لئے مدد حاصل کرنا: اگر کوئی شخص کسی منکر کے ازالے کے لئے کسی سے تعاون طلب کرے تو اس کے لئے جائز ہوگا کہ تمام صورت حال سے مطلع کرے۔

۳. طلب فتوی: سائل اپنے مسئلے کے لئے مفتی سے تمام حالات بیان کر سکتا ہے۔

۴. مسلمانوں کی خیر خواہی اور انہیں شر سے محفوظ رکھنے کے لئے، اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:

- راویان حدیث اور گواہوں کے عیوب بیان کرنا، یہ تمام مسلمانوں کے نزدیک جائز ہے اور بعض حالات میں واجب ہو جاتا ہے۔
- رشتہ کے بارے میں مشورہ کی صورت میں۔
- اگر کوئی عالم کسی صاحب بدعت یا فاسق سے علم حاصل کرنے کی صورت میں متنبہ کرے۔

۱- ابن البیع: أبو عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نُعيم بن الحكم الضبي الطهماني النيسابوري (ف: ٤٠٥هـ) **المدخل إلى كتاب الإكليل** تحقيق: د. فؤاد عبد المنعم أحمد دار الدعوة — الاسكندرية (ص١١١)

- صاحب اقتدار جو صحیح طور پر اپنے اختیارات استعمال نہ کرتا ہو

۵۔ کوئی فاسق یا بدعتی اپنے فسق یا بدعت کا بر سر عام مظاہرہ کرتا ہو

۶۔ تعارف کے لئے: اگر کوئی شخص ایسے لقب سے معروف ہو جو عرف عام میں پسندیدہ نہ ہو تو اس کو بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس سے توہین مراد نہ ہو، مثلاً: اعمش، اعرج، اصم، احول وغیرہ۔[۱]

ایک اور رائے اس حوالے سے یہ ہے کہ اسے غیبت نہیں کہا جاسکتا، جیسا کہ مولانا عبدالغفار حسن مرحوم لکھتے ہیں: یہ خیال درست نہیں ہے کہ محدثین کرام نے ضرورت اور حکمت عملی کی تحت راویوں پر جرح اور غیبت کو جائز قرار دے دیا جبکہ قرآن مجید اور صحیح احادیث میں غیبت کی شدید ممانعت آئی ہے اور اس پر سخت وعید سنائی گئی ہے، یہ اس لئے کہ ضعیف راویوں پر جرح اور ان کے معائب اور نقائص کا بیان غیبت کے حدود ہی سے خارج ہے،[۲] جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

> وقد سمع أبو تراب النخشبي أحمد بن حنبل وهو يتكلم في بعض الرواة فقال له: أتغتاب العلماء؟! فقال له: ويحك! هذا نصيحة، ليس هذا غيبة.[۳]
>
> ابوتراب نخشبی نے امام احمد بن حنبل کو راویوں پر جرح و قدح کرتے ہوئے سنا تو کہا: کیا آپ علماء کی غیبت کرتے ہیں؟ امام احمد

۱- النووي: أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف (ف: ٦٧٦هـ) **رياض الصالحين** تحقيق: شعيب الأرنؤوط ط/٢ — مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان، ١٤١٩هـ/١٩٩٨م (ص٦٧٣)

۲- رحماني: **عظمت حديث** (ص ٣١٩)

۳- ابن كثير الدمشقي: أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري (ف: ٧٧٤هـ) **اختصار علوم الحديث** تحقيق: أحمد محمد شاكر- ط/٢- دار الكتب العلميه، بيروت — لبنان (ص٣٦)

نے جواب میں فرمایا: ارے بھائی! یہ نصیحت و خیر خواہی ہے غیبت نہیں ہے۔

یہی مفہوم مندرجہ ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رضی اللہ عنہا قَالَتْ فَلَمَّا حَلَلْتُ ذَكَرْتُ لَهُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَأَبَا جَهْمٍ خَطَبَانِي. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- « أَمَّا أَبُو جَهْمٍ فَلاَ يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهِ وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوكٌ لاَ مَالَ لَهُ انْكِحِى أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ ».[1]

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ جب میں اپنی عدت سے فارغ ہوئی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ معاویہ بن ابی سفیان اور ابو جہم نے مجھے پیغام نکاح بھیجا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہے ابو جہم تو وہ اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے نہیں ہٹاتے، اور رہے معاویہ تو وہ فقیر قلاش ہیں، ان کے پاس چھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے، اسامہ بن زید سے نکاح کرلو۔

اس حدیث میں ایک عورت کی خیر خواہی کی بنا پر دو صحابیوں کے عیب ان کی غیر حاضری میں بیان کئے گئے ہیں، کیونکہ اس سے مقصود ایک خاتون بلکہ ایک خاندان کی خیر خواہی ہے تو اس کو غیبت قرار نہیں دیا جائے گا، اسی طرح بدرجہ اولی دین کے تحفظ کے لئے راویوں پر جرح و قدح بھی امت مسلمہ کی خیر خواہی شمار ہوگی۔ حقیقت میں یہ تعمیل ہے اس حدیث نبوی کی جس میں ارشاد ہے:

عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ «الدِّينُ

۱- القشيري النيسابوري: **صحيح مسلم** —كتاب النكاح (۲/۱۱۱۹)

النَّصِيحَةُ» قُلْنَا لِمَنْ قَالَ «لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ».[1]

تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین نام ہے نصیحت کا، صحابہ نے دریافت کیا: کس کے لئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے لئے، اس کی کتاب کے لئے، اس کے رسول کے لئے، اور مسلمانوں کے سربراہوں کے لئے اور ان کے عوام کے لئے.

جرح و تعدیل کی اصولی حیثیت

گذشتہ صفحات میں جرح و تعدیل کی شرعی حیثیت کے بارے میں بات کی گئی، یہاں اصولی حوالے سے گفتگو کی جارہی ہے،

۱. جیسے پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ جرح کو غیبت کی اقسام میں شمار کیا گیا ہے جبکہ غیبت شرعاً حرام ہے، جرح میں اسے صرف دین کی حفاظت اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے جذبے کے تحت مباح قرار دیا گیا.

۲. مذکورہ بالا صورت کی روشنی میں صرف ضرورت کی حد تک جرح کرنا جائز ہوگا، سخاوی کا قول ہے: اگر ایک بات سے جرح ممکن ہو تو دوسری بات کی ضرورت نہیں ہوگی.[2] دوسری جگہ کہتے ہیں: اگر اشارے سے یا کم سے کم قول سے جرح ممکن ہو تو اس سے زائد جائز نہیں ہے، اس لئے کہ جن امور میں ضرورت کے تحت رخصت دی گئی ہو ان میں اصل

۱- القشيري النيسابوري: **صحيح مسلم** — كتاب الايمان (۷٤/۱)

۲- السخاوي: شمس الدين محمد بن عبد الرحمن (ف۹۰۲ھ) **فتح المغيث شرح ألفية الحديث** ط/۱ – دار الكتب العلميه– لبنان، ۱٤۰۳ھ (ص٤۸۲)

مقصود سے آگے بڑھا جائے۔[1]

۳۔ اگر کوئی راوی کچھ علماء کے نزدیک ثقہ، اور کچھ کے نزدیک مجروح ہو، تو یہ جائز نہیں ہوگا کہ صرف جرح کے اقوال ذکر کر دیئے جائیں اور تعدیل کے اقوال ترک کر دیے جائیں۔

۴۔ جرح صرف ایسے عالم سے قابل قبول ہوگی جو اسباب جرح جانتا ہو اور خود عادل ہو، اس لئے کہ جو شخص خود ضعیف ہو وہ کیسے دوسروں کی جرح کر سکتا ہے؟ حافظ ابن حجر کہتے ہیں: تعدیل اسی شخص سے قبول کی جائے گی جو اس کے اسباب کا علم رکھتا ہو، جو یہ اسباب نہ جانتا ہو اس سے تعدیل قبول نہیں کی جائے گی، اور جرح بھی اسی شخص سے قبول کی جائے گی جو خود عادل اور بیدار مغز ہو۔

۵۔ جرح و تعدیل کے مبحث میں صحابہ کرام کو اس سے بالاتر رکھا جائے گا، اس لئے کہ وہ سب عادل ہیں، ابن الصلاح کہتے ہیں: یہ خصوصیت تمام صحابہ کے لئے ہے، ان کی عدالت کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا جائے گا، بلکہ یہ امر ان کے حوالے سے طے شدہ ہے، اس لئے کہ وہ اللہ تعالی کی طرف سے عادل قرار دیے جا چکے ہیں: ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ {آل عمران: ۱۱۰}

❁❁❁❁❁❁

۱- السخاوي: شمس الدين محمد بن عبد الرحمن (ف ۹۰۲ھ) **الاعلان بالتوبيخ لمن ذم التاريخ** دار الكتاب العربي بيروت ۱۳۹۹ھ (ص ۶۸)

باب سوم

جرح و تعدیل راوی

۱. اسباب جرح

- عدالت راوی کے لحاظ سے
- ضبط راوی کے لحاظ سے

۲. عدالت راوی کے لحاظ سے

- کذب (جھوٹ)
- اسباب کذب
- اتہام بالکذب (جھوٹ بولنے کا الزام)
- فسق و فجور
- بدعت
- جہالت راوی

۳. ضبط راوی کے لحاظ سے

- کثرت اغلاط
- شدید غفلت

- ثقہ راویوں کی مخالفت
- اوہام
- حافظے کی کمزوری

۴۔ تعدیل راوی: لغت اور اصطلاح میں

- ثبوت عدالت راوی
- صحابہ کرام کی عدالت
- احکام تعدیل راوی

اسبابِ جرح

اولاً: عدالت راوی کے لحاظ سے

۱۔ جھوٹ

کسی چیز کی حقیقت کے برخلاف بات کہنا، چاہے وہ جان بوجھ کر ہو یا سہواً ہو، اسے کذب کہتے ہیں۔ محدثین کی اصطلاح میں کذب سے مراد رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنا ہے، چاہے وہ اچھی نیت سے ہو، یا بری نیت سے، جیسے بعض متصوفین نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے لیے جھوٹ بولتے ہیں، آپ کے خلاف نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے، اور اس بارے میں احادیث تواتر کی حد تک پہنچتی ہیں۔ امام مسلم نے اپنی کتاب کے مقدمے میں جھوٹ کی مذمت میں کئی احادیث نقل کی ہیں:

عن عَلِيٍّ ﷜ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ «لاَ تَكْذِبُوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ يَكْذِبْ عَلَيَّ يَلِجِ النَّارَ».[۱]

حضرت علی ﷜ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھ پر جھوٹ مت باندھو جو شخص میری طرف جھوٹ منسوب کرے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

۱- القشيري النيسابوري: مقدمة صحيح مسلم- (حديث ۲)

فَقَالَ الْمُغِيرَةُ ﷺ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ «إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».[1]

مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ پر جھوٹ ایسا نہیں جیسا کہ کسی اور پر جھوٹ باندھنا جو مجھ پر عمدا جھوٹ باندھتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ إِنَّهُ لَيَمْنَعُنِي أَنْ أُحَدِّثَكُمْ حَدِيثًا كَثِيرًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ «مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے تم سے بکثرت احادیث بیان کرنے سے صرف یہ چیز مانع ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی جو شخص عمداً مجھ پر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام کی روایت کردہ احادیث کی روشنی میں یہ بالکل واضح ہے کہ کاذب کے لیے آخرت میں تو یہ سخت وعید ہے۔ دنیا میں ایسے شخص کی سزا یہ ہے کہ اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی، چاہے وہ توبہ بھی کر لے۔ یہ امام احمد اور حمیدی کی رائے ہے۔

۱- القشيري النيسابوري: **مقدمة صحيح مسلم**-(حديث ٥)

۲- القشيري النيسابوري: **مقدمة صحيح مسلم**- (حديث٣)

جھوٹ کی پہچان کیسے ہو سکتی ہے؟

۱- جس شخص سے روایت کی گئی ہے اس کی تاریخ وفات کے ذریعے سے

۲- علم حدیث سے اشتغال اور تجربے سے جھوٹ پہچانا جا سکتا ہے

۳- الفاظ حدیث سے بھی جھوٹ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، جیسے کہ احمد بن عبد اللہ بن خالد الجویباری نے روایت بیان کی: عن اسحاق ابن نجیح الکذاب عن هشام بن حسان عن رجاله قال: حضور مجلس عالم خير من حضور جنازة ومن الف ركعة ومن الف حجة ومن الف غزوة۔[1]

یعنی عالم کی مجلس کی حاضری، ہزار رکعتوں، ہزار حج اور ہزار غزوات سے بہتر ہے.

اس حدیث کے الفاظ جویباری کے جھوٹ پر واضح دلیل ہیں، اس کے بارے میں امام بیہقی فرماتے ہیں: اس شخص نے رسول اللہ ﷺ سے ایک ہزار سے زیادہ احادیث منسوب کی ہیں.[2]

۴- صاحب روایت اگر خود روایت جھٹلا دے تو وہ راوی کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے

۱- الذهبي: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز (ف: ۷٤۸ھ) **ميزان الاعتدال في نقد الرجال** تحقيق: علي محمد البجاوي ط/۱ - دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت - لبنان، ۱۳۸۲ ھ - ۱۹۶۳ م(۱/۱۰۷)

۲- مصدر سابق

۵- اگر کوئی ایسی روایت بیان کی جائے جو کہ مشہور ہونی چاہئے تھی لیکن وہ مشہور نہ ہو تو یہ اس کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے، جیسے حدیث غدیر خم

۶- چھوٹے سے گناہ پر بہت سخت وعید اور بہت چھوٹی نیکی پر بہت بڑا ثواب، اس قسم کی روایات بھی جھوٹ کی دلیل ہیں۔

اسباب کذب:

۱۔ دین میں فساد کے قصد سے، جیسے زنادقہ اور ملحدین نے کوششیں کیں۔

۲۔ اپنے مذہب کی تائید اور اسے تقویت دینے کے لیے جیسے روافض اور مبتدعہ نے کوشش کی۔

۳۔ مالی منفعت حاصل کرنے کے لیے، جیسے بعض لوگوں نے اسے وسیلہ رزق سمجھا اور اسے کمائی کا ذریعہ بنالیا۔

۴۔ تقرب الی اللہ کی نیت سے، جیسے بعض زاہد و عابد لوگوں نے نیک نیتی سے احادیث وضع کیں۔

۵۔ قومی، صوبائی، قبائلی حمیت یا کسی زبان یا جنس کے لیے تعصب پیدا کرنے کے لیے۔

۶۔ ذاتی اغراض کے لیے۔

۲- تہمت کذب

تہمت کذب سے مراد عام بات چیت میں جھوٹ بولنا، اور متہم بالکذب سے مراد وہ شخص ہے جس کے بارے میں یہ ثابت ہو چکا ہو کہ وہ عام گفتگو میں جھوٹ بولتا ہے اور یہ بات اس کے بارے میں مشہور ہو۔ اس قسم کا شخص عادل نہیں رہتا اور اس کی روایت

قبول نہیں کی جاتی، ایسے شخص سے بعید نہیں ہے کہ وہ حدیث میں بھی جھوٹی روایات شامل کر دے۔ ایسا شخص جو عادل نہ ہو اور اس کا جھوٹا ہونا ثابت ہو چکا ہو، وہ "متروک" کہلاتا ہے اور اس کی حدیث 'مطروح' کہلاتی ہے۔ اہل علم نے المتہم بالکذب سے روایت لینے سے منع کیا ہے۔ اگرچہ کتب رجال میں اس قسم کے افراد کے نام بہت کم ملتے ہیں، کیونکہ اہل علم نے صرف ایسے راویوں کے نام ان کتابوں میں درج کیے ہیں جن کی روایت کتب حدیث میں ملتی ہیں، مگر جس شخص کی کوئی روایت نہیں ہے اور وہ جھوٹا بھی ہے، اس کا ذکر کتب رجال میں نہیں ہے۔

۳۔ فسق و فجور

لغت میں کھجور کا چھلکے سے نکلنا فسق کہلاتا ہے۔ اصطلاح میں نافرمانی، اللہ کے احکام کو ترک کرنا اور صراط مستقیم کے چھوڑنے کو فسق کہا جاتا ہے۔ محدثین کے نزدیک کبائر کا مرتکب یا صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنے والا فاسق کہلاتا ہے۔ ایسا شخص جس کے فسق کے بارے میں کوئی شک نہ ہو، اس کی روایت قابل قبول نہیں ہے، لیکن ایسا فاسق جس کے فسق کی تاویل ممکن ہو، اس کی روایت قبول کی جا سکتی ہے، کیونکہ بعض امور ایسے ہیں جن میں فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک نبیذ پینا جائز ہے، جبکہ شافعیہ اس سے منع کرتے ہیں۔

ایسا فاسق جو کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہو، واجبات اور فرائض کا پابند نہ ہو، اس سے یہ بعید نہیں ہے کہ وہ حدیث رسول کی روایت میں جھوٹ بولنے کا مرتکب ہو، یا صحابہ، یا تابعین کے بارے میں کوئی غلط بات کہہ دے۔

> فاسق کے بارے میں امام مسلم فرماتے ہیں: أَنَّ خَبَرَ الْفَاسِقِ سَاقِطٌ غَيْرُ مَقْبُولٍ وَأَنَّ شَهَادَةَ غَيْرِ الْعَدْلِ مَرْدُودَةٌ وَالْخَبَرُ وَإِنْ فَارَقَ مَعْنَاهُ مَعْنَى الشَّهَادَةِ فِي بَعْضِ الْوُجُوهِ فَقَدْ

يَجْتَمِعَانِ فِي أَعْظَمِ مَعَانِيهِمَا إِذْ كَانَ خَبَرُ الْفَاسِقِ غَيْرَ مَقْبُولٍ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ كَمَا أَنَّ شَهَادَتَهُ مَرْدُودَةٌ عِنْدَ جَمِيعِهِمْ وَدَلَّتِ السُّنَّةُ عَلَى نَفْيِ رِوَايَةِ الْمُنْكَرِ من الأَخْبَارِ كَنَحْوِ دَلَالَةِ الْقُرْآنِ عَلَى نَفْيِ خَبَرِ الْفَاسِقِ. وهُوَ الأَثَرُ الْمَشْهُورُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ وعن الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رضي الله عنه قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ «مَنْ حَدَّث عَنِّي بِحَدِيثٍ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ».[1]

فاسق کی خبر غیر مقبول ہے اور جو شخص عادل نہ ہو اس کی گواہی مردود ہے حدیث بیان کرنے اور گواہی دینے میں اگرچہ کچھ فرق ہے مگر دونوں ایک بڑے معنی میں مشترک ہیں کیونکہ فاسق کی روایت اسی طرح محدثین کے نزدیک مردود ہے جس طرح عام لوگوں کے نزدیک اس کی گواہی غیر مقبول ہے اور حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ منکر کا روایات بیان کرنا درست نہیں جس طرح قرآن مجید سے خبر فاسق کا غیر معتبر ہونا ثابت ہے اور وہ حدیث وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ سے شہرت کے ساتھ منقول ہے کہ جس نے علم کے باوجود جھوٹی حدیث کو میری طرف منسوب کیا وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔ اس روایت کو امام مسلم نے اپنی دو اسناد کے ساتھ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۱- القشيري النيسابوري: مقدمة صحيح مسلم-(حديث ۱)

۴۔ بدعت

شرعی تعریف: "رسول اللہ ﷺ کے عہد کے بعد کوئی نئی چیز دین (بالخصوص عبادات میں) میں شامل کرنا"۔ امام شافعی نے اس کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے:

وہ نئی چیز جو کتاب، سنت، آثار صحابہ اور اجماع کے خلاف ہو، اسے بدعتِ ضلالہ کہا جائے گا۔

وہ نئی چیز جس سے کسی کو اختلاف نہ ہو، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز تراویح کے بارے میں فرمایا تھا: **نعمت البدعة هذه**، یعنی نئی چیز ہے، لیکن کسی دینی حکم کے خلاف نہیں ہے۔ یہاں بدعت سے مراد لغوی معنی ہے۔ پہلی صدی ہجری کے بعد امت اسلامیہ تقسیم ہو گئی، اس تقسیم کو دو واضح گروہوں میں دیکھا جاسکتا ہے.

اہل السنۃ والجماعۃ: قرآن و حدیث، آثار صحابہ اور اجماع کے پابند افراد

اہل بدعت: اس گروہ میں معتزلہ، جہمیہ، باطنیہ، قرامطہ، خوارج اور روافض شامل ہیں، نیز اس گروہ میں وہ تمام لوگ بھی شامل ہیں جن کے عقائد کی اصل بنیاد فلسفہ اور منطق ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اسماء اور صفات میں تاویل یا تعطیل کے شکار ہو گئے۔ انہیں اہل الھویٰ بھی کہا جاتا ہے.

اہل بدعت کے بارے میں محدثین کا موقف: ان افراد کی روایت قبول کرنے کے بارے میں محدثین کا موقف سخت نہیں ہے، وہ ہر اس شخص کی روایت قبول کر لیتے ہیں جو اہل صدق وامانت میں سے ہو، حفظ واتقان میں معروف ہو، جھوٹ بولنے کو حرام سمجھتا ہو اور اپنی بدعت کی طرف دعوت نہ دیتا ہو، اس کے برعکس جو شخص اپنی کسی بدعت کی طرف دعوت دیتا ہو، اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی، سوائے بہت مخصوص حالات میں اور سخت شرائط کے ساتھ.

حافظ ابن حجر کا قول ہے: فالمُعْتَمَدُ أنَّ الَّذي تُرَدُّ روايتُهُ مَنْ أنْكَرَ أمراً مُتواتِراً مِن [الشَّرعِ]، معلوماً مِن الدِّين بالضَّرورةِ، وكذا مَن اعتقدَ عكسَهُ .

فأمَّا مَن لم يَكُنْ بهذهِ الصِّفَةِ ، وانْضَمَّ إلى ذلك ضَبطُهُ لما يَرويهِ مَعَ وَرَعِهِ وتَقْواهُ ؛ فلا مانِعَ مِن قَبولِه .[1]

راجح قول یہ ہے کہ اس شخص کی روایت رد کی جائے گی جس نے دین کے مسلمہ امور میں سے کسی امر کا انکار کیا ہو یا اس کے برعکس اعتقاد رکھتا ہو، لیکن جو اس صفت کے مطابق نہ ہو لیکن اپنی روایت میں ضابط بھی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ تقوی اور پرہیزگاری بھی ہو تو اس کی روایت قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۵- جہالت راوی

جہالت راوی سے مراد راوی حدیث کے بارے میں معلومات نہ ہونا، محدثین اسے مجہول کہتے ہیں، مجہول سے مراد وہ راوی ہے جس کے علمی حالات محدثین کے ہاں معروف نہ ہوں، یعنی اس کے علمی مشاغل خصوصاً حدیث کے ساتھ تعلق بالکل اندھیرے میں ہو۔ مجہول راوی کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ مجہول الذات ۲۔ مجہول العین ۳ مجہول الحال، یا المستور

۱۔ **مجہول الذات:** وہ راوی جس کے نام یا شخصیت کی صراحت نہ ہو، یہ جہالت دو طرح سے ہو سکتی ہے:

۱- ابن حجر العسقلاني: أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد (ف: ۸۵۲ھ) **نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر في مصطلح أهل الأثر** تحقيق: عبد الله بن ضيف الله الرحيلي ط/۱ – مطبعة سفير بالرياض، ۱۴۲۲ھ(ص۲۶)

الف: راوی کے نام کا ذکر نہ ہو جیسے: فلاں، شیخ، رجل، ابن فلاں وغیرہ، اس قسم کو مبہم کہا جاتا ہے

ب: راوی کے لئے ایک سے زائد نام یا کنیت یا لقب استعمال کیے جائیں، مثلاً: محمد بن السائب بن بشر الکلبی کو بعض راویوں نے ان کے دادا کی طرف منسوب کر دیا یعنی محمد بن بشر، بعض نے ان کا نام حماد بن السائب بنا دیا، بعض نے ان کی کنیت ابو النضر، بعض نے ابو سعید اور بعض نے ابو ہشام، اس طرح ایک شخصیت مختلف ناموں اور کنیتوں کی وجہ سے غیر معروف ہو گئی۔

۲- مجہول العین: وہ راوی جس کا نام معلوم ہو، مگر دیگر تفصیلات نامعلوم ہوں، اور اس سے روایت کرنے والا صرف ایک شخص ہو، یعنی ظاہری اور باطنی دونوں طرح وہ مجہول عدالت ہو، مثلاً جبار، شداد الطائی، سعید بن ذی حدان، عبد اللہ، مالک بن اغر، عمرو الہمدانی اور قیس بن کریم الأحدب، ان تمام راویوں سے صرف ابو اسحاق السبیعی نے روایت کی ہے۔ مجہول العین راویوں کی روایت قابل قبول نہیں ہے، کیونکہ قبولِ حدیث کی شرط راوی کا ثقہ ہونا ہے۔ جس راوی سے صرف ایک شخص نے روایت کی ہو اور کسی دوسرے نے اس کی توثیق نہ کی ہو، وہ راوی ثقہ نہیں ہو سکتا، چونکہ اس معاملے میں راوی کی ثقاہت کی شرط پوری نہیں ہو رہی، اس لیے یہ روایت قابل قبول نہیں۔ اس معاملے میں حافظ ابن حبان نے جمہور کی مخالفت کی ہے۔ ان کی رائے میں جس راوی سے ایک شخص نے روایت کی ہو اور اس پر کسی قسم کی جرح یا اس کا دعویٰ عیب معروف نہ ہو تو وہ ثقہ ہے۔ انہوں نے اس رائے کا اظہار اپنی کتاب الثقات میں کیا ہے اور ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اسی پر اعتماد کیا ہے۔

۳- مجہول الحال یا المستور: وہ راوی جس سے روایت کرنے والے دو، یا دو سے زیادہ ہوں، مگر اس کی توثیق نہ کی گئی ہو۔ دوسرے لفظوں میں یہ راوی باطنی طور پر مجہول العدالۃ ہے، ظاہری طور پر نہیں۔ اس کے بارے میں بھی وہی حکم ہے، اور اس کی روایت ناقابل قبول

ہے۔ روایت کے لیے ایک، یا دو راویوں کا روایت کرنے کے ساتھ توثیق کا ہونا بھی ضروری ہے۔ صرف دو راویوں کی روایت کی وجہ سے عمومی طور پر توثیق نہیں ہوتی، سوائے بخاری و مسلم کے راویوں میں کہ ان دونوں حضرات کی روایت ہی توثیق کے برابر ہے۔ مجہول کا لفظ اس راوی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو قلیل الروایہ ہو، حتی کہ بعض صحابہ کو بھی مجہول کہا گیا ہے، کیونکہ ان سے روایت معروف نہیں ہے، مثلاً مدلاج بن عمرو السلمی، حلیف بنی عبد شمس کے بارے میں ابو حاتم کہتے ہیں: "مجہول"۔ امام ذہبی کہتے ہیں: "معلوم نہیں یہ کون ہیں؟"

حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں ان کی صحبت اور دیگر تفصیلات بیان کی ہیں۔[1]

مجہول سے ملحقہ دیگر صفات اور عبارات: ۱۔ **مبہم:** بعض مرتبہ مبہم، مجہول سے زیادہ پریشان کن ہوتا ہے۔ مبہم سے اس وقت تک روایت نہ لی جائے گی، جب تک اس کی شخصیت کا پتہ نہ چل جائے اور علم جرح و تعدیل کی روشنی میں اس کا جائزہ نہ لے لیا جائے۔

۲۔ حدثنی الثقہ: اگر کوئی راوی اپنے استاذ کا نام لینے کی بجائے صرف یہ کہے کہ ثقہ نے روایت کی ہے تو جمہور اہل علم کے ہاں وہ قابل قبول نہیں ہے، الّا یہ کہ کہنے والا صرف ثقہ راویوں ہی سے روایت کرتا ہو۔

اس بارے میں دو آراء ہیں: پہلی یہ کہ اس کی روایت قابل قبول نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے وہ شخص دوسروں کے ہاں ثقہ نہ ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی نام کے دو شخص ہوں۔ اگر دونوں ثقہ ہوں تو کوئی حرج نہیں، لیکن اگر ایک ثقہ اور دوسرا ضعیف ہو تو اشکال پیدا ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں ہم اس وقت تک توقف کریں گے، جب تک دونوں کے بارے میں صراحت سے معلوم نہ ہو جائے۔ مجہول العین کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔ مجہول الحال (مستور) کی روایت میں اس وقت تک توقف کیا جائے گا، جب

۱۔ ابن حجر: لسان المیزان (رقم الترجمة ٧٦٤٢)

تک اس کے بارے میں واضح توثیق نہیں مل جاتی، یا اس کی حدیث کے متابعات نہیں مل جاتے۔

ثانیا: ضبط راوی کے لحاظ سے

لغت میں کسی چیز کے ساتھ چمٹ جانے اور روکنے کو ضبط کہتے ہیں۔ محدثین کی اصطلاح میں ضبط سے مراد یہ ہے کہ راوی اپنی سنی ہوئی روایات کو اس طرح مکمل رکھے کہ ان میں کوئی تردد نہ رہے۔ وہ انہیں اچھی طرح سمجھتا ہو کہ ان میں کوئی التباس باقی نہ رہا ہو اور یہ دونوں امور سننے سے لے کر روایت کرنے تک برقرار رہیں.

اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ کبھی بھی اپنی مرویات میں غلطی نہ کرتا ہو، یہ بات تو ناممکن ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ اس کی غلطیاں دوسروں کے مقابلے میں کم ہوں.

ضبط کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ضبط صدر، یعنی راوی اپنی سنی ہوئی احادیث کو اس طرح یاد رکھے کہ جب چاہے انہیں سنا سکے.

۲۔ضبطِ کتاب، یعنی راوی اپنی سنی ہوئی احادیث کو اس طرح احتیاط سے لکھے کہ وہ اس کے پاس سننے سے لے کر روایت کرنے تک پوری طرح محفوظ ہوں.

ضبط میں عدالت کی طرح کمی بیشی ہو سکتی ہے، جو راوی جتنی محنت اور مذاکرہ سے کام لے گا، اسی قدر اس کا ضبط بہتر ہوگا.

ضبط کیسے پہچانا جا سکتا ہے؟ ابن الصلاح اس بارے میں کہتے ہیں:

يُعرفُ كَوْنُ الرَّاوِي ضابطًا بِأَنْ نعْتبرَ روَايَاته بِروَايَات الثّقَاةِ المعْرُوفِينَ بالضّبْطِ وَالْإتْقَان ، فَإِنْ وَجَدْنا رِوَايَاتِه مُوافِقَةً -- ولَوْ مِنْ حيْثُ الْمعْنَى - لِروَايَاتِهِمْ ، أَوْ مُوَافِقَةً لَها في الْأغْلَب والْمُخالَفَةُ نَادِرَةٌ ، عَرَفْنا حِينئِذٍ كَوْنَهُ ضابطًا ثَبْتًا ،

وَإِنْ وَجَدْنَاهُ كَثِيرَ الْمُخَالَفَةِ لَهُمْ ، عَرَفْنَا اخْتِلَالَ ضَبْطِهِ ، وَلَمْ نَحْتَجَّ بِحَدِيثِهِ ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .[1]

راوی کے ضابط ہونے کی پہچان یہ ہے کہ اس کی روایات کو ایسے ثقہ راویوں کی روایات کے ساتھ پرکھا جائے جن کا ضبط اور اتقان مشہور ہے، اگر اس کی روایات ان کی روایات کے مطابق ہوں چاہے معنی کی حد تک ہوں، یا اکثر موافق ہوں اور مخالفت بہت نادر ہو تو یہ سمجھا جائے گا کہ یہ راوی ضابط اور ثقہ ہے، اور اگر مخالفت کثرت سے ہو تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس کا ضبط میں خلل ہے اور اس کی حدیث نہیں لی جائے گی.

جن امور سے ضبط متاثر ہوتا ہے وہ مندرجہ ذیل امور ہیں:

۱. کثرت اغلاط
۲. کثرت غفلت
۳. مخالفت ثقات
۴. اوہام
۵. حافظے کی کمزوری

۱- ابن الصلاح: عثمان بن عبد الرحمن، أبوعمرو، تقي الدين (ف: ٦٤٣ھ) **معرفة أنواع علوم الحديث، ويُعرف بمقدمة ابن الصلاح** تحقيق: نور الدين عتر دار الفكر - سوريا، دار الفكر المعاصر — بيروت ١٤٠٦ھ - ١٩٨٦م (ص ١٠٦)

۱۔ کثرت اغلاط:

غلطی سے مراد خطا اور بھول چوک ہے جو عموماً نادانستہ ہوتی ہے۔ محدثین کے نزدیک معمولی غلطی پر کوئی گرفت نہیں ہے، لیکن فاش غلطیوں کے مرتکب راوی کی روایت قابل قبول نہیں۔ اس کی حدیث رد کردی جاتی ہے۔

فاحش الغلط: اس سے وہ راوی مراد ہے جو فاش غلطیوں کا مرتکب ہوتا ہو، اس لیے اس کی روایت کو منکر کا نام دیا گیا ہے۔ فاش غلطیوں کو پرکھنے کا معیار یہ ہے کہ ایسے راوی کی غلطیاں زیادہ ہوں، اور صحیح باتیں کم ہوں، یا برابر ہوں، کیونکہ انسان سے بھول چوک ہو جاتی ہے، لیکن جب کثرت سے ہونے لگے تو وہ قابل قبول نہیں ہے۔ خطیب بغدادی روایت کرتے ہیں: كان عبد الرحمن بن مهدي لا يترك حديث رجل إلا رجلا متهما بالكذب أو رجلا الغالب عليه الغلط.[1] عبدالرحمٰن مہدی کسی بھی راوی کی حدیث لینے سے انکار نہیں کرتے تھے سوائے اس شخص کے جس پر جھوٹ بولنے کا الزام ہو یا وہ شخص جس کی روایات پر غلطیوں کی کثرت ہو۔

۲۔ کثرت غفلت

غفلت سے مراد انسان کے ذہن سے کسی چیز کا اتر جانا اور اس کا بھول جانا ہے۔ یہ غفلت اور لاپرواہی کسی چیز سے بے نیازی کی بنیاد پر بھی ہو سکتی ہے۔ محدثین کے نزدیک معمولی غفلت اتنی قابل ملامت نہیں ہے، لیکن شدید غفلت کی صورت میں ایسے راوی کی حدیث ضعیف قرار دی جاتی ہے۔ غفلت کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ **عمومی غفلت**: یعنی راوی اتنا غافل رہتا ہو کہ صحیح اور غلط میں امتیاز نہ کر سکے، اسے فحش الغلط بھی کہا جاتا ہے، یا وہ راوی جو کسی اور کی طرف سے تلقین قبول کر لیتا ہو۔ **۲۔ خاص حالات میں غفلت**: کسی خاص

۱۔ الخطيب البغدادي: **الكفاية في علم الرواية** (ص ٤٥٢)

حالت میں راوی کی طرف سے غفلت کا مظاہرہ ہو جیسے حدیث سنتے ہوئے کسی قسم کا تساہل برتتا ہو، مثلاً نیند کی حالت میں حدیث سننا وغیرہ۔

خطیب بغدادی نے غفلت کی پہچان کے لئے یہ قول نقل کیا ہے: **قال: قال عبد الله بن الزبير الحميدي: هو أن يكون في كتابه غلط ، فيقال له في ذلك ، فيترك ما في كتابه ويحدث بما قالوا، أو بغيره في كتابه بقولهم ، لا يعقل فرق ما بين ذلك** »[1] امام حمیدی کہتے ہیں: راوی کی کتاب میں غلطیاں ہوں، تو جب اسے ٹوکا جائے تو اپنی کتاب چھوڑ کر ان کے قول کے مطابق روایت کرنا شروع کر دے یا اپنی کتاب میں ان کے قول کے مطابق تبدیلی کرنا شروع کر دے، اور ان دونوں کے درمیان فرق بھی نہ سمجھے

۳۔ مخالفت ثقات

جب کسی راوی میں یہ عیب پایا جائے کہ وہ دیگر ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہے تو اس وجہ سے ایسے راوی کی روایت کردہ حدیث ضعیف ہو جاتی ہے۔ یہ مخالفت پانچ طرح کی ہو سکتی ہے اور ہر مخالفت کا ایک خاص نام ہے: اگر یہ مخالفت سیاق اسناد میں تبدیلی، یا موقوف کو مرفوع کے ساتھ بغیر کسی فصل کے ہو تو اسے مدرج کہتے ہیں.

اگر سند یا متن میں تقدیم وتاخیر کی صورت میں مخالفت ہو تو اسے مقلوب کہا جاتا ہے . اور اگر مخالفت اسناد میں راوی کے اضافے کی شکل میں ہو تو اسے المزید فی متصل الاسانید کہا جاتا ہے.

اگر مخالفت سند یا متن میں اس طرح تبدیلی اور اضطراب واقع ہو کہ کسی طور پر بھی ترجیح ممکن نہ ہو تو اس حدیث کو مضطرب کہتے ہیں.

۱- الخطيب البغدادي: **الكفاية في علم الرواية**(ص ٤٧٥)

اگر مخالفت کسی حرف یا حروف کے نقطوں کی تبدیلی کی صورت میں ہو جبکہ اصل کلمہ باقی رہے تو اسے مصحف، اور اگر شکل کی تبدیلی کے ساتھ ہو تو اسے محرف کہتے ہیں.

اگر مخالفت ثقہ راوی کی طرف سے اپنے سے برتر کی ہو تو اس حدیث کو شاذ کہا جاتا ہے. ان سب کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ مدرج: لغوی طور پر کسی چیز کو دوسری میں داخل کر دینے کو ادراج کہتے ہیں، اور اس مصدر کا اسم مفعول مدرج ہے۔ محدثین کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ حدیث ہے جس میں ایسا کوئی اضافہ کر دیا گیا ہو جو اصل میں اس کا حصہ نہیں ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: المدرج فی المتن، المدرج فی السند:

المدرج فی المتن: وہ حدیث، جس کے متن میں بغیر کسی علامت کے زائد الفاظ بڑھا دیے گئے ہوں۔ اس کی تین اقسام ہیں: (۱) ابتدا میں ادراج، یا (۲) وسط میں، یا (۳) انتہائے حدیث میں۔ ۱۔ ابتدا میں ادراج: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث: اسبغوا الوضوء، ویل للأعقاب من النار میں (اسبغوا الوضوء) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں۔ انہوں نے حدیث سے معنیٰ اخذ کرتے ہوئے ادا کیے ہیں اور یہ ان کی طرف سے مدرج ہیں۔ اصل حدیث کے الفاظ صرف ویل للأعقاب من النار ہیں۔ ۲۔ وسط حدیث میں ادراج: حضرت بسرۃ بنت صفوان رضی اللہ عنہا کی حدیث: من مس ذکرہ اوانثییه او رفغیه فلیتوضا میں (انثیین) اور (رفغین) کا ذکر مدرج ہے، کیونکہ اصل حدیث میں یہاں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ حقیقت میں یہ الفاظ عروۃ کے اضافہ کردہ ہیں۔ ۳۔ انتہائے حدیث میں ادراج: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث: ان اللہ تجاوز لأمتی عما توسوس به صدورها مالم تعمل به، اوتکلم به، وما استکرهوا علیه اس حدیث کے آخر میں (وما استکرهوا علیه) کے الفاظ اصل روایت میں نہیں ہیں، جو امام بخاری اور امام نسائی نے نقل کی ہے۔

ادراج معلوم کرنے کے طریقے: ۱۔ عبارت ایسی ہو کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کا صادر ہونا محال ہو، مثلاً حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ: للعبد المملوک أجران ، والذی نفسی بیده لولا الجهاد فی سبیل الله ، والحج ، وبر أمي لأحببت أن أموت وأنا مملوک کے آخر میں اس تمنا کا اظہار کہ اگر جہاد، حج اور والدہ کی خدمت جیسے اعمال نہ ہوتے تو میں یہی پسند کرتا کہ میری موت غلامی کی حالت میں آئے۔ یہ ناممکن ہے کہ ایسی بات رسول اللہ ﷺ نے کہی ہو، کیونکہ اولاً آپ کی والدہ محترمہ موجود نہیں تھیں، ثانیاً یہ ممکن نہیں کہ آپ ﷺ غلام ہونے کی تمنا کریں۔ ۲۔ صحابی اس بات کا اقرار کرے کہ یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کے نہیں ہیں، مثلاً حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث: من مات یشرک بالله شیئا دخل النار۔ اس روایت کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اور میں کہتا ہوں کہ من مات لا یشرک بالله شیئا دخل الجنة۔ ۳۔ کوئی راوی اس بات کی وضاحت کردے کہ یہ الفاظ مرفوع حدیث میں نہیں ہیں، مثلاً حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں نماز میں تشہد کی تعلیم دی۔ اس کے آخر میں ہے: أشهد أن لا اله الا الله وأشهد أن محمدا رسول الله. فاذاقلت هذا فقد قضیت صلاتک، ان شئت أن تقوم فقم ، وان شئت أن تقعد فاقعد. فاذا قلت کے بعد والا کلام حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے، رسول اللہ ﷺ کا کلام نہیں ہے جیساکہ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ دیکھیے: سنن ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب التشہد، حدیث نمبر ۹۷۰، سنن دار قطنی ۱:۳۵۳۔

۴۔ کسی دوسری روایت میں زائد الفاظ متعین طور پر الگ ذکر کیے گئے ہوں۔

المدرج فی السند: حقیقت میں اس کا تعلق بھی متن سے ہے، اس کی تین اقسام ہیں

۱۔ ایک حدیث کئی راوی اپنی اپنی اسانید سے روایت کرتے ہیں، مگر کوئی راوی ان سب کو ایک ہی سند سے بیان کردے اور فرق ظاہر نہ کرے۔ ۲۔ راوی کے پاس حدیث کے دو متن

ہوں، اور ہر ایک کی سند الگ ہو، مگر روایت کرتے ہوئے دونوں حدیثوں کو ایک ہی سند سے بیان کرے اور متن کے زائد الفاظ بھی بغیر وضاحت کے اس میں شامل کر دے۔

۳۔ راوی سند بیان کرے، مگر اس کے ساتھ اتفاقاً اپنی طرف سے کوئی اضافی الفاظ کہہ دے، اور سننے والا یہ سمجھے کہ یہ الفاظ متن حدیث کا حصہ ہیں اور یہ الفاظ اسی طرح روایت ہوتے رہیں۔ **ادراج کا حکم:** احادیث رسول میں عمداً ادراج کرنا حرام ہے، تاہم تفسیری کلمات کی اجازت دی گئی ہے، اسی لیے امام زہری اور بعض دیگر محدثین توضیحی الفاظ کو احادیث میں بیان کر دیا کرتے تھے۔ اس فن کے بارے میں اہم تصانیف یہ ہیں:

۱۔ حافظ خطیب بغدادی (ف ۴۶۳ھ): الفصل للوصل المدرج فی النقل

۲۔ حافظ ابن حجر: تقریب المنہج بترتیب المدرج، یہ تلخیص فقہی ابواب پر ترتیب دی گئی ہے،

۳۔ امام سیوطی: المدرج الی المدرج، حافظ ابن حجر کی کتاب کی تلخیص کی ہے،

۲۔ مقلوب: محدثین کی اصطلاح میں مقلوب وہ حدیث ہے جس کی سند، یا متن میں کوئی لفظ دوسرے سے بدل گیا ہو، یا تقدیم و تاخیر کی گئی ہو۔

اس کی تین اقسام ہیں: سند میں تبدیلی، متن میں تبدیلی، سند اور متن دونوں میں تبدیلی

سند میں تبدیلی۔ اس کی دو صورتیں ہیں: (الف) کوئی حدیث کسی مخصوص راوی کی روایت سے مشہور ہو، لیکن اس کی جگہ اسی کے طبقے میں سے کوئی اور راوی ذکر کیا جائے تاکہ انفرادیت ہو جائے، مثلاً حدیث سالم بن عبداللہ کی روایت سے مشہور ہو، لیکن سالم کی جگہ نافع کا نام لیا جائے۔ اگر یہ تبدیلی عمداً کی جائے تو حرام ہے، اور اگر کسی وہم کا نتیجہ ہے تو اس سند پر شذوذ یا منکر کا حکم لگایا جائے گا۔ (ب) حدیث کے راوی کے نام میں تقدیم و تاخیر کر دی جائے، مثلاً کعب بن مرۃ کو مرۃ بن کعب بنا دیا جائے، یا سعد بن معاذ کو معاذ بن سعد بنا دیا جائے۔ یہ تبدیلی صحت روایت پر اثر انداز نہیں ہوتی، نہ اس کے مرتکب پر کوئی اثر ہوتا ہے۔

متن میں تبدیلی: مثال کے طور پر وہ حدیث جس میں ارشاد نبوی ہے: رجل تصدق بصدقة فأخفاها حتى لاتعلم شماله ما تنفق يمينه۔ اس میں تبدیلی واقع ہوئی: حتى لاتعلم يمينه ماتنفق شماله، یعنی جو بایاں ہاتھ خرچ کرتا ہے اس کی دائیں کو خبر نہ ہو، یعنی متن میں تبدیلی کے سبب دائیں کی جگہ بایاں ہاتھ مذکور ہے۔

متن اور سند دونوں میں تبدیلی: اس کی مشہور مثال وہ واقعہ ہے جو امام بخاری کے ساتھ پیش آیا۔ جب اہل بغداد نے ان کے امتحان کے ارادے سے سو احادیث کے متن اور سند تبدیل کرکے ان کے سامنے پیش کیے، جنھیں انہوں نے نہایت عمدگی سے الگ الگ صحیح ترتیب سے پیش کر دیا۔ اس قسم کی تبدیلی اگر انفرادیت کی غرض سے کی جائے تو جائز نہیں ہے۔ اگر امتحان کی غرض سے ہو تو کوئی حرج نہیں، لیکن اگر یہ تبدیلی کسی راوی کے وہم کا نتیجہ ہو تو یہ چیز اس پر اثر انداز ہو سکتی ہے اور اس کی حدیث رد کی جا سکتی ہے۔

مقلوب کے حوالے سے حافظ خطیب بغدادی کی کتاب رافع الارتياب في المقلوب من الأسماء والألقاب معروف ہے۔ اس کے علاوہ ضعفاء اور موضوعات کی کتب میں ان امور پر بحث کی گئی ہے۔

۳-المزید فی متصل الأسانید: محدثین کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ سند ہے جو ظاہراً متصل ہو، مگر اس میں کسی راوی کا اضافہ کر دیا جائے، مثال کے طور پر امام عبداللہ بن المبارک کی روایت: عن سفيان، عن عبدالرحمن بن يزيد بن جابر، حدثني بسر بن عبيدالله ، سمعت ابا ادريس يقول : سمعت واثلة ابن الأسقع يقول : سمعت ابا مرثد﷜ يقول: سمعت رسولﷺ يقول : لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا اليها، (یعنی قبروں پر مت بیٹھو اور نہ ان کی طرف رخ کرکے نماز پڑھو)۔ اس روایت میں دو جگہ اضافہ ہوا ہے، ایک سفیان کا اضافہ اور دوسرا ابو ادریس کا۔ اس اضافے کا سبب وہم ہے۔

۱۔ سفیان کا اضافہ ابن المبارک سے پہلے کسی راوی نے کیا ہے ، کیونکہ ثقہ راوی ابن المبارک عن عبدالرحمٰن بن یزید کے الفاظ روایت کرتے ہیں۔ ۲۔ ابو ادریس کا اضافہ ابن المبارک کا وہم ہے، کیونکہ ثقہ راوی عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کرتے ہیں ، مگر ابو ادریس کا نام نہیں لیتے ، جبکہ بعض نے بسر بن عبید اللہ کی واثلہ سے سماع کی صراحت کی ہے۔

اس موضوع پر مشہور تصنیف حافظ خطیب بغدادی کی تمییز المزید فی متصل الأسانید ہے۔

۴۔مضطرب: وہ حدیث جو مختلف اسانید و متون سے مروی ہو، مگر ان میں ایسا تعارض ہو کہ کسی طرح مطابقت نہ دی جاسکے۔ ساتھ ہی یہ تمام اسانید و متون قوت و مرتبہ میں ایک دوسرے کے برابر ہوں اور کسی بھی اعتبار سے ان میں ترجیح ممکن نہ ہو۔
مذکورہ بالا تعریف کو بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ جب کسی حدیث میں دو علتیں پائی جائیں تو اسے مضطرب کہا جاتا ہے۔ ۱۔ اس کی روایات میں ایسا اختلاف ہو کہ ان میں کسی طرح جمع ممکن نہ ہو۔ ۲۔ قوت و مرتبہ میں روایات اس طرح برابر ہوں کہ کسی ایک کو دوسری پر ترجیح نہ دی جاسکے۔ اگر ایک روایت دوسری پر کسی طرح راجح ثابت ہو جائے ۔ یا ان میں کسی اعتبار سے جمع کی قابل قبول صورت ممکن ہو تو اسے مضطرب نہیں کہا جائے گا، بلکہ راجح روایت پر عمل ہوگا، یا اس صورت پر عمل کیا جائے گا جس میں سب کو جمع کرنا ممکن ہو۔ حدیث مضطرب کی اقسام: مقام اضطراب کی بنا پر اس کی دو قسمیں بنتی ہیں: مضطرب السند اور مضطرب المتن، تاہم سند کا اضطراب نسبتاً زیادہ ہوتا ہے۔

(الف) مضطرب السند: حدیث ابی بکرؓ: انه قال یا رسول اللہ أراک شبت، قال: شیبتنی هود و اخواتها (ترمذی مع التحفۃ ۹:۱۸۴)، یعنی ابوبکرؓ نے کہا: یارسول اللہ! میں دیکھتا ہوں کہ آپ بوڑھے ہو چلے ہیں۔ فرمایا کہ مجھے سورۃ ہود اور اس طرح کی

دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔ امام دارقطنی کہتے ہیں کہ یہ حدیث مضطرب ہے، کیونکہ یہ صرف ابواسحاق کی سند سے مروی ہے۔ اس کی تقریباً دس سندوں میں اختلاف پایا گیا ہے، بعض مرسل ہیں اور بعض موصول۔ کچھ اسے ابوبکر کی مسند کہتے ہیں تو کچھ سعد کی۔ بعض نے اسے عائشہ رضی اللہ عنہا کی مسند بنایا ہے۔ اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جا سکتی، اور ان میں جمع بھی مشکل ہے۔

سند میں اضطراب کی اقسام: ۱۔ اتصال سند اور ارسال میں تعارض ۲۔ حدیث کو مرفوع یا موقوف قرار دینے میں تعارض ۳۔ اتصالِ سند اور انقطاع میں تعارض ۴۔ راوی کے ناموں میں اختلاف ۵۔ صحابی کے نام کی تحدید میں اختلاف (ب) مضطرب المتن: سنن ترمذی میں روایت ہے: شریک عن ابی حمزة عن الشعبی عن فاطمة بنت قیس رضی اللہ عنہا قالت: سئل رسول اللہ ﷺ عن الزکاة فقال: ان فی المال لحقا سوی الزکاة، یعنی مال میں زکوۃ کے سوا بھی صدقات وغیرہ کا حق ہے۔ اور سنن ابن ماجہ میں اسی سند سے یوں مروی ہے: لیس فی المال حق سوی الزکاة، یعنی مال میں زکوۃ کے سوا اور کوئی حق لازم نہیں۔ حافظ عراقی کہتے ہیں کہ یہ ایسا اضطراب ہے جس کی کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی۔ اضطراب کس سے واقع ہوتا ہے بعض اوقات اضطراب اس لیے پیدا ہوتا ہے کہ ایک ہی راوی حدیث کو کئی انداز میں بیان کرتا ہے۔

بعض اوقات مختلف راوی ایک ہی روایت کو اپنے اپنے انداز واسلوب میں بیان کرتے ہیں جو باہم مختلف ہوتے ہیں۔ حدیث مضطرب کے ضعیف ہونے کا سبب: حدیث مضطرب کے ضعف کا واضح سبب یہ ہے کہ اس میں راوی کے غیر ضابط ہونے کا اشارہ ہوتا ہے۔ حدیث مضطرب کا حکم یہ ہے کہ وہ ضعیف ہے، سوائے ان حالات میں:

۱۔ اگر راوی کے نام، یا اس کے باپ کے نام، یا نسب میں اختلاف پایا جائے، وہ راوی ثقہ ہو تو اس اختلاف کا کوئی اثر حدیث پر واقع نہ ہوگا، اور حدیث صحیح شمار ہوگی۔

۲۔ کسی صحابی کے بارے میں اختلاف بھی موثر نہیں ہوتا، کیونکہ صحابہ سب عادل ہیں۔

۴۔ کسی متعین راوی کے بارے میں اختلاف ہو، جیسے ایک دفعہ کسی ایک شخص کا ذکر ہو، پھر دوسری روایت میں دو اشخاص کا ذکر ہو اور کبھی تین کا، مگر وہ شخص حقیقت میں ثقہ ہو تو یہ اختلاف راوی کی کثرتِ روایت پر محمول کیا جائے گا، مثلاً زہری کبھی روایت کرتے ہیں اغر سے اور کبھی سعید سے، اور کبھی روایت کرتے ہیں اغر اور سعید دونوں سے، اور بعض مرتبہ روایت کرتے ہیں اغر، سعید اور ابو سلمہ سے، اس لیے اگر سند زہری تک صحیح ہو تو اس اختلاف کی کوئی اہمیت نہیں ہے، کیونکہ بعض اوقات راوی ذہنی طور پر تازہ دم ہوتا ہے تو تمام اساتذہ کا ذکر کر دیتا ہے اور کبھی صرف ایک کے ذکر کو کافی سمجھتا ہے۔

حدیث مضطرب پر حافظ ابن حجر کی تصنیف المقترب في بيان المضطرب معروف ہے۔

۵۔ **مصحف**: حدیث میں ثقہ راویوں کے بیان کردہ الفاظ کے برعکس ایسے الفاظ بیان کرنا جو لفظی یا معنوی طور پر مختلف ہوں، اگر حرف یا حروف کے نقطوں کی تبدیلی ہو تو تصحیف کہلاتا ہے، اور حدیث کو مصحف کہا جاتا ہے، مثلاً حدیث میں مذکورہ لفظ "احتجم" کو راوی نے "احتجر" میں بدل دیا۔ تصحیف کی کئی اقسام ہیں:

۱۔ سند میں تصحیف: مثلاً "عوام بن مراجم" کو "عوام بن مزاحم" میں بدل دیا گیا۔

۲۔ متن میں تصحیف: مثلاً مذکورہ بالا مثال میں "احتجم" کو "احتجر" بنادیا گیا۔

۳۔ پڑھنے میں غلطی کی وجہ سے تصحیف: مثلاً حدیث من صام رمضان واتبعه ستا من شوال میں ستا کو شیأ پڑھ لیا گیا۔

۴۔ سننے میں غلطی کی وجہ سے تصحیف: مثلاً "عاصم الاحول" کو "عاصم الاحدب" سنا گیا۔

۵۔ لفظی تصحیف: مذکورہ بالا تمام مثالیں لفظی تصحیف کی ہیں۔ ۶۔ معنوی تصحیف: راوی حدیث کے الفاظ تو اصل ہی نقل کرتا ہے، مگر ان کی تفسیر ایسی کرتا ہے جو حقیقتاً مراد نہیں ہوتی، مثلاً حدیث میں ہے: أن النبي ﷺ صلى الى عنزة۔ عنزة سے مراد نیزہ نما لاٹھی ہے، "بنی عنیزۃ" نے اسے اپنے لیے باعث شرف سمجھتے ہوئے کہا

کہ ہمارے لیے یہ بات باعثِ اعزاز ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے۔

۲۔ محرف: بعض اوقات دو لفظوں کی خطی صورت ایک دوسرے سے قریب تر ہوتی ہے، مگر الفاظ مختلف ہوتے ہیں، اس ظاہری مشابہت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اگر لفظ کی شکل اور مفہوم تبدیل کر دیا جائے تو اس تبدیلی کو تحریف کہتے ہیں اور مذکورہ لفظ کو مُحَرَّف کہا جاتا ہے۔ مثال - ۱: حدیث جابر رضی اللہ عنہ: رُمِي أُبَيٌّ يومَ الأحزاب على أكحله فكواه رسول الله ﷺ میں کسی راوی نے تحریف کرتے ہوئے اُبَي (یعنی ابی بن کعب) کو اَبِي (یعنی میرے والد) پڑھا، جبکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد غزوہ احد میں شہید ہو چکے تھے۔

مثال - ۲: حدیث: نهى النبي ﷺ عن الحلق قبل الصلاة يوم الجمعة. راوی نے حِلَق (حلقہ کی جمع) کو حَلق پڑھا جس کا مطلب سر منڈوانا ہے۔

اس علم کی اہمیت کے پیش نظر محدثین نے اس کے بارے میں مستقل تصنیفات لکھی ہیں۔ جن میں مشہور کتاب ابو احمد العسکری (ف ۳۸۲ھ) کی تصحیفات المحدثین ہے۔ جس میں تحریف اور تصحیف دونوں کی تشریح کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ دار قطنی، خطابی اور ابن الجوزی کی بھی اس فن میں تصنیفات ملتی ہیں۔

۴۔ اوہام

وہم سے مراد حدیث کے بیان میں کسی غلط فہمی کا ہونا ہے جسے راوی صحیح سمجھتے ہوئے روایت کرتا رہتا ہے۔ یہ وہم پیدا ہو جائے تو وہ حدیث معلول قرار دی جاتی ہے اور اس کا حکم ضعیف حدیث کا ہے۔ جو شخص کثرت اوہام کا شکار ہو جائے، اس کی حدیث رد کر دی جاتی ہے۔

معلول یا معلل سے مراد وہ حدیث ہے جس میں ایسی کوئی مخفی علت پائی جائے جو اس کے صحیح ہونے پر اثر انداز ہوتی ہو، جبکہ وہ ظاہری طور پر بے عیب معلوم ہوتی ہو۔ حدیث کی یہ قسم نہایت نازک اور تحقیق طلب ہے، اور وہی اہل علم اسے پہچان سکتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نکتہ شناس ذہن اور باریک بیں نظر دی ہے۔ حدیث کی علت پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ حدیث کے تمام طرق جمع کیے جائیں اور پھر راویوں کے اختلاف، ان کے حفظ اور ضبط کا مطالعہ کیا جائے۔ امام حاکم نے علت کی دس اقسام ذکر کی ہیں:

۱۔ ظاہری طور پر سند صحیح ہو، لیکن اس میں کوئی ایسا راوی موجود ہو جس کا سماع اس کے استاد سے ثابت نہ ہو۔
۲۔ ثقہ راوی کے مطابق کوئی حدیث مرسل ہو، لیکن روایت اس طرح متصل طور پر کی جائے کہ وہ صحیح معلوم ہو۔
۳۔ محفوظ روایت صحابی سے ہو، لیکن کسی اور کی طرف منسوب کر دی جائے۔
۴۔ محفوظ روایت صحابی سے منقول ہو، لیکن تابعی سے روایت کی جائے اور اس طرح وہم ہو کہ سند صحیح معلوم ہو۔
۵۔ روایت معنعن ہو، اور سند میں سے ایک راوی ساقط ہو اور دوسری اسانید سے یہ وضاحت ہو جائے۔
۶۔ کسی راوی کے بارے میں اختلاف پایا جائے اور صحیح اس کے برعکس ہو۔
۷۔ کسی راوی کے بارے میں اس کے شیخ کے نام، یا جہالت کے حوالے سے اختلاف پایا جائے۔
۸۔ کوئی راوی اپنے شیخ سے وہ روایات بیان کرے جو اس نے سنی نہیں ہیں، حالانکہ اس کی ملاقات اور سماع ثابت ہو۔
۹۔ کسی حدیث کی سند معروف ہو، لیکن کسی وہم کی بنا پر غیر معروف سند سے بیان کی جائے۔

۱۰- کوئی حدیث ایک سند سے مرفوع اور دوسری سند سے موقوف بیان کی جائے۔
مجموعی طور پر یہ اقسام تین علتوں کی طرف لوٹتی ہیں۔ وہ اقسام جن کی علت سند میں ہے۔ وہ اقسام جن کی علت متن میں ہے۔ وہ اقسام جن کی علت سند اور متن دونوں میں ہے۔

علت کی مثال: امام حاکم کی روایت: عن حجاج بن محمد قال قال ابن جريج عن موسى بن عقبة عن سهيل بن أبي صالح عن أبيه عن ابی هريرة‌رضی اللہ عنہ مرفوعا قال : من جلس مجلسا كثر فيه لغطه فقال قبل أن يقوم : سبحانک اللهم وبحمدک لا اله الا أنت أستغفرک وأتوب اليک، الا غفرله ماكان في مجلسه ذلک۔

امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: حدثنا به موسى بن اسماعيل حدثنا وهيب ثنا سهيل عن عون بن عبدالله قوله۔
فرمایا: یہ سند پہلی روایت کے مقابلے میں بہتر ہے، کیونکہ موسیٰ بن عقبہ کا سماع سہیل سے ثابت نہیں ہے۔

اس فن میں بہت کم اہل علم نے قدم رکھا ہے۔ اس فن کے مشہور علما میں امام احمد، علی بن المدینی، امام بخاری، یعقوب بن ابی شیبہ، ابو حاتم، ابو زرعۃ الرازی اور امام دار قطنی شامل ہیں۔ اس باب میں سب سے جامع اور وسیع کتاب امام دار قطنی کی کتاب العلل ہے جس کے کچھ اجزا ڈاکٹر محفوظ الرحمٰن زین اللہ مرحوم کی تحقیق سے شائع ہو چکے ہیں۔

۵-حافظے کی کمزوری

اس سے مراد راوی کی وہ کیفیت ہے، جس میں اس کی اغلاط کا پہلو اس کی اصابت پر غالب ہوتا ہے، یعنی اس کے بیان میں غلطیاں زیادہ ہوتی ہیں۔ سوء الحفظ کی دو صورتیں

ہوتی ہیں: (الف) حافظے کی کمزوری فطری اور پیدائشی ہو، اور تمام حالات میں اس کی یہی کیفیت رہتی ہو، ایسے راوی کی روایت کو بعض محدثین شاذ کا نام دیتے ہیں۔

لغوی طور پر الشاذ اسم فاعل کا صیغہ ہے جو شذ سے ماخوذ ہے، اور اس سے کسی کا علیحدہ اور منفرد ہونا مراد لیا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں جو جمہور سے منفرد ہوا سے شاذ کہتے ہیں۔ اصطلاحاً کسی مقبول راوی کی ایسی روایت جو اس نے کسی اپنے سے افضل واولیٰ کی مخالفت میں بیان کی ہو۔ کمتر راوی کی روایت شاذ اور افضل وبرتر راوی کی روایت محفوظ کہلاتی ہے۔ شذوذ سند اور متن دونوں میں واقع ہو سکتا ہے۔

متن میں شذوذ کی مثال: ابیض بن ابان الثقفی کی روایت جو انہوں نے سہیل بن ابی صالح سے، اور انہوں نے اپنے والد سے، اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کی ہے: من كان مصليا فليصل قبلها أربعا وبعدها أربعا ، یعنی جو جمعہ سے پہلے نماز پڑھنا چاہتا ہے تو وہ چار رکعت پڑھے اور بعد میں چار رکعت پڑھے۔ یہ حدیث صرف ابیض بن ابان الثقفی نے بیان کی ہے اور وہ اس میں منفرد ہیں، جبکہ صحیح مسلم میں مختلف طرق سے سہیل بن ابی صالح کی روایت میں یوں ہے: من كان منكم مصليا بعد الجمعة فليصل أربعا، یعنی تم میں سے جو جمعہ کے بعد نماز پڑھنا چاہتا ہے تو چار رکعت پڑھے۔

ثقہ راویوں کے نزدیک صرف جمعہ کے بعد والی روایت ہے اور ابیض کی روایت ان کے مخالف ہونے کی وجہ سے شاذ کہلائے گی۔

سند میں شذوذ کی مثال: سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں روایت ہے: ابن عيينة عن عمرو بن دينار عن عوسجة عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أن رجلا توفي في عهد رسول الله ﷺ ولم يدع وارثا الامولى هو أعتقه. یعنی رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک شخص فوت ہو گیا تو اس کا وارث سوائے اس کے اپنے آزاد کردہ غلام کے اور

کوئی نہ تھا۔ ابن جریج اور بعض دوسرے محدثین نے اس حدیث کو متصل بیان کرنے میں ابن عیینہ کی متابعت کی ہے، لیکن حماد بن زید اس روایت کو عمرو بن دینار عن عوسجة تک موقوف بیان کرتے ہیں، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کرتے، اس لیے ابو حاتم نے ابن عیینہ کی حدیث کو محفوظ بتایا ہے۔ اگرچہ حماد بن زید بھی صاحب عدل وضبط راوی ہیں، لیکن اس کے باوصف امام ابو حاتم نے ان کے بالمقابل اکثریت کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ (ب) **حافظے کی کمزوری عارضی ہو،** جو کسی اتفاقی سبب، مثلاً کبر سنی کی وجہ سے، بصارت ضائع ہو جانے سے، کتابوں کے جل جانے یا ضائع ہو جانے سے واقع ہو گئی ہو۔ ایسے راوی کو مختلط کا نام دیا جاتا ہے۔

اختلاط سے مراد حافظے کا خراب ہو جانا اور عقل میں فتور آ جانا ہے۔ محدثین کی اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ راوی حدیث کی عقل میں کمزوری آ جائے، حافظہ خراب ہو جائے اور روایات کو صحیح طور پر محفوظ نہ رکھ سکے۔

اختلاط کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں: بڑھاپا، نابینا پن، کسی حادثے کی بنا پر حافظے کا متاثر ہونا، جیسے کتابوں کا جل جانا، بیٹے کی وفات، مالی نقصان وغیرہ۔ اس قسم کے راوی (مختلط) کی روایت کا حکم یہ ہے کہ اختلاط سے پہلے کی روایات قبول کی جائیں گی اور اختلاط کے بعد کی روایات قبول نہیں کی جائیں گی، اور جن روایات کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کس دور کی ہیں، وہ بھی قبول نہیں کی جائیں گی۔ اس صنف کے بارے میں حازمی (ف ۵۸۴ھ) اور علائی (ف ۷۶۱ھ) کی تصنیفات ہیں۔ ان کے علاوہ حافظ ابراہیم بن محمد سبط ابن العجمی (ف ۸۴۱) کی کتاب الاغتباط بمن رمی بالاختلاط اور حافظ ابن الکیال (ف ۹۳۹ھ) کی کتاب الکواکب النیرات فی معرفة من اختلط من الرواة الثقات بھی مشہور ہیں۔ آخر الذکر کتاب ڈاکٹر عبدالقیوم عبد رب النبی کی تحقیق سے شائع ہو چکی ہے۔

تعدیل راوی

گذشتہ باب میں تعدیل کے بارے میں واضح کیا جاچکا ہے کہ تعدیل سے مراد ہے:
کہ راویٔ حدیث کے عادل اور ضابط ہونے کے بارے میں بتانا، اور اس کی توثیق کرنا، اور حکم لگانا کہ وہ عادل یا ضابط ہے، تاکہ اس کی روایت قابل قبول ہو۔

اس مقام پر تعدیل کے ثبوت اور احکام کے بارے میں معلومات پیش کی جارہی ہیں:

۱۔ ثبوت عدالت راوی

راوی کی عدالت کے ثبوت کے لئے دو میں سے ایک امر کا ہونا ضروری ہے:

۱۔شہرت: راوی کے صلاح و تقویٰ، امانت و دیانتداری کے بارے میں شہرت ہو اور ثقہ ہونے کے بارے میں کوئی شک نہ ہو تو یہ اس کی عدالت کے لئے کافی ہے، مثلاً: امام مالک، شعبہ، سفیان الثوری، سفیان بن عیینہ، امام شافعی، امام احمد، یحییٰ بن معین اور علی بن المدینی جیسی شخصیات ہیں جن کی عدالت کے بارے میں کسی سوال کی ضرورت نہیں ہے۔[1]

۲۔دو نقاد علماء کی شہادت: اگر دو نقاد علماء راوی کی تعدیل کردیں تو اس سے بھی اس کی عدالت ثابت ہو سکتی ہے، بعض علماء کے نزدیک ایک امام کی تعدیل بھی کافی ہے۔[2]

۱۔ انظر: الخطیب البغدادي: **الكفاية في علم الرواية** ص ۱۴۷، وابن الصلاح: **علوم الحديث** ص ۲۱۸۔ ۲۱۹۔

۲۔ انظر: الخطیب البغدادي: **الكفاية في علم الرواية** ص ۱۶۰۔ ۱۶۱۔

ثبوت عدالت کے لئے ان کتابوں میں راوی کی روایت کا ہونا بھی کافی سمجھا جاتا ہے جن میں حدیث کی صحت کا مکمل اہتمام کیا جاتا ہے، جیسے صحیحین کے راویوں کا معاملہ ہے وہ اصل میں ثقہ شمار ہوں گے جب تک کہ ان کی تجریح ثابت نہ ہو جائے، اگر کوئی شخص کسی راوی کے بارے میں یہ کہہ دیتا ہے کہ وہ شیخین کے راویوں میں سے ہے تو یہی اس کی عدالت کے لئے کافی ہوگا۔

۲. احکام تعدیل راوی

تعدیل راوی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان شروط کا حامل ہو۔ اسلام، بلوغت، عقل، تقوی، یعنی کبائر سے اجتناب اور صغائر پر اصرار نہ ہو، اچھے اخلاق اور سلوک کا حامل ہونا، برے اخلاق سے پرہیز کرنا۔

۱. اسلام: ارشاد باری تعالی ہے: ﴿مِمَّن تَرۡضَوۡنَ مِنَ ٱلشُّهَدَآءِ﴾ {البقرة: ۲۸۲} جن کو تم گواہ پسند کرو (کافی ہیں) رضامندی اور پسندیدگی اسلام کے بغیر ہو نہیں سکتی، اس لئے کہ کفر میں خیانت ہے اور دل ایسے لوگوں سے مطمئن نہیں ہو سکتا چاہے وہ کتنے ہی سچے اور امانت دار ہوں، اور کافروں کی اسلام دشمنی کی وجہ سے ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

۲. بلوغت: روایت حدیث ذمہ داری ہے، نابالغ بچہ یہ ذمہ داری اٹھا سکتا نہ ہی روایت کو آگے پہنچا سکتا ہے۔

۳. عقل: علم حدیث کی بنیاد روایت اور درایت پر ہے، دونوں امور کے لئے غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے، بے عقل شخص کے پاس ضبط ہوتا ہے نہ درایت، اسی لئے عقل کا ہونا ضروری ہے تاکہ اس کی بات معتبر ہو سکے۔

۴۔ تقوی: تقوی سے مراد کبیرہ گناہوں سے اجتناب، اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرنا ہے، مندرجہ ذیل آیات سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمۡ فَاسِقُۢ بِنَبَإٖ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيبُواْ قَوۡمَۢا بِجَهَٰلَةٖ فَتُصۡبِحُواْ عَلَىٰ مَا فَعَلۡتُمۡ نَٰدِمِينَ ۝٦ ﴾ {الحجرات:۶}

مومنو! اگر کوئی بد کردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔

﴿ وَأَشۡهِدُواْ ذَوَيۡ عَدۡلٖ مِّنكُمۡ ﴾ {الطلاق: ۲}

اور اپنے میں سے دو منصف مردوں کو گواہ کر لو

﴿ مِمَّن تَرۡضَوۡنَ مِنَ ٱلشُّهَدَآءِ ﴾ {البقرۃ: ۲۸۲}

جن کو تم گواہ پسند کرو (کافی ہیں)

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ عدل اور رضامندی کے بغیر تقوی حاصل نہیں ہو سکتا، اور یہ آیات گواہی کے بارے میں آئی ہیں، جبکہ روایت حدیث میں ان امور کی بھی شدید ضرورت ہے۔

۵۔ شرافت اور اخلاق سے متصف ہونا: محدثین کے نزدیک اس بات کو المروءۃ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کی تعریف انہوں نے یہ کی ہے: وہ انسانی آداب جن کی وجہ سے ایک انسان بہترین اخلاق اور خوبصورت عادتوں کا خوگر بن جاتا ہے، عدالت راوی میں اس امر کی ضرورت اس

لئے محسوس ہوئی کہ اگر کوئی شخص ان امور سے متصف نہ ہو تو اس کے لئے حرام امور کا ارتکاب کرنا آسان ہو جاتا ہے اور اگر وہ مروءۃ سے متصف ہے تو اپنے اس اخلاق عالیہ کی بنا پر غلط کاموں سے دور رہے گا۔

باب چہارم

طبقات راویان حدیث

۱. طبقات

- تعریف طبقہ
- حافظ ابن حجر کے نزدیک طبقات راویان حدیث
- طبقات کی معرفت کے فوائد

۲. صحابہ کرام

- تعریف صحابی
- معرفت صحابی کے ذرائع
- عدالت صحابہ
- طبقات صحابہ

۳. تابعین کرام

- تعریف تابعی
- طبقات تابعین
- مخضر مون

۴. اتباع تابعین

- تعریف تابع التابعی
- طبقات اتباع التابعین

طبقہ

لغوی طور پر طبقہ سے مراد کسی ایک وصف میں مشترک افراد ہیں، اصطلاحی معنی میں وہ افراد جو عمر اور استاد سے حدیث سننے میں ہم عصر ہوں۔ اصطلاحی طور پر اہل علم نے طبقہ کو مختلف معانی میں استعمال کیا ہے، ان میں سے بعض یہ ہیں۔ ۱۔ وہ افراد جو اپنے بعض اوصاف اور حالات میں مشترک ہوں مثلاً، طبقہ صحابہ، طبقہ بدریین۔ ۲۔ ہم عصر افراد، مثلاً: طبقہ شیوخ البخاری، طبقہ شیوخ الثوری، یہ اطلاق عمومی طور پر محدثین کے نزدیک مستعمل ہے، ایسے ہم عصر افراد جو عمر اور اساتذہ کے لحاظ سے مشترک ہوں، ان کے لیے یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے، اسی حوالے سے حافظ ابن حجر نے راویان حدیث کو بارہ طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔ ۳۔ ہم عصر افراد کے حفظ و اتقان کے لحاظ سے مراتب، جیسا کہ شروط ائمہ کے مؤلفین نے بعض محدثین کے شاگردوں کو ان کے حفظ و اتقان اور مصاحبت کے لحاظ سے طبقات میں تقسیم کیا ہے، جیسا کہ امام زہری (ف ۱۲۴ھ) کے شاگردوں کے طبقات۔ ۴۔ وہ ہم عصر افراد جن کی وفات میں زیادہ فرق نہ ہو، مؤرخین عموما اس مفہوم کو استعمال کرتے ہیں۔ مشہور کتبِ طبقات یہ ہیں: طبقات کبری ابن سعد (ف ۲۳۰ھ)، طبقات خلیفہ بن خیاط (ف ۲۴۰ھ)، طبقات مسلم بن الحجاج (ف ۲۶۱ھ)

محدثین کرام کے طبقات

راویانِ حدیث کو اہل علم نے مختلف طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ مشہور ترین تقسیم وہ ہے جو حافظ ابن حجر نے تقریب التهذيب میں کی ہے۔ انہوں نے بارہ طبقات میں ان راویوں کا ذکر کیا ہے جن کی روایات صحاح ستہ میں پائی جاتی ہیں۔ ۱۔ صحابہ کرام ۲۔ کبار تابعین، مثلاً سعید بن مسیب (ف ۹۴ھ) ۳۔ تابعین کا درمیانی طبقہ جس میں حسن بصری (ف ۱۱۰ھ) اور ابن سیرین (ف ۱۱۰ھ) وغیرہ شامل ہیں۔ ۴۔ درمیانی طبقے کے بعد والے

تابعین جو کبار تابعین سے روایت کرتے ہیں، مثلاً زہری اور قتادہ وغیرہ۔ (ف ۱۲۴ھ کے لگ بھگ) ۵۔ صغار تابعین جنہوں نے صحابہ میں سے صرف ایک یا دو کو دیکھا ہے، اور ان کی سماعت ان سے ثابت نہیں ہے، مثلاً اعمش وغیرہ (ف ۱۴۷ھ کے لگ بھگ) ۶۔ پانچویں طبقے کے ہم عصر، لیکن کسی صحابی سے ان کی ملاقات ثابت نہیں ہے، مثلاً ابن جریج۔ (ف ۱۵۰ھ) ۷۔ کبار اتباع تابعین، مثلاً امام مالک (ف۔۱۷۹ھ) اور امام ثوری وغیرہ (ف ۱۶۰ھ) ۸۔ اتباع تابعین کا درمیانی طبقہ، مثلاً ابن عیینہ اور ابن علیہ وغیرہ (ف ۱۹۸ھ) ۹۔صغار اتباع تابعین، مثلاً یزید بن ہارون اور امام شافعی وغیرہ (ف ۲۰۴ھ) ۱۰۔ اتباع تابعین سے روایت کرنے والے کبار راویان کرام، مثلاً امام احمد (ف ۲۴۱ھ) ۱۱۔ ان راویوں کا درمیانہ طبقہ، مثلاً امام ذہلی اور امام بخاری وغیرہ (ف ۲۵۶ھ) ۱۲۔ ان راویوں کا نچلا طبقہ، مثلاً امام ترمذی وغیرہ (ف ۲۷۵ھ) اسی آخر الذکر طبقے میں صحاح ستہ کے مؤلفین کے اساتذہ بھی شامل ہیں، جن کی وفات متأخر ہے، مثلاً امام نسائی کے شیوخ وغیرہ۔ان راویوں کی تاریخ وفات کے بارے میں حافظ ابن حجر نے مندرجہ ذیل قاعدہ مرتب کیا ہے: پہلا اور دوسرا طبقہ: پہلے سو سال کے اندر۔ تیسرے سے آٹھویں طبقے تک: پہلے سو سال کے بعد اور دو سو سال سے پہلے۔ نویں سے بارہویں طبقے تک: دو سو سال کے بعد۔ (مقدمہ، تقریب التھذیب، ۷۵)

طبقات کی معرفت کے فوائد

- ایک قسم کے افراد کے تشابہ سے بچنا ممکن ہو جاتا ہے، خصوصاً جبکہ وہ نام، کنیت اور نسبت میں مشترک ہوں۔
- راوی کی تدلیس کا سراغ لگایا جا سکتا ہے۔
- سند حدیث میں عنعنہ کی صورت میں یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ سماع ہے یا ارسال

- مرسل اور منقطع سند کا پتہ لگایا جا سکتا ہے.

طبقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

صحابی کی تعریف: لغوی طور اس کا مصدر صحابہ اور صحبہ ہے جس کے معنی ہیں، کسی کی مجلس میں رہنا، یا صحبت اختیار کرنا، اسی لفظ سے الصاحب اور الصحابی بنا ہے۔ اصطلاح میں ہر وہ شخص جو بحالت اسلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کر چکا ہو اور حالت اسلام ہی میں وفات پائے، صحابی کہلاتا ہے۔

۱۔ ملاقات سے مراد مطلق ملاقات ہے چاہے وہ ایک لحظہ کے لئے ہو، اس میں سال یا دو سال کی شرط ہے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ میں شرکت کی شرط ہے.

۲۔ ملاقات میں ایمان کی شرط ہے، جس شخص نے حالت کفر میں آپ کو دیکھا ہو وہ صحابی نہیں ہو سکتا، اگرچہ وہ شخص کسی اور نبی پر ایمان رکھتا ہو، اسی طرح آپ کو بغیر دیکھے ایمان لانے والا بھی صحابی نہیں ہو سکتا جیسے اصحمہ نجاشی.

۳۔ نابالغ بچوں میں سے باشعور بچوں کی صحبت ثابت ہے جیسے حسن، حسین صاحبزادگان علی رضی اللہ عنہ اور محمود بن الربیع رضی اللہ عنہ وغیرہ، جبکہ وہ بچے جنہوں نے غیر شعوری حالت میں آپ کو دیکھا ان کی صحبت روایت حدیث کے لئے قابل اعتماد نہیں ہوگی، جبکہ وہ شرف صحبت کے لائق ہوں گے اپنے آباؤاجداد کے حوالے سے جیسے عبداللہ بن الحارث بن نوفل، عبداللہ بن طلحہ اور محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہم.

۴۔ بعثت نبوی سے پہلے کی ملاقات صحبت کے لئے کافی نہیں ہوگی، اس لئے زید بن عمرو بن نفیل، بحیرا الراہب، جرجیس بن عبد القیس کا شمار صحابہ میں نہیں ہوگا، جبکہ ورقہ بن نوفل کا شمار صحابہ میں ہوگا اس لئے کہ ان کی ملاقات بعثت اور دعوت اسلام کے بعد ہوئی تھی.

۵- صحبت نبوی کے لئے شرط ہے کہ دیکھنے والے کی موت حالت اسلام میں ہوئی ہو، اس لئے جس شخص نے آپ کو دیکھا ہو مگر اس کی موت حالت کفر میں ہوئی ہو تو وہ صحابی نہیں کہلائے گا، مثلاً عبید اللہ بن جحش جس نے عیسائیت قبول کر لی تھی اور اسی حالت میں وفات ہوئی، ابن خطل جو کہ ارتداد کی حالت میں فتح مکہ کے موقع پر مارا گیا، ربیعہ بن امیہ بن خلف جمحی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں نصرانی ہو کر رومیوں سے مل گیا تھا، ان لوگوں کا شمار صحابہ کرام میں نہیں ہو گا۔

٦- اگر کوئی شخص اسلام کی حالت میں آپ کو دیکھتا ہے پھر مرتد ہو جاتا ہے پھر اسلام قبول کرلیتا ہے لیکن دوبارہ آپ کو نہیں دیکھتا جیسے اشعث بن قیس بن معدیکرب کوفی اور عطارد بن حاجب تمیمی، امام ابو حنیفہ کے نزدیک صحابی نہیں ہیں، اس لئے کہ ان کے نزدیک پہلی رؤیت قابل اعتبار نہیں رہی، جبکہ امام شافعی کے نزدیک وہ صحابی ہیں اس لئے کہ وہ شخص حالت کفر میں نہیں مرا، ارتداد کی وجہ سے اس کے سابقہ اعمال ضائع نہیں ہوئے بلکہ ان کا ثواب جاتا رہا۔

۷- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کی رؤیت قابل اعتماد نہیں ہے، چاہے وہ نیند میں ہو یا کوئی بذریعہ کشف دیکھنے کا دعوی کرے، اسی طرح عالم برزخ میں دیکھنا بھی صحابی نہیں بنا سکتا جیسا کہ انبیائے کرام نے آپ کو معراج میں دیکھا تھا۔

۸- مذکورہ بالا تعریف کے مطابق اگر جنوں میں سے کسی نے دیکھا ہے تو وہ صحابی کہلائے گا جیسے کہ اہل نصیبین اور حران کے جنوں کا ذکر قرآن کریم سے ثابت ہے۔

صحبت صحابہ ان امور کے ذریعے سے معلوم کی جا سکتی ہے۔

قرآن کریم سے معلوم ہو جیسے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ذکر قرآن نے کیا ہے۔ ﴿اِذْ

أَخْرَجَه الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ (التوبۃ:۴۰) اور آیت نمبر ۳۷ سورۃ الأحزاب میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا ذکر۔

تواتر سے ثابت ہو کہ یہ شخص صحابیِ رسول ہے، مثلاً ابو بکر الصدیق، عمر بن الخطاب اور عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم۔

شہرت سے معلوم ہو، جیسے ثابت بن قیس، ذوالیدین رضی اللہ عنہم وغیرہ۔

صحابی کی شہادت سے ثابت ہوتا ہو، جیسے عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں ذکر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کے ذریعے معلوم ہو کہ وہ صحابی ہے۔ ثقہ تابعین کی شہادت سے ثابت ہو کہ وہ صحابی ہے۔ خود وہ شخص دعویٰ کرے کہ وہ صحابی ہے تو اس کا دعوی قبول کیا جائے گا، بشرطیکہ وہ عادل ہو۔

عدالت صحابہ کرام

جمہور اہل علم کے نزدیک تمام صحابہ کرام عادل ہیں، اور یہ تعدیل قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، لہٰذا اس معاملے میں کسی قسم کے بحث و مباحثہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی، اس کے باوجود بعض گروہوں کی جانب سے اس پر اعتراضات کئے جاتے ہیں، اور سنت میں شک وشبہ پیدا کرنے کی غرض سے مختلف اعتراضات اٹھائے جاتے ہیں.

قرآن کریم میں عدالت صحابہ:

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم ۚ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿١١٠﴾ ﴾ {آل عمران: ١١٠}

(مومنو!) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہت اچھا ہوتا ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں (لیکن تھوڑے) اور اکثر نافرمان ہیں.

اس آیت کے اولین مخاطب صحابہ کرام ہیں، اور بعض مفسرین کے رائے میں یہ آیت صحابہ کرام کے بارے میں نازل ہوئی تھی

﴿ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا۟ شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِ وَيَكُونَ ٱلرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ﴾ {البقرة: ۱۴۳}

اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخر الزماں ﷺ) تم پر گواہ بنیں.

اس آیت میں مذکور (وَسَطًا) سے مراد عادل ہیں، ابن الصلاح کہتے ہیں: اس زمانے میں موجود لوگوں کے ساتھ سب مسلمان اس خطاب میں شامل ہیں[1].

﴿ لَّقَدْ رَضِىَ ٱللَّهُ عَنِ ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ ٱلشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِى قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ ٱلسَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَٰبَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ﴾ {الفتح: ۱۸}

---

1 ابن الصلاح: معرفة أنواع علوم الحديث ص ۱۷۱

(اے پیغمبر) ﷺ جب مومن تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو خدا ان سے خوش ہوا اور جو (صدق و خلوص) انکے دلوں میں تھا وہ اس نے معلوم کرلیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت کی۔

﴿ وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلْأَوَّلُونَ مِنَ ٱلْمُهَٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحْسَٰنٍ رَّضِىَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى تَحْتَهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴾ {التوبة: ١٠٠}

جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں۔ اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (اور) ہمیشہ اُن میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

﴿ لِلْفُقَرَآءِ ٱلْمُهَٰجِرِينَ ٱلَّذِينَ أُخْرِجُوا۟ مِن دِيَٰرِهِمْ وَأَمْوَٰلِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ ٱللَّهِ وَرِضْوَٰنًا وَيَنصُرُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلصَّٰدِقُونَ ﴾ {الحشر: ٨}

(اور) ان مفلسان تارک الوطن کے لئے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج (اور جدا) کر دیے گئے ہیں (اور) خدا کے فضل اور

اس کی خوشنودی کے طلبگار اور خدا اور اس کے پیغمبر کے مددگار ہیں
یہی لوگ سچے (ایماندار) ہیں۔

مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی کئی صفات بیان کی ہیں، مثلاً: سبقت اسلام، وہ اللہ سے راضی، اللہ ان سے راضی، ہجرت وجہاد اور صدق وصفا، انہی آیات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ان صحابہ کرام نے دامے، درمے، سخنے، ہر طرح سے رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا اور وہ آپ کے تربیت یافتہ انسان تھے اور انہی خصوصیات کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انہیں رسول اللہ ﷺ کی صحبت کے لئے منتخب کیا تھا، لہٰذا ان کی عدالت میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

حدیث نبوی میں عدالت صحابہ:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ ؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ.[1]

ابو سعید خدری ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا مت کہو، حقیقت یہ ہے کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرلے تو اس کا ثواب میرے صحابہ کے ایک مد یا آدھے مد ثواب کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔

۱- الترمذي: السنن كتاب المناقب (٣٧٩٦)

اس حدیث سے ان صحابہ کرام کے بلند و بالا مرتبہ و مقام کا تعین ہو جاتا ہے کہ ان لوگوں کے کمال اخلاص و للّٰہیت کی بنا پر ان کا چھوٹا سا نیک عمل اپنے بعد والوں کے اسی طرح کے بڑے سے بڑے عمل پر بھاری ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اللّٰهَ اللّٰهَ فِي أَصْحَابِي اللّٰهَ اللّٰهَ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِي فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللّٰهَ وَمَنْ آذَى اللّٰهَ يُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ۔[1]

عبداللہ بن مغفل ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو! میرے صحابہ کے حق میں، اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو! میرے صحابہ کے حق میں، میرے بعد تم ان صحابہ کو نشانہ ملامت نہ بنانا، جو شخص ان کو دوست رکھتا ہے تو میری وجہ سے ان کو دوست رکھتا ہے، اور جو شخص ان سے دشمنی رکھتا ہے تو وہ مجھ سے دشمنی رکھنے کے سبب ان کو دشمن رکھتا ہے اور جس شخص نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے گویا مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے گویا اللہ کو اذیت پہنچائی اور جس شخص نے اللہ کو اذیت پہنچائی تو وہ دن دور نہیں جب اللہ اس کو پکڑے گا۔

۱۔ الترمذی: السنن کتاب المناقب (۳۷۹۷)

ان تمام نصوص کتاب وسنت سے صحابہ کرام کا مرتبہ ومقام، ان کے لئے اللہ کی رضا، رسول کی محبت، ان کی تعدیل، نیکی، قربانی، اخلاص، وفا، جانثاری اور اجر وثواب کی زیادتی ثابت ہوتی ہے، اس جماعت باصفا کو کتاب وسنت سے سند عدالت حاصل ہونے کے بعد اگر کوئی ان کی عدالت میں شک کرے یا انکار تو وہ خود ساقط العدالہ قرار پائے گا، صحابہ کرام کی عدالت پر پوری امت کا اجماع ہے.

حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: **ان الصحابة كلهم عدول مرضيون ثقات أثبات وهذا أمر مجتمع عليه عند اهل العلم بالحديث.**[1]

تمام صحابہ عادل، رضا یافتہ، ثقہ اور ثبت ہیں، اور اس پر محدثین کا اجماع ہے.

حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں:

إن الأمة مجمعة علي تعديل جميع الصحابة ومن لابس الفتن منهم: فكذلك بإجماع العلماء الذين يعتد بهم في الإجماع إحسانا للظن بهم ونظرا إلى ما تمهد لهم من المآثر وكان الله سبحانه وتعالى أتاح الإجماع على ذلك لكونهم نقلة الشريعة والله أعلم.[2]

۱- أبو عمر يوسف بن عبد الله بن عبد البر النمري، (۳٦۸هـ - ٤٦۳هـ) **التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد** تحقيق: مصطفى بن أحمد العلوي محمد عبد الكبير البكري الناشر: وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية سنة النشر: ۱۳۸۷هـ (۲۲/٤۷)

۲- ابن الصلاح: **معرفة أنواع علوم الحديث** ص ۱۷۱

امت کا تمام صحابہ کرام کی عدالت پر اجماع ہے، اور ان صحابہ کرام کی عدالت پر بھی جو ان میں سے فتنہ میں مبتلا ہو گئے، ان سے حسن ظن رکھنے اور دین کے لئے عظیم خدمات پیش کرنے کے سبب، گویا اللہ نے امت کو ان کی تعدیل پر جمع کر دیا، اس لئے کہ وہ اس کے دین کے ناقلین ہیں۔

طبقات صحابہ

طبقات صحابہ کے بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے، بعض انہیں پانچ طبقات میں تقسیم کرتے ہیں جیسے ابن سعد نے کیا ہے، اور بعض، مثلاً امام حاکم انہیں بارہ طبقات میں تقسیم کرتے ہیں۔ امام حاکم کے مطابق صحابہ کے طبقات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مکہ میں ابتدا میں اسلام لانے والے، مثلاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

۲۔ دار الندوہ میں مشرکین کے اجتماع سے پہلے اسلام لانے والے صحابہ رضی اللہ عنہم

۳۔ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم

۴۔ بیعۃ العقبۃ الاولیٰ میں شریک صحابہ رضی اللہ عنہم

۵۔ بیعۃ العقبۃ الثانیہ میں شریک صحابہ، ان میں اکثریت انصار کی ہے۔

۶۔ صحابہ میں اولین مہاجرین مدینہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبا پہنچ گئے تھے

۷۔ اہل بدر رضی اللہ عنہم

۸۔ غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ کے درمیان ہجرت کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم

۹۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر بیعتِ رضوان میں شامل صحابہ رضی اللہ عنہم

۱۰- صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان ہجرت کرنے والے صحابہ، مثلاً خالد بن ولید اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم

۱۱- فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم

۱۲- فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والے بچے اور کمسن صحابہ رضی اللہ عنہم

طبقہ تابعین کرام

تابعی کی تعریف: وہ صاحب ایمان جس نے کسی صحابی سے ملاقات کی ہو یا ان سے روایت سنی ہو۔ اگر صحابی کے ساتھ باقاعدہ صحبت نہ بھی ہو، تب بھی انہیں تابعی کہا جائے گا۔ بعض تابعین ملاقات کے اعتبار سے تابعی ہیں، بعض روایت کے اعتبار سے اور بعض صرف رؤیت کے اعتبار سے جیسے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ عنہ جنہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔ فضیلت میں یہ حضرات صحابہ کے بعد مقام رکھتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(وَالسَّابِقُونَ الأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّهُ عَنْهُمْ وَرَضُواْ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الأَنْهَارُ خالدين فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ) (التوبہ: ۱۰۰)

جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں۔ اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (اور) ہمیشہ اُن میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

(لاَ يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُوْلَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ) (سورہ الحدید: ۱۰)

جن لوگوں نے فتح (مکہ) کے بعد خرچ اور جہاد کیا وہ ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ اور جہاد کیا۔ یہی لوگ درجہ میں زیادہ ہیں۔ تاہم اللہ نے ہر ایک سے اچھا وعدہ کیا ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے

حدیث: خیر امتی القرن الذین یلونی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم[1]

میری امت کے بہترین لوگ اس زمانے کے ہوں گے جو مجھ سے متصل بعد آئیں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے اور پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے.

طبقات کی تقسیم کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کے زمانے کا تعین ہو جاتا ہے، اور روایت کا زمانہ بھی معلوم ہو جاتا ہے، جس سے ناسخ و منسوخ کے تعین میں مدد ملتی ہے.

طبقات تابعین

تابعین کرام کو تین طبقات میں تقسیم کیا جاتا ہے:

طبقہ اولیٰ: کبار تابعین، مثلاً سعید بن المسیب اور بقیہ فقہائے سبعہ، یعنی قاسم بن محمد، عروۃ بن الزبیر، خارجہ بن زید، ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن، عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ، سلیمان بن یسار اور وہ حضرات جنہوں نے کبار صحابہ سے روایت کی۔

طبقہ ثانیہ: تابعین کا درمیانہ طبقہ، مثلاً الحسن البصری، ابن سیرین وغیرہ جنہوں نے بعض صحابہ سے براہ راست روایت کی اور بعض سے مرسل روایت کی۔

طبقہ ثالثہ: صغار تابعین جنہوں نے ان صحابہ کرام سے روایت کی جن کی وفات دیر سے ہوئی۔ ان تابعین نے ان سے صغر سنی میں روایت کی، جبکہ وہ صحابہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں کمسن تھے اور اب وہ بڑے ہو چکے تھے۔ تابعین کا زمانہ: تابعین میں سب سے پہلے انتقال کرنے والے ابو زید معمر بن راشد تھے جو ۳۰ھ میں شہید ہوئے، ۱۴۰ھ کے بعد بہت کم تابعین کا وجود ثابت ہوتا ہے۔ اور سب

۱- مسلم، فضائل الصحابہ، ۲۱۰

سے آخر میں وفات پانے والے تابعی خلف بن خلیفہ ہیں جن کا انتقال راجح قول کے مطابق ۱۸۱ھ میں ہوا۔

تابعین کی معرفت کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے مرسل روایات کا علم ہو جاتا ہے۔

افضل تابعین: اہل کوفہ کے نزدیک اویس القرنی (شہید صفین ۳۷ھ)، اہل مدینہ کے نزدیک سعید بن المسیب (ف ۹۴ھ)، اہل بصرہ کے نزدیک الحسن البصری (ف ۱۱۰ھ) افضل تابعی ہیں۔ تابعیات میں سے افضل حفصہ بنت سیرین (ف ۱۰۰ھ) اور عمرۃ بنت عبدالرحمٰن (ف ۱۰۰ھ) ہیں۔

مخضرم راویان کرام

مخضرم سے مراد وہ شخص ہے جس نے جاہلیت کا زمانہ پایا ہو اور عہد نبوی بھی، لیکن اسلام رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد قبول کیا ہو، یا آپ کی زندگی میں اسلام قبول کر لیا ہو، لیکن آپ سے ملاقات نہ کی ہو۔ ایسے افراد کے بارے میں رائے یہ ہے کہ وہ تابعی کے حکم میں ہیں، اور ان کی احادیث مرسل شمار ہوں گی۔ امام مسلم نے ایسے بیس افراد کا تذکرہ کیا ہے۔ حافظ العراقی نے اپنی کتاب التقیید میں ان کا ذکر کرنے کے بعد مزید بیس افراد کا اضافہ کیا ہے۔ کچھ کا تذکرہ ابن الصلاح نے کیا ہے۔ مخضرمین یہ ہیں:

۱۔ ابو عمرو الشیبانی، سعد بن ایاس الکوفی (ف ۹۶ھ) ۲۔ سوید بن غفلہ، ابو امیہ الجعفی (ف ۸۰ھ) ۳۔ عمرو بن میمون الاودی (ف ۷۴ھ) ۴۔ ابو عثمان النہدی عبدالرحمٰن بن مل (ف ۹۵ھ) ۵۔ ابوالحلال العتکی، ربیعۃ بن زرارۃ ۶۔ عبد خیر بن یزید الخیوانی الہمدانی ۷۔ ابو مسلم الخولانی عبداللہ بن ثوب الشامی، یزید بن معاویہ کے زمانے تک زندہ رہے ۸۔ عبداللہ بن عکیم الجہنی، حجاج بن یوسف کے زمانے میں انتقال ہوا۔ ۹۔ الاحنف بن قیس بن معاویۃ التمیمی السعدی (ف ۶۷ھ) ۱۰۔ شریح بن ہانی الحارثی سیستان میں ابن ابی بکرۃ کے ساتھ شہید ہوئے۔ ۱۱۔ الاسود بن یزید النخعی (ف ۷۴ھ) ۱۲۔ الاسود بن ہلال

المحاربی (ف ۸۴ھ) ۱۳۔ المعرور بن سوید الأسدی ۱۴۔ مسعود بن حراش، یہ ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ ۱۵۔ مالک بن عمیر الحنفی ۱۶۔ شبیل بن عوف الاحمسی، جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے۔ ۱۷۔ ابو رجاء العطاردی، عمران بن ملحان (ف ۱۰۵ھ) ۱۸۔ ابوالعنبر غنیم بن قیس (ف ۹۰ھ) ۱۹۔ ابورافع الصائغ نفیع المدنی ۲۰۔ خالد بن عمیر العدوی ۲۱ ثمامۃ بن حزن القشیری، ۳۵ سال کی عمر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ ۲۲۔ جبیر بن نفیر الحضرمی (ف ۸۰ھ) ۲۳۔ یسیر بن عمرو ۲۴۔ اسلم مولی عمر (ف ۸۰ھ) ۲۵۔ اویس بن عامر القرنی، جنگ صفین میں شہید ہوئے۔ ۲۶۔ اوسط بن اسماعیل البجلی (ف ۷۹ھ) ۲۷۔ جبیر بن الحویرث ۲۸۔ حابس بن سعد الطائی الیمانی، جنگ صفین میں شہید ہوئے۔ ۲۹ حجر بن عبس الحضرمی الکوفی ۳۰۔ شریح بن الحارث القاضی (ف ۸۰ھ) ۳۱۔ ابو وائل شقیق بن سلمۃ الکوفی، عمر بن عبدالعزیز کے دور میں وفات پائی۔ ۳۲۔ عبدالرحمن بن عسیلۃ الصنابحی، عبدالملک بن مروان کے دور میں وفات پائی۔ ۳۳۔ عبدالرحمن بن غنم الشامی (ف ۷۸ھ) ۳۴۔ عبدالرحمن بن یربوع ۳۵۔ عبیدۃ بن عمرو السلمانی ۷۰ھ سے قبل وفات پائی۔ ۳۶۔ علقمۃ بن قیس النخعی، ۶۲ھ کے بعد وفات پائی۔ ۳۷ قیس بن ابی حازم البجلی، ۹۰ھ کے بعد یا قبل وفات پائی۔ ۳۸۔ کعب الاحبار الحمیری، خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں انتقال ہوا۔ ۳۹۔ مرۃ بن شراحیل الطیب الہمدانی (ف ۷۶ھ) ۴۰ مسروق بن الأجدع الہمدانی (ف ۶۲ھ) ۴۱۔ ابوعنبہ الخولانی، عبدالملک بن مروان کے عہد میں وفات پائی۔ ۴۲۔ ابو فالج الانماری حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب الاصابہ میں القسم الثالث کے ذیل میں مخضرمین کا ذکر کیا ہے۔[1]

۱۔ أبو الفضل زين الدين عبد الرحيم بن الحسين بن عبد الرحمن بن أبي بكر بن إبراهيم العراقي (المتوفى: ۸۰٦ھ) **التقييد والإيضاح شرح مقدمة ابن الصلاح** المحقق: عبد الرحمن محمد عثمان المكتبة السلفية بالمدينة المنورة ط/۱ ۱۳۸۹ھ/۱۹٦۹م ص ۲۸۱، ۲۸۲، ابن الصلاح: **معرفة أنواع علوم الحديث** ص ۵۱۲

طبقہ تابع التابعی

تابع التابعی وہ شخص ہے جس نے حالتِ ایمان میں کسی تابعی سے بالمشافہ ملاقات کی ہو۔ یہ حضرات عہد نبوی کے بعد تیسرا طبقہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں صحابہ اور تابعین کے بعد بہترین افراد قرار دیا ہے۔ ان میں مشہور ائمہ اور فقہائے کرام شامل ہیں۔ مالک بن انس الاصبحی (ف ۱۷۹ھ)، عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی (ف ۱۵۷ھ)، سفیان بن سعید الثوری اور شعبہ بن الحجاج العتکی (ف ۱۶۰ھ) معروف تبع تابعین ہیں۔

ان حضرات کی معرفت کا فائدہ یہ ہے کہ کوئی ان کا شمار تابعین میں سے نہ کردے اور نہ انہیں کوئی چوتھے طبقے کا فرد قرار دے دے، اور ان کے ذریعے سے مرسل اور منقطع کے درمیان امتیاز ہو سکے۔ جیسا کہ خلیفہ بن خیاط نے الحکم بن عمر الرعینی الدمشقی کو چھٹے طبقے میں ان افراد کے ضمن میں ذکر کیا ہے جن کی وفات سن ۲۰۰ کی حدود میں ہوئی تھی[1]، جبکہ صحیح یہ ہے کہ ان کا تعلق چوتھے طبقے سے ہے، انہوں نے عبداللہ بن بسر، عمر بن عبدالعزیز اور قتادہ کو دیکھا ہے، لمبی عمر پائی، بغداد آئے اور وہاں حدیث بیان کی۔[2]

طبقات اتباع التابعین

حافظ ابن حجر کی تقسیم کے مطابق ان کے تین طبقات ہیں:

۱۔ کبار اتباع تابعین، مثلاً امام مالک (ف ۱۷۹ھ) اور امام ثوری وغیرہ (ف ۱۲۰ھ)

۲۔ اتباع تابعین کا درمیانی طبقہ، مثلاً ابن عیینہ اور ابن علیہ وغیرہ (ف ۱۹۸ھ)

۳۔ صغار اتباع تابعین، مثلاً یزید بن ہارون اور امام شافعی وغیرہ (ف ۲۰۴ھ)

❁❁❁❁❁❁

۱۔ خليفة بن خياط: **الطبقات** ص ۳۱۷

۲۔ ابن أبي حاتم: **الجرح و التعديل** ۱۲۳/۳

باب پنجم

احکام جرح وتعدیل

- تعارض جرح وتعدیل اور جرح کی تفسیر وتوضیح
- ازالہ تعارض کے قواعد وضوابط

تعارض جرح و تعدیل اور جرح کی تفسیر و توضیح

جرح و تعدیل میں تعارض سے مراد: کسی راوی کی عدالت اور جرح میں اختلاف پیدا ہو جائے، کچھ علما اسے عادل قرار دیں جبکہ دیگر اہل علم اسے ضعیف قرار دیں، اس حالت میں کس کی بات کو ترجیح دی جائے گی؟ جبکہ صورت حال یہ ہو کہ دونوں متعارض اقوال میں تطبیق ممکن نہ ہو، اگر اقوال میں تطبیق ممکن ہو تو وہ تعارض نہیں کہلائے گا، مثلاً: اگر کسی راوی کے فسق و فجور کے بارے میں قول موجود ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی توبہ کی خبر بھی موجود ہو تو ناقد اس کو قبول کرتے ہوئے اسے عادل قرار دے سکتا ہے، اسی طرح کسی راوی کے ضعف کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ یہ ضعف عمومی نہیں ہے بلکہ کسی خاص استاد کی نسبت سے ہے، یا کسی خاص علاقے کے شیوخ کی نسبت سے ہے، یا کسی خاص عرصہ زندگی میں یہ عیب پیدا ہو گیا تھا، ایسی صورت میں تعارض نہیں کہا جائے گا۔[1]

اگر اقوال میں اس طرح کا تعارض موجود ہے جس کا ازالہ ناممکن ہے تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ ایک سے زائد اہل علم کے اقوال میں تعارض پایا جائے

۲۔ ایک ہی امام کے اقوال میں تعارض ہو

یاد رہے کہ یہاں جرح سے مراد جرح مفسر ہے اور اس کی تعریف یہ ہے کہ وہ جرح جس میں راوی کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے اور وہ اسباب واضح کیے جاتے

۱۔ الصنعاني: محمد بن إسماعيل بن صلاح بن محمد الحسني، الكحلاني، أبو إبراهيم، عز الدين، المعروف كأسلافه بالأمير (المتوفى: ١١٨٢هـ) **توضيح الأفكار لمعاني تنقيح الأنظار**، المحقق: أبو عبد الرحمن صلاح بن محمد بن عويضة دار الكتب العلمية، بيروت لبنان ط/١ ١٤١٧هـ/١٩٩٧م ٢/١٦٧

ہیں، جن کی تحقیق کرنے کے بعد اس کی روایت قبول کرنے یا نہ کرنے کی حیثیت کا تعین کرنے میں مدد ملتی ہے۔

اگر جرح مفسر اور تعدیل میں اختلاف پیدا ہو جائے جبکہ یہ اقوال مختلف نقاد کے ہوں تو جمہور کی رائے میں جرح کو تعدیل پر ترجیح دی جائے گی، اگرچہ کہ تعدیل کرنے والوں کی تعداد جرح کرنے والوں سے زیادہ ہو یا کم ہو یا دونوں برابر ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ جرح کرنے والے کے پاس اس راوی کے بارے میں زیادہ علم ہے جو کہ تعدیل کرنے والے کے پاس نہیں ہے، اس طرح جارح تعدیل کرنے والے کی بات کی تصدیق کے ساتھ راوی کے مخفی حالات کو بھی بیان کر رہا ہے۔

اگر تعدیل کرنے والوں کی تعداد جرح کرنے والوں سے زیادہ ہو تو اس حوالے سے تین آراء ہیں:

۱. تعدیل مقدم سمجھی جائے گی جرح پر، خطیب بغدادی نے بعض اہل علم کی رائے نقل کی ہے[1]۔

۲. حفاظ کے قول کو دیگر نقاد کے اقوال پر ترجیح دی جائے گی، یہ بلقینی کی رائے ہے[2]۔

۳. اگر دونوں قول متعارض ہوں تو بغیر کسی مرجح کے کوئی قول قبول نہیں کیا جائے گا، سخاوی نے ابن الحاجب سے یہ قول نقل کیا ہے[3]۔

قول راجح: اصل قاعدہ یہ ہے کہ جرح مفسر کو تعدیل پر ترجیح دی جائے گی، لیکن یہ مطلقاً نہیں ہے بلکہ بعض ضابطوں سے مقید ہے، جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔

۱- الخطيب البغدادي: **الكفاية في علم الرواية** ص۱۷۷

۲- البلقيني: عمر بن رسلان بن نصير بن صالح الكناني، العسقلاني الأصل، المصري الشافعي، أبو حفص، سراج الدين (المتوفى: ۸۰۵ھ). **محاسن الاصطلاح** تحقيق: د عائشة عبد الرحمن (بنت الشاطئ) دار المعارف بمصر. ص۲۲٤

۳- السخاوي: **فتح المغيث** ۱/۳۰۸

اگر جرح مبہم ہو یعنی تجریح کا سبب نہ بتایا گیا ہو اور تعدیل سے تعارض پیدا ہو جائے تو اس صورت میں تعدیل کو ترجیح دی جائے گی[1]، لیکن یہ بھی مطلقاً نہیں ہے اس لئے کہ متساہل امام کی تعدیل کو معتدل امام کی تجریح پر ترجیح نہیں دی جا سکتی۔

دوسرے تعارض کی صورت یہ ہے کہ جرح اور تعدیل دونوں ایک ہی ناقد سے صادر ہوں، اس کی دو شکلیں ہو سکتی ہیں:

۱- امام ناقد کی رائے بدل جائے، ایسی صورت میں آخری قول کا اعتبار کیا جائے گا، مثال: ثواب بن عتبہ کے بارے میں ابن معین نے پہلے کہا: "شیخ صدق" پھر رجوع کرتے ہوئے ضعیف قرار دیا، اور یہی ان کا آخری قول ہے[2]۔

۲- امام ناقد کے تبدیلی اجتہاد کے بارے میں معلوم نہ ہو سکے، اس صورت حال میں مندرجہ ذیل طریقہ اختیار کیا جائے گا:

سب سے پہلے اقوال میں تطبیق کرنے کی کوشش کی جائے گی، یا دوسرے قول کی کوئی تاویل تلاش کی جائے گی، مثلاً: حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

عبد العزيز بن المختار البصري وثقه ابن معين في رواية ابن الجنيد وغيره وقال في رواية ابن أبي خيثمة عنه ليس بشيء وقال أبو حاتم مستوى الحديث ثقة ووثقه العجلي وابن البرقي والنسائي وقال ابن حبان في الثقات

۱- السخاوي: **فتح المغيث** ۱/۳۰۸

۲- ابن معين: ابو زكريا يحيى بن معين بن عون بن زياد بن بسطام بن عبد الرحمن المري بالولاء البغدادي (ف: ۲۳۳ھ) **تاريخ ابن معين (رواية عثمان الدارمي)** تحقيق: د. أحمد محمد نور سيف دار المأمون للتراث دمشق ۴/۲۷۲

يخطيء قلت احتج به الجماعة وذكر ابن القطان الفاسي أن مراد ابن معين ب قوله: "في بعض الروايات ليس بشيء يعني أن أحاديثه قليلة جدا"[1].

اس راوی کے بارے میں ابن معین نے ایک روایت میں ثقہ قرار دیا اور دوسری روایت میں تضعیف کی لیکن اس کی وضاحت ابن القطان کے قول سے ہو جاتی ہے کہ اس سے مراد قلّت حدیث ہے، جبکہ دیگر اہل علم نے راوی کو ثقہ قرار دیا ہے۔

اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو قرائن کے ذریعے ترجیح کی کوشش کی جائے گی مثلاً کوئی شاگرد استاد سے زیادہ قریب ہو تو اس کی بات قابل اعتماد ہوگی، اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اہل علم کے اقوال میں سے قریب تر قول لیا جائے گا، اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو توقف اختیار کیا جائے گا یہاں تک کہ کوئی ترجیح کی شکل نکل آئے۔

تعارض ختم کرنے کے قواعد وضوابط

جرح وتعدیل میں تعارض کی صورت میں اصل قاعدہ یہ ہے کہ: راوی کے بارے میں تمام اقوال جمع کیے جائیں اور ہر قول کو اس کے اصل تناظر میں دیکھا جائے، اور ان اقوال کی تطبیق کے لیے مندرجہ ذیل قواعد وضوابط کا لحاظ کیا جائے گا۔

قواعد وضوابط:

۱. ائمہ جرح وتعدیل کے مناہج کا اعتبار:

علم جرح وتعدیل کے لحاظ سے اہل علم نے ناقد محدثین کی مختلف اقسام بیان کی ہیں، ان میں بعض نقاد بہت شدید، بعض معتدل، اور بعض متساہل ہیں۔ پہلی قسم: اس قسم میں وہ ائمہ کرام شامل ہیں جو تجریح میں شدت اور تعدیل میں منصف ہیں، ان میں امام شعبہ بن الحجاج (۱۶۰ھ)، یحییٰ بن سعید القطان (۱۹۸ھ)، یحییٰ بن معین (۲۳۳ھ)،

۱- ابن حجر العسقلاني: هدي الساري مقدمة فتح الباري: ص ٤٢٠

ابو حاتم رازی (۲۷۷ھ) اور امام نسائی (۳۰۳ھ) کا شمار کیا جاتا ہے۔ دوسری قسم: وہ نقاد جو جرح اور تعدیل میں معتدل اور منصف ہیں: ان میں امام سفیان ثوری (۱۶۱ھ)، امام عبدالرحمٰن بن مہدی (۱۹۸ھ)، ابن سعد (۲۳۰ھ)، ابن المدینی (۲۶۴ھ)، امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ)، امام بخاری (۲۵۶ھ) امام ابوزرعہ رازی (۲۶۴ھ) امام ابو داود (۲۷۵ھ)، ابن عدی (۳۶۵ھ) اور امام دار قطنی (۳۸۵ھ) شامل ہیں۔

تیسری قسم: اس میں وہ نقاد شامل ہیں جو جرح و تعدیل میں تساہل سے کام لیتے ہیں: ابو الحسن أحمد بن عبد اللہ العجلی (۲۶۱ھ)، امام ترمذی (۲۷۹ھ)، ابن حبان (۳۵۴ھ)، امام دار قطنی (۳۸۵ھ) بعض حالات میں، امام حاکم (۴۰۵ھ)، امام بیہقی (۴۵۸ھ)۔[1]

اس تقسیم کا فائدہ یہ ہے کہ متشدد ائمہ کرام کی توثیق انتہائی قیمتی تصور کی جائے گی سوائے اس کے کہ اس راوی کی تضعیف پر اجماع ہو یا اس کے مقابلے میں جرح مفسر ہو، لیکن اگر وہ کسی راوی کی تجریح کریں تو یہ دیکھا جائے گا کہ کسی اور نے ان کی موافقت کی ہے یا نہیں؟ اگر کسی نے ان کی موافقت کی ہے اور اس راوی کی توثیق نہیں کی گئی تو وہ راوی

۱- الذهبي: **ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل** (مطبوع ضمن كتاب «أربع رسائل في علوم الحديث») تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة ط/٤ دار البشائر بيروت، ١٤١٠هـ، ١٩٩٠م ص١٥٨ ١٥٩، ١٦٧،

الذهبي: **الموقظة في علم مصطلح الحديث** تحقيق: عبدالفتاح أبو غدة ط/١ مكتب المطبوعات الإسلامية حلب ١٤٠٥هـ ص٨٣،

ابن حجر العسقلاني: **النكت على كتاب ابن الصلاح** تحقيق: ربيع بن هادي عمير المدخلي عمادة البحث العلمي بالجامعة الإسلامية، المدينة المنورة، المملكة العربية السعودية ط/١ ١٤٠٤هـ/١٩٨٤م ١/٤٨٢،

السخاوي: **المتكلمون في الرجال** (مطبوع ضمن مجموعة «أربع رسائل في علوم الحديث») تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة دار البشائر بيروت ط/١، ١٤١٠هـ ١٩٩٠م ص١٣٢

ضعیف قرار دیا جائے گا، اگر اس تجریح پر کسی کی موافقت نہیں ملتی تو ان کا قول قبول نہیں کیا جائے گا لیکن بالکل رد بھی نہیں کیا جائے گا بلکہ جرح مفسر کی صورت میں قبول کیا جائے گا، مثلاً اگر ابن معین کسی راوی کی تضعیف کرتے ہیں، اور کوئی امام اس کی توثیق کرتے ہیں تو ابن معین کا قول بغیر سبب کے قبول نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس راوی کی حدیث کی تصحیح میں توقف کیا جائے گا اور وہ حسن کے قریب ہوگی، جیسا کہ امام ذہبی کا قول ہے۔[1]

اگر متساہل ائمہ کرام کی طرف سے کسی راوی کی توثیق کی جاتی ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ دیگر ائمہ کرام میں سے کسی نے ان کی موافقت کی ہے یا نہیں؟ موافقت کی صورت میں ان کا قول قبول کیا جائے گا اور انفرادیت کی صورت میں ان کی بات قبول نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ ابن حبان مجہول راویوں کی توثیق کر دیتے ہیں۔ جہاں تک تجریح کا تعلق ہے تو وہ سب یکساں نہیں ہیں، عجلی ضعیف راویوں کے بارے میں بہت متساہل ہیں، اور ابن حبان ایسے راویوں کے بارے میں بعض دفعہ سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں، اور معتدل ائمہ کرام کے اقوال تجریح اور تعدیل پر اعتماد کیا جائے گا بشرطیکہ ہر قسم کی مخالفت سے پاک ہوں۔

۲. نقاد ائمہ کرام کے ہر طبقے میں متشدد اور معتدل اہل علم ہیں، جیسے کہ پہلے طبقے میں شعبہ بن الحجاج اور سفیان ثوری ہیں اور ان میں شعبہ زیادہ شدید ہیں، دوسرے طبقے میں یحییٰ القطان اور عبدالرحمن مہدی ہیں اور ان میں یحییٰ زیادہ سخت ہیں، تیسرے طبقے میں یحییٰ بن معین اور امام احمد ہیں اور ان میں سے ابن معین زیادہ شدید ہیں، چوتھے طبقے میں ابو حاتم رازی اور امام بخاری ہیں اور ابو حاتم امام بخاری سے زیادہ شدید ہیں۔ اس تقسیم کا فائدہ یہ ہے کہ ایک طبقے کے نقاد کے اقوال میں تقابل کیا جا سکتا ہے۔

۱- الذهبي: ذكر من يعتمد قوله في الجرح و التعديل ص ۱۵۸ ۱۵۹

۳۔ایسی تجریح قابل قبول نہیں ہوگی جس کا سبب عقائد کا اختلاف یا معاصرت ہو، جیسا کہ ابو اسحٰق جوزجانی اہل کوفہ کے بارے میں انتہائی سخت زبان استعمال کرتے ہیں، یہاں تک کہ بعض ثقہ راویوں کے بارے میں انہوں نے شدید الفاظ استعمال کیے ہیں[1]۔ اور اس کے برعکس عبدالرحمٰن بن یوسف بن خراش کا شمار اہل تشیع میں ہوتا ہے لہٰذا ان کی رائے اہل شام کے بارے میں قبول نہیں کی جائے گی، اس لیے کی اس کی بنیاد اعتقادی اختلافات پر ہے۔اسی طرح ہم عصر افراد میں حسد اور رقابت کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں جس کی بنیاد پر انصاف کرنا مشکل ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس بنیاد پر جرح و تعدیل قابل قبول نہیں ہوتی، امام ذہبی فرماتے ہیں: **كثير من كلام الأقران بعضهم في بعض ينبغي أن يطوى ولا يروى ويطرح ولا يجعل طعنا ويعامل الرجل بالعدل و القسط**[2]۔

ہم عصر راویوں کا ایک دوسرے کے بارے میں کلام، مناسب ہے کہ روایت نہ کیا جائے اور ترک کر دیا جائے اور اسے باعث طعن نہ بنایا جائے اور راوی کے ساتھ انصاف کا معاملہ کیا جائے۔

۴۔ جس راوی کے بارے میں تمام اہل علم کا اجماعی اور متفقہ فیصلہ ہو کہ وہ عادل ہے تو اس کے بارے میں کوئی انفرادی جرح قبول نہ کی جائے گی۔

اگر کسی راوی کی عدالت اور توثیق ثابت ہو چکی ہو، مگر کچھ لوگ اس کی مخالفت کریں تو مخالفین کے قول کی کوئی اہمیت نہ ہوگی، کیونکہ جب کسی راوی کی دینی استقامت،

۱۔ دیکھیے الجوزجانی، ابو اسحاق: ابراہیم بن یعقوب بن اسحاق السعدی (ف: ۲۵۹ھ) **احوال الرجال** تحقیق: عبدالعلیم عبدالعظیم البستوی ط/۱ ۔حدیث اکادی فیصل آباد، پاکستان ص ۵۱، ۵۲، ۶۲

۲۔ الذهبي: **ذكر أسماء من تكلم فيه وهو موثق**، تحقيق:محمد شكور بن محمد الحاجي أمرير الميادني، مكتبة المنار الزرقاء الاردن،ط/۱ ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۶م ص ۴۶

حسن سیرت اور عدالت کے بارے میں شہرت ہو چکی ہو تو ظن غالب یہی ہوتا ہے کہ اس شخص کی روایات صحیح ہیں اور قابل قبول ہیں، سوائے اس کے ان اقوال کے برخلاف کسی ایسی قطعی دلیل سے ثابت ہو جائے کہ اس کی عدالت مجروح ہو چکی ہے تو اس کے بارے میں رائے بدلی جا سکتی ہے۔ مثلاً: امام مالکؒ نے عکرمہ مولیٰ ابن عباس کے بارے میں اعتراضات کیے، لیکن کئی علماء حدیث نے عکرمہ کے دفاع میں کتابیں لکھیں اور ان کی عدالت اور توثیق ثابت کی، اور اسی لیے امام مالک کے بارے میں ابن ابی ذئب کا قول اور احمد بن صالح مصری کے بارے میں امام نسائی کا قول قبول نہیں کیا جائے گا۔

۵. کسی بھی امام کا قول اس وقت تک قبول نہیں کیا جائے گا، جب تک متصل سند سے ثابت نہ ہو۔ حافظ ابن حجر، فرج بن فضالہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں: وقال علي بن عبد العزيز البغوي عن سليمان بن أحمد سمعت عبدالرحمن ابن مهدي يقول ما رأيت شاميا أثبت منه. قلت (اي ابن حجر): لا يغتر أحد بالحكاية المروية في توثيقه عن ابن مهدي فإنها من رواية سليمان ابن أحمد وهو الواسطي وهو كذاب[1].

علی بن عبد العزیز البغوی روایت کرتے ہیں سلیمان بن احمد سے، کہ عبد الرحمٰن بن مہدی نے کہا: فرج بن فضالہ سے زیادہ ثقہ شامی راوی میں نے نہیں دیکھا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: کوئی شخص ابن مہدی کی توثیق کے بارے میں دھوکا نہ کھائے اس لئے کہ وہ سلیمان بن احمد کی روایت ہے اور وہ واسطی ہے اور وہ جھوٹا ہے۔

۱- ابن حجر العسقلاني: تهذيب التهذيب ط/۱ مطبعة دائرة المعارف النظامية، الهند. ۱۳۲۶ھ ۲۳۶/۸

٦۔ اگر کوئی ناقد خود مجروح ہو تو اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا سوائے اس حالت میں کہ ناقد جرح و تعدیل کا امام ہو اور مجروح راوی کی کسی نے توثیق نہ کی ہو اور نہ ہی ناقد کی طرف سے راوی کے بارے میں کوئی بات خلاف حقیقت کہی گئی ہو۔

مثال : حافظ ابن حجر نے احمد بن شبیب الحبطی کے بارے میں ابو الفتح الازدی کا قول قبول نہیں کیا: وقال أبو الفتح الازدي منكر الحديث غير مرضي.

قلت. لم يلتفت احد إلى هذا القول بل الازدي غير مرضي[1].

ابو الفتح الازدی نے کہا: احمد بن شبیب الحبطی منکر الحدیث ہے، قابل قبول نہیں ہے، حافظ ابن حجر کہتے ہیں: اس قول کی طرف کسی نے توجہ نہیں کی بلکہ ابو الفتح الازدی ہی قابل قبول نہیں ہے. ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ازدی کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لئے کہ وہ خود ضعیف ہے، ثقہ راویوں کی تضعیف میں ان پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟[2]

اسی طرح عبد الرحمن بن یوسف بن خراش کا قول کسی راوی کے بارے میں قبول نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ یہ شخص رافضیت اور بدعت میں مشہور ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے۔[3]

اس کے ساتھ ساتھ حافظ ابن حجر نے ابو الفتح الازدی کے قول کا اعتبار کیا ہے جہاں راوی کی کسی نے توثیق نہیں کی:

١- ابن حجر العسقلاني: **تهذيب التهذيب** ٣٢/١

٢- ابن حجر العسقلاني: **هدي الساري** ص٣٩٨(وثق الأزدي فقال منكر الحديث، وما درى أن الأزدي ضعيف فكيف يقبل منه تضعيف الثقات)

٣- ابن حجر العسقلاني: **هدي الساري** ص ٤٣١(وقال بن خراش ثقة في حديثه اختلاط، قلت: ابن خراش مذكور بالرفض والبدعة فلا يلتفت إليه)

مثال: ابراهيم بن مهدي بن عبدالرحمن بن سعيد بن جعفر الابلي قال الازدي يضع الحديث مشهور بذاك لا ينبغي أن يخرج عنه حديث ولا ذكر،[1] وقال في التقريب: كذبوه[2].

ابراہیم بن مہدی کے بارے میں ازدی کہتے ہیں: جھوٹی حدیثیں گھڑتا ہے اور اس بارے میں مشہور ہے، اس راوی سے کوئی حدیث روایت کی جائے نہ ذکر کیا جائے.

اسی قول کی بنیاد پر حافظ ابن حجر نے تقریب میں فرمایا: اسے جھوٹا قرار دیا گیا.

۷. ایسے قول کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی جس کا مصدر مستند نہ ہو، جیسے عبدالرحمن بن شریح المعافری کے بارے میں ابن سعد نے لکھا: منکر الحدیث، جبکہ وہ تمام ائمہ کرام کے نزدیک ثقہ ہے، حافظ ابن حجر کہتے ہیں: کسی نے بھی ابن سعد کا قول قبول نہیں کیا، اس لئے کہ ابن سعد کی اکثر روایات واقدی سے منقول ہیں اور واقدی قابل اعتماد نہیں ہے.[3]

۸. اگر کسی راوی کے بارے میں قدیم علماء نے توثیق کی ہو، تو ایسی حالت میں متاخر عالم کی تجریح کو فورا قبول نہیں کیا جائے گا، ابان بن صالح القرشی کی توثیق ابن معین، عجلی، یعقوب بن شیبہ، ابوزرعہ، ابوحاتم سے منقول ہے، جبکہ امام نسائی فرماتے ہیں: "ليس به بأس" اور ابن عبدالبر کہتے ہیں: ضعیف، اور ابن حزم کی رائے تھی: ليس بالمشهور، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: یہ ان دونوں کی طرف

۱- ابن حجر العسقلاني: تهذيب التهذيب ١/ ١٧٠

۲- ابن حجر العسقلاني: تقريب التهذيب ص ٩٤

۳- ابن حجر العسقلاني: هدي الساري ص ٤١٧ (وشذ بن سعد فقال منكر الحديث، قلت: ولم يلتفت أحد إلى ابن سعد في هذا فإن مادته من الواقدي في الغالب والواقدي ليس بمعتمد وقد احتج به الجماعة)

سے غلطی اور غفلت ہے، ان سے پہلے ابان کو کسی نے ضعیف قرار نہیں دیا، اس کے بارے میں ابن معین کا قول ہی کافی ہے۔[1]

۹۔ بعض دفعہ کاتب کی غلطی سے تجریح کا امکان ہو سکتا ہے، حافظ ذہبی، بشر بن شعیب بن ابی حمزۃ الحمصی کے ترجمے میں لکھا ہے: صدوق، ابن حبان نے اس راوی کو ضعفاء میں شامل کرکے غلطی کی ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاری نے کہا ہے: ترکناہ (ہم نے اسے چھوڑ دیا ہے) اس قول سے ابن حبان کو غلط فہمی ہوئی، جبکہ امام بخاری کا قول اس طرح ہے: "ترکناہ حیا سنة اثنتي عشرة و مائتین" یعنی ہم نے انہیں سن ۲۱۲ھ میں زندہ دیکھا تھا۔[2] ابن حبان کے نسخے سے (حیا) کا لفظ ساقط ہوگیا، جس سے معنی بدل گیا۔[3]

۱۰۔ حافظ ابن حجر لسان المیزان میں فرماتے ہیں: "**فكيف يكون رواية العدل عن الرجل تعديلا له لكن من عرف من حاله أنه لا يروي الا عن ثقة فأنه إذا روى عن رجل وصف بكونه ثقة عنده كمالك وشعبة والقطان وابن**

۱۔ ابن حجر العسقلاني: **تهذيب التهذيب** ۱/۱۹۵ (وهذه غفلة منهما وخطأ تواردا عليه فلم يضعف أبان هذا أحد قبلهما، ويكفي فيه قول بن معين ومن تقدم معه والله أعلم)

۲۔ الذهبي: **ميزان الاعتدال** ۱/۳۱۸ (صدوق، أخطأ ابن حبان بذكره في الضعفاء وعمدته أن البخاري قال تركناه كذا نقل فوهم على البخاري إنما قال البخاري: تركناه حيا سنة اثنتي عشرة ومائتين)

۳۔ ابن حجر العسقلاني: **هدي الساري** ص ۳۹۰ (وقال ابن حبان في كتاب الثقات كان متقنا ثم غفل غفلة شديدة فذكره في الضعفاء وروى عن البخاري أنه قال تركناه وهذا خطأ من ابن حبان نشأ عن حذف وذلك أن البخاري إنما قال في تاريخه تركناه حيا سنة اثنتي عشرة وسقط من نسخة ابن حبان لفظة "حيا" فتغير المعنى)

مهدي وطائفة ممن بعدهم"[1] یعنی عادل راوی کی روایت کسی راوی سے اس کے لئے تعدیل کیسے ہو سکتی ہے؟ لیکن اگر کسی کے بارے میں یہ مشہور ہو جائے کہ وہ صرف ثقہ راوی سے ہی روایت کرتے ہیں تو ان کی روایت اس راوی کے لئے توثیق ہو گی جیسے مالک، شعبہ، قطان اور ابن مہدی ہیں، اور اسی طرح امام احمد، بقی بن مخلد، حریز بن عثمان، سلیمان بن حرب اور شعبی ہیں.

حافظ ابن حجر کا یہ قول عمومی طور پر صحیح ہو سکتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات نے بعض حالات میں ضعیف شیوخ سے بھی روایت کی ہے، اس لیے اسے مسلمہ قاعدہ نہیں بنایا جاسکتا.

۱۱. صحیحین کے راوی دو طرح کے ہیں:

۱۔ اصل روایت میں جن سے روایت کی گئی ہے

۲۔ متابعات اور شواہد میں ان سے روایت لی گئی ہے

پہلی قسم کے راویوں کی بھی دو قسمیں ہیں:

۱۔ وہ راوی جن کے بارے میں کوئی تجریح نہیں پائی جاتی تو وہ ثقہ ہیں اور ان کی حدیث قوی ہو گی چاہے کسی نے بھی ان کی توثیق نہ کی ہو، اس لیے کہ وہ صحیحین میں روایت کی وجہ سے ضمنی توثیق حاصل کر چکے ہیں، اور یہ دونوں حضرات اپنی کتابوں میں صحت حدیث اور راوی میں عدالت اور ضبط کا التزام کرتے ہیں.

۲۔ وہ راوی جن کے بارے میں تجریحی اقوال پائے جاتے ہیں، ان کی دو حالتیں ہیں:

ا. قول شدت ناقد کی وجہ سے ہو، اور جمہور علما کے نزدیک وہ راوی ثقہ ہو، ایسے راوی کی حدیث قوی ہو گی.

۱۔ ابن حجر العسقلاني: لسان الميزان ۱/۱۵

۲۔ قول میں راوی کے بارے میں کم درجے کا عیب بیان کیا گیا ہو، تو ایسی حالت میں راوی کی حدیث حسن لذاتہ سے کم تر نہیں ہوگی۔

دوسری قسم کے راوی ضبط کے حوالے سے مختلف درجات میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ صدق کے دائرے سے باہر نہیں ہوتے، ایسے راوی کے بارے میں اگر کوئی قول تجریح کا ملتا ہے تو وہ شیخین کی روایت کے مقابل ہوگا اور بغیر بیان سبب کے قبول نہیں کیا جائے گا۔

۱۲۔ جرح و تعدیل کے الفاظ کے حوالے سے ائمہ کرام کی اصطلاحات کا لحاظ کیا جائے گا، مثلاً: ابن معین کا قول: "**فلان لابأس به**" سے مراد ثقہ ہے، اور "**فلان ليس بشيء**" سے مراد راوی کی قلت احادیث ہے، اسی طرح ائمہ کرام کی کتابوں میں بھی ان کی اصطلاحوں کا خیال رکھا جائے گا، جیسے امام ذہبی اپنی کتاب **ميزان الاعتدال** میں (صح) اس راوی کے نام سے پہلے لکھتے ہیں جس کی توثیق مقصود ہوتی ہے۔[1]

۱۳۔ بعض حالات میں ضبط الفاظ میں اختلاف کی وجہ سے جرح اور تعدیل سمجھنے میں اختلاف ہو جاتا ہے، جیسے (مُود) بغیر تشدید کے پڑھا جائے تو اس سے مراد ہلاک ہونے والا ہوگا، اور اس سے جرح سمجھی جائے گی، اور اگر (مُؤَدّ) تشدید کے ساتھ پڑھا جائے تو اس سے مراد اچھی طرح ادا کرنے والا ہوگا۔[2] مثال: **وقال عبد**

۱۔ ابن حجر العسقلاني: **لسان الميزان** ۹/۱

۲۔ ابن حجر العسقلاني: **تهذيب التهذيب** ۴۷۱/۳، وقال الذهبي: قال شيخنا ابن دقيق العيد اختلف في ضبط مود فمنهم من خففها أي هالك ومنهم من شددها أي حسن الأداء (ميزان الاعتدال ۱۷۸/۳)

الرحمان بن أبي حاتم: سمعت أبي يقول: سعد بن سعيد الانصاري مؤدي— يعني أنه: كان لا يحفظ ويؤدي ما سمع.[1]

۱۴۔ بعض راویوں کے بارے میں توثیق اور تجریح مقید بیان کی جاتی ہے، وہ توثیق یا تجریح مطلقا قبول نہیں کی جائے گی بلکہ اسی صورت حال میں اسے دیکھا جائے گا، اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ راوی کی توثیق اگر وہ مخصوص شہر میں روایت بیان کرتا ہے

یہ ممکن ہے کہ راوی ایسی جگہ ہو جہاں اس کی مکتوب روایات اس کے پاس نہ ہوں تو وہ غلطیوں کا مرتکب ہو سکتا ہے اور جہاں اس کی کتابیں اس کے ہمراہ ہوں وہاں وہ روایات صحیح طریقے سے بیان کرتا ہے، اسی طرح راوی اپنے استاد سے ایک جگہ سنتا ہے تو یاد رکھتا ہے اور دوسری جگہ سنتا ہے تو صحیح طور پر یاد نہیں رکھتا، مثال: معمر بن راشد ازدی کی بصرہ کی روایات میں بہت اضطراب پایا جاتا ہے، اس لیے کہ ان کے ساتھ ان کی کتابیں نہیں تھیں، جبکہ یمن میں ان کی روایات بالکل صحیح ہوتی ہیں، یمن ان کا وطن ہے، ابو حاتم کہتے ہیں: "ما حدث معمر بالبصرة فيه أغاليط، وهوصالح الحديث"[2] یعنی معمر نے بصرہ میں جو روایات بیان کی ہیں ان میں غلطیاں ہیں جبکہ وہ صالح الحدیث ہیں۔ امام احمد

۱- المزي: يوسف بن الزكي عبدالرحمن أبو الحجاج [ف۷٤۲ھ] تهذيب الكمال تحقيق: د. بشار عواد معروف مؤسسة الرسالة بيروت ط/۱، ۱٤۰۰ھ ۱۹۸۰م ۱۰/۲٦٤

۲- المزي: تهذيب الكمال ۲۸/۳۱۰

عبد الرزاق صنعانی کے بارے میں فرماتے ہیں: ان کی مکہ میں سفیان سے روایت میں اضطراب پایا جاتا ہے جبکہ یمن میں ان کی سماعت ان سے بالکل صحیح ہے۔[1]

۲۔ راوی کی توثیق اگر وہ مخصوص اہل بلد سے روایت بیان کرتا ہے

یہ ممکن ہے کہ راوی نے مخصوص شہر میں حدیث سنی ہو اور اسے یاد رکھا ہو اور دوسری کسی جگہ حدیث سنی ہو اور اسے یاد نہ رکھ سکا ہو، مثال: اسماعیل بن عیاش حمصی جب شامی علماء سے روایت کرتے ہیں تو ان کی حدیث قابل قبول ہوتی ہے جب ان کے علاوہ کسی سے روایت کرتے ہیں تو ان کی حدیث میں اضطراب پایا جاتا ہے۔[2]

اسی طرح فرج بن فضالہ کا معاملہ ہے، جب وہ شامی اہل علم سے روایت کرتے ہیں تو حدیث صحیح ہوتی ہے جب وہ یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں تو اضطراب پایا جاتا ہے۔[3]

۳۔ راوی کی روایت کی توثیق اگر مخصوص اہل بلد کے واسطے سے منقول ہوتی ہے

اگر کسی راوی سے کسی مخصوص علاقے کے لوگوں نے روایت کی ہو اور اسے محفوظ رکھا ہو، اور کسی دوسرے علاقے کے لوگوں نے اس سے روایت کی ہو لیکن حدیث کی حفاظت نہ کرسکے۔ مثال: زہیر بن محمد الخراسانی سے اہل عراق کی روایت صحیح ہے جبکہ اہل

۱۔ المزي: تهذيب الكمال ۱۸/۵۷ (وقال أبو بكر الأثرم، عن أحمد بن حنبل: حديث عبد الرزاق، عن معمر أحب إلي من حديث هؤلاء البصريين، كان يعني معمرا يتعاهد كتبه وينظر فيها يعني: باليمن ، وكان يحدثهم حفظا بالبصرة.)

۲۔ المزي: تهذيب الكمال ۳/۱۷٤ (وقال محمد بن عثمان بن أبي شيبة: سمعت يحيى بن معين يقول: إسماعيل بن عياش ثقة فيما روى عن الشاميين، وأما روايته عن أهل الحجاز فإن كتابه ضاع، فخلط في حفظه عنهم.)

۳۔ المزي: تهذيب الكمال ۲۳/۱۵۸ (عن أحمد بن حنبل: إذا حدث عن الشاميين فليس به بأس، ولكنه حدث عن يحيى بن سعيد مناكير.)

شام کی روایت منکر ہے،[1] محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب سے اہل حجاز کی روایت صحیح ہے، جبکہ اہل عراق کی روایت میں وہم پایا جاتا ہے۔

۴- ثقہ راوی کی روایت کی تضعیف بعض شیوخ سے روایت کی صورت میں

یہ ممکن ہے کہ راوی اپنی ذات میں ثقہ ہو لیکن بعض احادیث میں اس کے شیوخ میں ضعیف راوی ہوں، جن کی وجہ سے وہ ان شیوخ کی روایات میں ضعیف قرار پائے گا، مثال: جریر بن حازم، قتادہ سے روایت میں ضعیف ہیں،[2] جعفر بن برقان کے بارے میں امام احمد کہتے ہیں: زہری سے روایت کے علاوہ اس کی روایات لی جائے گی، زہری سے اس کی روایت قابل قبول نہیں ہے۔[3]

۵- ضعیف راوی کی روایت کی تضعیف اگر وہ اپنی سند الگ الگ شیخ سے روایت کرنے کی بجائے متعدد شیوخ کو ایک ہی سند میں جمع کر لیتا ہے

اگر کوئی راوی مختلف شیوخ سے ایک حدیث روایت کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ ان کی روایات کو الگ الگ بیان کرے اس لئے کہ ان کی روایات کے الفاظ میں فرق ہو سکتا ہے، اور ان کو ایک ہی سند میں جمع کرنا غلط ہوگا، سوائے اس کے کہ راوی اپنی روایات کی صحت اور حفظ کا خیال رکھتا ہو اور اپنے شیوخ کے اتفاق اور اختلاف کا مکمل علم رکھتا ہو۔

۱- المزي: تهذيب الكمال ۹/۴۱۸ (وقال البخاري: ما روى عنه أهل الشام فإنه مناكير، وما روى عنه أهل البصرة فإنه صحيح.)

۲- المزي: تهذيب الكمال ۴/۵۲۹ (فقال ابن معين: ليس بشيء، وهو عن قتادة ضعيف.)

۳- المزي: تهذيب الكمال ۵/۱۳ (قال عبدالله بن أحمد بن حنبل، عن أبيه: إذا حدث عن غير الزهري فلا بأس به، وفي حديث الزهري يخطئ)

حافظ ابو یعلی الخلیلی کہتے ہیں: ذاکرت یوما بعض الحفاظ ، فقلت : البخاري لم يخرج حماد بن سلمة في الصحيح، وهو زاهد ، ثقة فقال: لأنه جمع بين جماعة من أصحاب أنس ، فيقول : حدثنا قتادة ، وثابت ، وعبد العزيز بن صهيب، وربما يخالف في بعض ذلك . فقلت : أليس ابن وهب اتفقوا عليه، وهو يجمع بين أسانيد ؟ فيقول: حدثنا مالك وعمرو بن الحارث، والليث بن سعد، والأوزاعي بأحاديث، ويجمع بين جماعة غيرهم ؟ فقال ابن وهب:أتقن لما يرويه، وأحفظ له.[1] یعنی میں نے ایک دن بعض حفاظ حدیث کے ساتھ مذاکرہ کیا، میں نے پوچھا: امام بخاری نے صحیح بخاری میں حماد بن سلمہ سے روایت نقل نہیں کی، جبکہ وہ زاہد اور ثقہ ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اس لیے کہ انہوں نے حضرت انس کے شاگردوں کو ایک سند میں جمع کر دیا، وہ کہتے ہیں: حدثنا قتادة، وثابت، وعبد العزيز بن صهيب، اور ہو سکتا ہے کہ بعض کی روایات میں اختلاف ہو، تو میں نے کہا: کیا ابن وہب کے بارے میں سب متفق نہیں ہیں جبکہ وہ اسانید جمع کرتے ہیں؟ وہ کہتے ہیں: حدثنا مالك وعمرو بن الحارث، والليث بن سعد، والأوزاعي بأحاديث، اور دیگر راویوں کی اسانید بھی جمع کرتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: ابن وہب اپنی روایات کا حفظ رکھتے ہیں اور ان کی صحت کا خیال رکھتے ہیں۔

۱- أبو يعلى الخليلي: خليل بن عبد الله بن أحمد بن إبراهيم بن الخليل القزويني(ف: ٤٤٦هـ) الإرشاد في معرفة علماء الحديث تحقيق: د. محمد سعيد عمر إدريس ط/١ مكتبة الرشد، الرياض، ١٤٠٩هـ ١/٤١٧، ٤١٨

٦- راوی کی روایت کی توثیق بعض اوقات میں

بعض راوی آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہو جاتے ہیں، کچھ تو شدید قسم کے اختلاط میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور کچھ راویوں کا اختلاط معمولی درجے کا ہوتا ہے، اختلاط سے مراد حافظے کا خراب ہو جانا اور عقل میں فتور آ جانا ہے.

محدثین کی اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ حدیث کے راوی کی عقل میں کمزوری آ جائے، حافظہ خراب ہو جائے اور روایات کو صحیح طور پر محفوظ نہ رکھ سکے۔ اختلاط کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں: بڑھاپا، نابینا پن، کسی حادثے کی بنا پر حافظے کا متاثر ہونا، جیسے کتابوں کا جل جانا، بیٹے کی وفات، مالی نقصان وغیرہ. اس قسم کے راوی (مختلط) کی روایت کا حکم یہ ہے کہ اختلاط سے پہلے کی روایات قبول کی جائیں گی اور اختلاط کے بعد کی روایات قبول نہیں کی جائیں گی، اور جن روایات کے بارے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کس دور کی ہیں، وہ بھی قبول نہیں کی جائیں گی.

مختلط راویوں کی دو اقسام ہیں:

١. وہ راوی جو آخر عمر میں اختلاط کے شکار ہو جاتے ہیں، اپنے حافظے سے روایت کرتے ہیں یا کوئی انہیں 'تلقین'[1] کرتا ہے تو وہ قبول کر لیتے ہیں،

---

[1] تلقین سے مراد یہ ہے کہ کوئی راوی اپنے پاس سے یا اپنے حافظے سے کتاب کسی محدث کو سنائے جو کہ اس محدث کی مرویات نہیں ہیں اور یہ باور کرانے کی کوشش کرے کہ یہ روایات انہی کی ہیں۔ اس کے بعد اگر وہ محدث اس بات کا اقرار کر لے کہ وہ احادیث اسی کی ہیں اور ان کو روایت کرنا شروع کر دے تو اسے تلقین کہا جائے گا، اور اس کے بنیادی اسباب نسیان، اشتباہ ہونا، غفلت، لاپرواہی اور حسن ظن اور کثرت وہم وغیرہ ہیں۔ یہ محدث کے حافظے میں کمی یا کمزوری کی نشانی ہے۔ اس صورت میں کہا جائے گا: لُقِّنَ، لُقِّنَ حديثاً ، لُقِّنَ فتلقن، كان يُلَقَّنُ فيتلقن۔ یعنی اس حدیث کی تلقین کی گئی تو اس نے قبول کر لی۔ دوسری شکل میں اگر محدث انکار

۲۔ وہ راوی جو قضا کے منصب کی وجہ سے اختلاط کا شکار ہو جاتے ہیں۔

مختلط راویوں کی مثالیں:

۱۔ صالح بن نبہان (مولی التوآمہ)

محمد بن ابی ذئب کا سماع صحیح ہے، انہوں نے صالح سے اختلاط سے پہلے سنا تھا جبکہ سفیان الثوری کا سماع قابل قبول نہیں ہے اس لئے کہ انہوں نے اختلاط کے بعد روایت کی ہے۔[1]

۲۔ سعید بن ایاس الجریری

سفیان الثوری، ابن علیہ اور بشر بن المفضل کا سماع اختلاط سے پہلے اور یزید بن ہارون کا سماع اختلاط کے بعد تھا۔[2]

کر دے تو یہ اس کے حفظ وضبط کی دلیل ہے۔ مثلاً اسے اگر کہا جائے کہ تم سے فلاں نے حدیث بیان کی ہے، اور اس کے سامنے کوئی اور نام لے لے تو وہ اسے قبول کر لے۔ ایسی صورت میں یا تو وہ شخص فاسق ہے، یعنی جو اسے بتایا جاتا ہے سن لیتا ہے، یا وہ شخص اتنا مغفل اور کم عقل ہے کہ اسے کچھ یاد نہیں رہتا، اسی لیے کسی کے بارے میں تلقین کا علم ہو جائے تو اس کی روایت رد کر دی جاتی ہے، سوائے اس کے کہ وہ اپنی لکھی ہوئی کتاب پر اعتماد کرے۔ اس صورت میں یہ سہو اور تلقین قابل اعتبار ہو گی، کیونکہ وہ اپنے حفظ سے حدیث نہیں بیان کر رہا۔

۱۔ ابن الکیال: أبو البرکات محمد بن أحمد(ف۹۲۹ھ) **الکواکب النیرات في معرفة من اختلط من الرواة الثقات** تحقیق : عبد القیوم عبد رب النبي دار المأمون . بیروت ط/۱ ۱۹۸۱م/۱/۲۶۳، ۲۶۱

۲۔ ابن الکیال: **الکواکب النیرات**/۱/۱۸۷، ۱۸۳

۳. عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی

یہ راوی آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے، قال ابن الصلاح: ذکر أحمد بن حنبل: أنه عمي في أخر عمره فکان یلقن فیتلقن فسماع من سمع منه بعدما عمي لا شيء،[1] ابن الصلاح کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے بتایا کہ عبدالرزاق آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے اور انہیں جو بھی تلقین کیا جاتا قبول کر لیتے تھے، ان کے نابینا پن کے بعد جس نے بھی ان سے سنا ہے اس کے سماع کی کوئی حیثیت نہیں۔

۴۔محمد بن میمون السکری

امام نسائی فرماتے ہیں: لا بأس به، مگر آخر عمر میں ان کی بینائی ختم ہو گئی تھی، اس سے پہلے جس نے ان سے سنا ہے اس کا سماع صحیح ہے۔[2]

۵۔شریک بن عبداللہ النخعی، قاضی کوفہ

قضا کا منصب قبول کرنے کے بعد ان کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا، اس سے پہلے ان کی روایت قابل قبول ہو گی۔[3]

۱۔ ابن الکیال: الكواكب النيرات ۱/۲۷۲

۲۔ النسائي:أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، (المتوفى: ۳۰۳ھ) السنن الكبرى حققه وخرج أحاديثه: حسن عبد المنعم شلبي مؤسسة الرسالة بيروت ط/۱، ۱٤۲۱ ھ ۲۰۰۱ م ۳/۱۸۰

۳۔ ابن الکیال: الكواكب النيرات ۱/۲۵۰

٦۔ حفص بن غیاث النخعی، قاضی کوفہ

وقال أبو زرعة ساء حفظه بعدما استقضي فمن كتب عنه من كتابه فهو صالح وإلا فهو كذاب[1]، ابوزرعہ کہتے ہیں: منصب قضا قبول کرنے کے بعد ان کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا، جس نے ان سے ان کی کتاب سے روایت لی ہے وہ قابل قبول ہے، بصورت دیگر وہ کذاب ہیں۔

راوی کی روایت کی تضعیف اگر وہ اپنے حافظہ سے روایت کرتا ہے اور اس کی توثیق اگر وہ اپنی کتاب سے روایت کرتا ہے

۱۔ یونس بن یزید الایلی

قال أبو زرعة: كان صاحب كتاب، فإذا حدث من حفظه لم يكن عنده شيء،[2] ابوزرعہ کہتے ہیں: وہ کتاب میں لکھا کرتے تھے، اگر وہ اپنے حافظے سے روایت کریں تو وہ کسی قابل نہیں ہیں۔

۲۔ سوید بن سعید الحدثانی

وقال أبو زرعة: أما كتبه فصحاح، كنت أتتبع أصوله، وأكتب منها، فأما إذا حدث من حفظه فلا.[3]

۱۔ ابن الکیال: الكواكب النيرات ١/٤٥٩

۲۔ ابن رجب الحنبلي: شرح علل الترمذي ٢/٧٦٥

۳۔ ابن رجب الحنبلي: شرح علل الترمذي ٢/٧٦٦

امام ابوزرعہ کہتے ہیں: ان کی کتابیں تو صحیح ہیں، میں ان کی کتابوں کا بغور مطالعہ اور اس سے لکھتا رہا ہوں، اور اگر وہ اپنے حافظہ سے روایت کریں تو قابل قبول نہیں ہے۔[1]

۱۵- جرح و تعدیل بیان کرتے ہوئے اس کلام کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے جس کے سیاق میں یہ بیان ہو رہا ہے، اور ان قرائن کا بھی خیال رکھنا چاہیے جو راوی میں پائے جاتے ہیں۔

بعض حالات میں توثیق اور تضعیف بطور تقابل پیش کیے جاتے ہیں، اس طرح اقوال میں تطبیق اور ترجیح دی جا سکتی ہے۔

مثال: محمد بن ابراہیم بن ابی عدی اور ازہر بن سعد السمان دونوں ثقہ ہیں، لیکن امام احمد فرماتے ہیں: ابن ابی عدی میرے نزدیک ازہر سے زیادہ پسندیدہ ہے، قال الإمام أحمد: "ابن أبي عدي أحب إلي من أزهر"[1] امام احمد کے اس قول سے راوی کی تضعیف مراد نہیں بلکہ دونوں راویوں کا تقابل مطلوب ہے۔

مثال: سعید المقبری اور العلاء بن عبدالرحمٰن

وقال عثمان الدارمي: سألت ابن معين عن العلاء وابنه كيف حديثهما؟ قال: ليس به بأس، قلت: هو أحب إليك أو سعيد المقبري؟ قال سعيد أوثق والعلاء ضعيف يعني بالنسبة إليه،[2]

عثمان الدارمی کہتے ہیں: میں نے ابن معین سے پوچھا العلاء اور اس کے بیٹے کی احادیث کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا: ليس به بأس، میں نے پوچھا: آپ کے نزدیک وہ پسندیدہ ہے

۱- ابن حجر العسقلاني: تهذيب التهذيب ۱/ ۲۰۳

۲- ابن حجر العسقلاني: تهذيب التهذيب ۸/ ۱۸۷

یا سعید المقبری ؟ انہوں نے کہا: سعید اوثق ہیں اور العلاء ضعیف ہے، یعنی اس کی نسبت سے۔

۱۶- متقدم علما کے نزدیک توثیق میں زیادہ شمول پایا جاتا ہے، جبکہ متاخر علما کے نزدیک زیادہ تحدید پائی جاتی ہے، جیسا کہ متقدم علما ثقہ کا اطلاق ثقہ اور صدوق دونوں پر کر دیتے ہیں، یا دونوں الفاظ ایک راوی کے لئے جمع کر دیتے ہیں ثقہ صدوق، لیکن متاخر علما نے اس لفظ کو صرف اس راوی کے لئے استعمال کیا ہے جو عدالت اور ضبط میں قابل قبول ہو۔

۱۷- بعض راوی کسی مخصوص علم میں اپنے اجتہاد اور کوشش سے اونچا مقام حاصل کر لیتے ہیں، لیکن روایت حدیث میں ان کو وہ مقام حاصل نہیں ہوتا، مخصوص علم میں وہ قابل حجت ہو سکتے ہیں، لیکن روایت کے معاملے میں ان کو قابل حجت یا قابل اعتبار سمجھنا ضروری نہیں ہے۔

مثال:

۱. عاصم بن ابی النجود، سبعہ قراءات کے مشہور عالم

امام ذہبی فرماتے ہیں: **ثبت في القراءة، وهو في الحديث دون الثبت صدوق يهم.**[1] فن قراءات میں ماہر ہیں، حدیث میں وہ اتنے ماہر نہیں ہیں، صدوق یہم۔ امام احمد اور ابو زرعہ نے انہیں ثقہ اور ابو حاتم نے محلّہ الصدق قرار دیا ہے[2]

۱- الذهبي: **ميزان الاعتدال** ۳۵۷/۲

۲- ابن أبي حاتم: أبو محمد عبد الرحمن بن محمد بن إدريس بن المنذر التميمي، الحنظلي، الرازي (ف: ۳۲۷هـ) **الجرح والتعديل** ط/۱ مجلس دائرة المعارف العثمانيه بحيدر آباد الدكن الهند دارإحياءالتراث العربي بيروت، ۱۲۷۱ هـ ۱۹۵۲ م ۳۴۱/۶، الذهبي: **ميزان الاعتدال** ۳۵۷/۲

۲. محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی مولاہم، سیرت و مغازی کے امام

ان کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: إمام المغازي صدوق[1] يدلس ورمي بالتشيع والقدر،[2] مغازی کے امام، صدوق، تدلیس کیا کرتے تھے، شیعہ اور قدری ہونے کا الزام ہے، امام بخاری نے انہیں معلقات میں اور امام مسلم نے انہیں متابعات میں ذکر کیا ہے، ابن اسحاق مغازی میں امامت کا درجہ رکھتے ہیں لیکن روایت کے معاملے میں کمزور ہیں ان کی روایت اسی وقت قبول ہوگی جب سماع کی صراحت ہو، اور ان سے زیادہ ثقہ ان کی مخالفت نہ کرتا ہو۔[3]

۱۸- بعض حالات میں متقدم علما کی کتابوں میں جرح و تعدیل کے الفاظ اختصار سے بیان کیے جاتے ہیں، اور متاخر علما کی کتابوں میں بالمعنی بیان کیے جاتے ہیں تاکہ اقوال کی بڑی تعداد جمع کی جاسکے، جرح و تعدیل کے الفاظ کا اختصار اور روایت بالمعنی کا راوی کے حکم پر اثر مرتب ہوتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اصل مصادر کی طرف رجوع کیا جائے اور اصل الفاظ بیان کیے جائیں۔

۱- حافظ ابن حجر کے نزدیک چوتھے درجے کے راوی کو صدوق کہا جاتا ہے، الرابعة : من قصر عن درجة الثالثة قليلا ، وإليه الإشارة : بصدوق ، أو لا بأس به ، أو ليس به بأس. (مقدمة تقريب التهذيب)

۲- ابن حجر العسقلاني: تقريب التهذيب تحقيق: محمد عوامة ط/۱ دار الرشيد سوريا، ١٤٠٦ ١٩٨٦ ص ٤٦٧

۳- حدیث کے بارے میں محدثین انتہائی سخت معیار کا خیال رکھتے ہیں، ان کے مقابلے میں مؤرخین کے اصول اتنے سخت نہیں ھیں، یہی وجہ ہے کہ مغازی اور اہل سیر محدثین کے ہاں وہ مقام نہیں پا سکے۔

اختصار کی مثال: شہر بن حوشب کے بارے میں ابو حاتم کا قول جو امام ذہبی نے نقل کیا ہے، ابو حاتم فرماتے ہیں: شهر بن حوشب أحب إلي من ابى هارون العبدى ومن بشر بن حرب، وليس بدون أبي الزبير، لا يحتج بحديثه[1]، امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس طرح نقل کیا: وقال أبو حاتم: ليس هو بدون أبي الزبير، ولا يحتج به۔[2] اور الکاشف میں کہتے ہیں: وقال أبو حاتم ليس بدون أبي الزبير[3]، امام ذہبی نے مکمل قول نقل کرنے کی بجائے مختصر قول نقل کیا اور اس سے راوی کے بارے میں ابہام پیدا ہو سکتا ہے۔

روایت بالمعنی کی مثال: ابراہیم بن سوید بن حیان المدنی کے بارے میں حافظ ابن حجر نے ابن معین اور ابو زرعہ کا قول نقل کیا: وَوثَّقَهُ ابن معِين وَأَبُو زرْعَة، جبکہ ابن معین نے ثقہ اور ابوزرعہ نے ليس به بأس کہا،[4] حافظ ابن حجر کا قول ابن معین کے قول کی حد تک صحیح ہے لیکن ابو زرعہ کے قول سے مطابقت نہیں رکھتا۔

۱۹۔ بعض حالات میں متاخر علما، متقدم علما کے اقوال کا مکمل علم نہ رکھنے کی وجہ سے راوی کے بارے میں اپنے علم کے مطابق حکم لگا دیتے ہیں۔

۱۔ ابن أبي حاتم: الجرح و التعديل ٤/٣٨٣

۲۔ الذهبي: ميزان الاعتدال ٢/٢٨٣

۳۔ الذهبي: الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة تحقيق: محمد عوامة ، أحمد محمد نمر الخطيب ط/١ دار القبله للثقافه الإسلاميه- مؤسسة علوم القرآن، جدة، ١٤١٣ هـ ١٩٩٢ م ١/٤٩١

۴۔ قال يحيى بن معين: ثقة، وَقَال أبو زُرْعَة: ليس به بأس، تهذيب الكمال ٢/١٠٣

مثال:عبد اللہ بن ابی سلیمان الاموی مولاہم: قلت عبد الله بن أبي سُلَيْمَان أحب إِلَيْك أو ابن جريج فَقَالَ كِلَاهُمَا ثقتان،[1] یعنی ابن معین نے راوی عبد اللہ بن سلیمان الاموی کی توثیق کی ہے، حافظ ابن حجر نے تہذیب التهذيب میں یہ حکم نقل نہیں کیا بلکہ اپنے علم کے مطابق حکم بیان کیا: قال ابن أبي حاتم سألت أبي عنه فقال كان من أكابر أصحاب حماد بن سلمة يعني مشائخه قلت ما حاله قال شيخ وذكره ابن حبان في الثقات،[2] اور تقریب التهذيب میں کہتے ہیں: صدوق، اگر ان کے علم میں ابن معین کا قول ہوتا تو یہ حکم نہ لگاتے.

مثال:الزبیر بن جنادہ الہجری:ابن معین کا حکم: سألت يحيى بن معين عن الزبير بن جنادة، فقال: شيخ خراساني ثقة،[3] حافظ ابن حجر نے راوی کے بارے میں تہذیب التهذيب میں یہ اقوال نقل کیے: وقال أبو حاتم شيخ ليس بالمشهور وذكره ابن حبان في الثقات،[4] اور تقریب

۱- يحيى بن معين: التاريخ (رواية الدارمي): ص١٤٣

۲- ابن حجر العسقلاني: تهذيب التهذيب٥/٢٤٦

۳- أبو زكريا يحيى بن معين بن عون بن زياد بن بسطام بن عبد الرحمن المري بالولاء، البغدادي (المتوفى: ٢٣٣هـ) سؤالات ابن الجنيد تحقيق: أحمد محمد نور سيف، مكتبة الدار - المدينة المنورة ط/١، ١٤٠٨هـ، ١٩٨٨م ص٢٧٩

۴- ابن حجر العسقلاني: تهذيب التهذيب ٣/٣١٣

التھذیب میں کہتے ہیں: مقبول،[1] اگر حافظ ابن حجر کو ابن معین کی توثیق کا علم ہوتا تو وہ راوی کی توثیق کرتے۔

۲۰۔ متأخر راویان حدیث میں وہ ضبط اور اتقان نہیں تلاش کیا جائے گا جو متقدم راویان کرام میں دیکھا جاتا تھا، حافظ ابن الصلاح کی رائے میں اس دور میں راویوں کے بارے میں ان شروط کا خیال رکھنا مشکل ہے، اور اس کی بنیادی وجہ ان شروط کو پورا کرنا محال ہے، اصل مقصد امت اسلامیہ کی خصوصیت اسانید کو باقی رکھنا ہے تاکہ اس کا سلسلہ منقطع ہونے نہ پائے، اس لیے راوی کی اہلیت کے لئے اس کا عاقل بالغ مسلمان اور فسق و فجور سے بعید ہونا کافی ہے، اور اس کے ضبط کے لئے اس کے پاس موجودہ تحریر پر مستند سماع اور شیخ کے نسخے کے مطابق ہونا کافی ہے۔[2] امام ذہبی کے نزدیک متقدمین اور متاخرین کے درمیان حد فاصل تیسری صدی ہے،[3]

امام سخاوی کے نزدیک متقدمین اور متاخرین کے درمیان فرق کی اصل وجہ اس دور میں روایات کی تصحیح، تحسین اور تضعیف کی بنیاد راویوں کی جرح وتعدیل پر ہوتی تھی، لیکن کتب حدیث کی تدوین کے بعد یہ ضرورت باقی نہ رہی صرف سلسلہ سند کو باقی رکھنے کے لئے یہ طریقہ باقی رکھا گیا۔[4]

۱- ابن حجر العسقلاني: تقريب التهذيب ص٢١٤

۲- ابن الصلاح: معرفة أنواع علوم الحديث ص ١٢٠

۳- الذهبي: ميزان الاعتدال ٤/١

۴- السخاوي: فتح المغيث ١١٢/٢

ان اقوال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دونوں ادوار میں فرق کا سبب یہ ہے کہ متاخرین کے نزدیک تصحیح حدیث کے لیے کتب حدیث کی صحت اور مؤلف کی طرف مستند نسبت کافی ہے جبکہ متقدمین کے نزدیک تصحیح کا معیار جرح و تعدیل تھا.

❁❁❁❁❁❁

باب ششم

جرح و تعدیل کے الفاظ اور عبارات

- مراتب الفاظ جرح و تعدیل
- الفاظ جرح و تعدیل
- اہم اصطلاحات جرح و تعدیل
- بعض نقاد حدیث کی مخصوص اصطلاحات تعدیل
- بعض نقاد حدیث کی مخصوص اصطلاحات تجریح
- بعض نادر الفاظ اور عبارات
- جرح و تعدیل کے اظہار کے لیے جسمانی حرکات کا استعمال

مراتب الفاظ جرح و تعدیل

اوّلاً: مَرَاتِبُ التَّعدِیل

صحابہ کرام کے بعد آنے والے راویان کرام کے بارے میں یہ مراتب متعین کیے گئے ہیں:

پہلا مرتبہ: اس مرتبے میں تین طرح کے صیغے مستعمل ہیں۔

۱۔ وہ صیغہ جو مبالغے پر مبنی ہے، مثلاً الیه المنتهی فی التثبت، لاأعرف له نظیرا فی الدنیا۔

۲۔ وہ صیغہ جو افعل تفضیل کے وزن پر ہو، مثلاً أوثق الناس، أضبط الناس۔

۳۔ وہ صیغہ جو مکرر استعمال کیا گیا ہو، مثلاً ثقه ثقه، ثقه حافظ، ثقه ضابط وغیرہ۔

دوسرا مرتبہ: اس مرتبے میں صرف ایک صیغہ مستعمل ہے جس میں راوی کے انفرادی وصف کی وضاحت ہوتی ہے، مثلاً ثقة، حافظ، عادل، متقن، ثبت وغیرہ۔

ان دونوں مراتب کے حامل راویوں کی احادیث درجہ اول میں صحیح تصور کی جاتی ہیں اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں پائی جاتی ہیں۔

تیسرا مرتبہ: ان الفاظ کے حامل راوی تیسرے مرتبے میں شامل ہیں، صدوق لابأس به، لیس به بأس، مأمون، خیار، محله الصدق، شیخ وغیرہ۔ان راویوں کی بیان کردہ احادیث کو امام ترمذی حسن کہتے ہیں، اور امام ابو داؤد اور منذری ان کے بارے میں خاموشی اختیار کرتے ہیں، بہر حال ان راویوں کی احادیث قابل قبول ہیں۔

چوتھا مرتبہ: مندرجہ ذیل عبارات کے حامل افراد اس مرتبے میں شمار ہوتے ہیں: صدوق سیيء الحفظ ، صدوق له أوهام ، تغیر بآخره ، شیخ وسط ، شیخ یکتب، ینظرفیه، مقبول حدیث یتابع والا فلین الحدیث، صالح الحدیث، یکتب للاعتبار، مقارب الحدیث، صویلح، صدوق ان شاء الله، أرجو أن

لابأس به، جید الحدیث، حسن الحدیث، وسط، صدوق مبتدع، صدوق یھم وغیرہ، یا وہ عبارتیں جو ضعف یا جرح کے نزدیک ہوں۔

ایسے راوی بھی اس درجے میں رکھے جاسکتے ہیں جو کسی قسم کی بدعت کا شکار ہوں، جیسے تشیع، قدریت، ناصبیت، ارجاء اور جہمیت وغیرہ۔حافظ ابن حجر کے نزدیک یہ راوی چوتھے مرتبے، بلکہ اس سے بھی کم تر مرتبے میں ہیں اور ان راویوں کی روایت کسی دوسری حدیث کی تقویت کے لیے استعمال کی جاسکتی ہے اور حسن لغیرہ کے درجے تک پہنچ سکتی ہے۔(معجم،۲۸۳)

ثانیا: مَرَاتِبُ الجَرح

پہلا مرتبہ: اہل کذب، ان راویوں کے بارے میں یہ الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں:

متروک الحدیث، واھی الحدیث، کذّاب، ساقط، ما أکذبه، دجاّل، متھم بالکذب، الیه المنتھی فی الکذب، ھو رکن الکذب، فلان رد حدیثه، مردود الحدیث، مطروح الحدیث، فلان ارم به، فلان لایساوی شیأ، فلان ھالک، فلان ذاھب، فیه نظر (امام بخاری کے نزدیک)، سکتوا عنه، وضاّع، یضع الحدیث، فلان لایعتبربه، فلان لیس بمأمون۔اس مرتبے میں حافظ ابن حجر کے نزدیک چوتھا، پانچواں اور چھٹا، حافظ عراقی کے نزدیک تیسرا، چوتھا اور پانچواں مرتبہ شامل ہے۔اس مرتبے کے حامل راویوں کا حکم یہ ہے کہ ان کی حدیث ہر حالت میں مردود ہے اور ان احادیث کا ٹھکانا موضوع احادیث کی کتب ہیں۔

دوسرا مرتبہ: اہل غفلت و نسیان، ان الفاظ کے حامل اس مرتبہ میں شامل ہیں:

ضعیف، منکر الحدیث، حدیثه منکر، مضطرب الحدیث، ضعفوہ، لایحتج به۔اس مرتبے کے افراد کی حدیث رد نہیں کی جائے گی، بلکہ قابل اعتبار ہے۔

تیسرا مرتبہ: اہل اغلاط، ان الفاظ کے حامل افراد اس مرتبے میں شامل ہیں:

مستورالحال، مجھول الحال، لیس بقوی یکتب حدیثه، لین الحدیث، فلان

فیه مقال، فلان فیه ضعف، فلان یعرف وینکر، لیس بذلک القوی، لیس بالمتین، لیس بحجة، لیس بعمدة، لیس بالمرضی، فلان للضعف ماهو، فیه خلف، طعنوا فیه، سیئی الحفظ، لین الحدیث، تکلموا فیه۔ ان افراد کی حدیث بھی قابل اعتبار ہے۔ (مجم،۳۸۶)

الفاظ جرح وتعدیل

فن جرح وتعدیل بہت دقیق علم ہے اور راویوں کے بارے میں صحیح صحیح حکم لگانے کے لیے خصوصی مہارت کی ضرورت ہے، اس لیے اہل علم نے ایسے الفاظ متعین کر دیے ہیں جن کے ذریعے راوی کے ضبط، اتقان اور حفظ کا ٹھیک اظہار ہو سکے۔ یہ الفاظ ایک طرح سے وہ پیمانے ہیں جن کے ذریعے رجالِ حدیث کو پرکھا جاتا ہے۔ اس فن کے حامل مشہور اہل علم علی ابن المدینی (۲۳۴ھ)، یحییٰ ابن معین (۲۳۳ھ)، امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ)، عبدالرحمن ابن مہدی (۱۹۸ھ)، امام الشافعی (۲۰۴ھ) اور امام بخاری (۲۵۶ھ) ہیں۔

ان حضرات نے جرح وتعدیل میں اگرچہ مختلف الفاظ استعمال کیے ہیں، لیکن ان الفاظ کو مراتب کے حوالے سے کسی ضابطے کے تحت لایا جاسکتا ہے۔ متاخرین اہل علم مثلاً ابن الصلاح، امام نووی، امام ذہبی اور امام ابن حجر نے ان اقوال کی تطبیق کرنے کی کوشش کی ہے۔ (مجم، ۵۲) متقدم اور متاخر اہل علم کے استعمال کردہ الفاظ ذیل میں الفبائی ترتیب سے دیے جارہے ہیں.

— الف —

آفتُه فُلانٌ

محدثین یہ جملہ موضوع یا باطل یا منکر حدیث کے اصل سبب کا تعین ظاہر کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں، اور اگر متعین کرکے بتائیں تو اس کا مطلب ہوگا کہ اس حدیث کے

موضوع ہونے میں اصل سبب فلاں راوی ہے، اس طرح حدیث کے منکر اور باطل ہونے میں راوی کے تعین کے ذریعے سے اصل سبب معلوم کیا جاسکتا ہے، مثلاً: موضوع، آفته فلان، باطل آفته فلان، منکر آفته فلان۔ (لسان ۱/۳)

آية

یہ لفظ بیک وقت جرح و تعدیل کے دونوں الفاظ میں شمار کیا جاتا ہے۔ اگر تعدیل کے الفاظ کے ساتھ استعمال کیا جائے تو تعدیل کا معنی دیتا ہے، مثلاً آية في الحفظ، آية في الاتقان۔ اگر جرح کے الفاظ کے ساتھ استعمال کیا جائے تو جرح کا معنی دیتا ہے، جیسا کہ امام دارقطنی (ف ۳۸۵ھ) نے حسن ابن عبدالغفار بن عمرو الازدی کے بارے میں کہا: هذا آية متروک کان بلية۔ (معجم، ۶۲)

الإتّهَامُ بِالكَذِب

کسی راوی کے بارے میں اگر یہ گمان ہو کہ وہ اپنی روایات میں جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے تو اس کو "مُتَّهم بِالكَذِب" کہا جاتا ہے، علامہ معلّمی یمانی اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر راوی کے حالات میں تحقیق کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کی کوئی بنیاد نہیں ہے اور اس کا اصل سبب یہ راوی ہے، لیکن اس کے بعد یہ تحقیق کرنا ضروری ہے کہ یہ عمل اس نے عمداً کیا ہے یا کوئی غلطی ہوئی ہے؟ تحقیق کے بعد اگر محقق کو یہ گمان غالب ہو کہ یہی راوی عمداً اس کا سبب ہے تو وہ اسے "مُتَّهم الكذب" کہتا ہے۔ (التنکیل ص/۲۲۲) یہ واضح رہے کہ "مُتَّهم بِالكَذِب" کی حدیث مردود ہوتی ہے، خصوصاً جبکہ وہ اس روایت میں منفرد ہو۔ (لسان ۱/۲۱)

۱- أتّهِمَ بِتَزْوِيرِالسَمَاعَات

تَزویرُ السّماع سے مراد ہے کہ کسی محدث سے سماع حدیث کے بارے میں جھوٹی خبر دی جائے اور اگر ایسا عمل کسی راوی سے منسوب کیا جاتا ہے، تو اس پر یہ الزام یا تہمت لگ سکتی ہے کہ اس نے سماعات میں کوئی تحریف یا تبدیلی کی ہے۔ (لسان ۱/۲۶)

اِتَّہمہ ، فُلانٌ

اگر کوئی ناقد حدیث کسی راوی کے بارے میں عمومی طور پر یہ عبارت کہہ دیتا ہے اور اس کو کسی خاص حالت سے مقید نہیں کرتا تو ایسی حالت میں یہ احتمال ہو گا کہ اس تہمت سے مراد وضع حدیث یا سرقہ حدیث یا سماع کے بارے جھوٹا دعوی کرنا یا سماع میں جعل سازی کرنا یا عام گفتگو میں جھوٹ بولنا ہے۔ (لسان ۱/۲۶)

أَتَى بِمَنَاكِيْرَ وَ عَجَائِبَ (منکر اور عجیب و غریب روایات بیان کرتا ہے)

یہ عبارت اس راوی کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو کثرت سے منکر روایات بیان کرتا ہو اور اس سے اس کی براءت ثابت نہ ہو یہ جملہ غالباً اس راوی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس پر اس بات کا الزام ہو۔ بہر حال یہ عبارت جھوٹ کے بارے میں الزام پر واضح نہیں ہے، لیکن احتمال ہو سکتا ہے، اس کے نتیجے میں وہ راوی متروک ہو گا۔ (لسان ۱/۱۹)

أثبت الناس

یہ تعدیل کے الفاظ میں سے ایک لفظ ہے جو بلند ترین درجہ رکھتا ہے۔ اس لفظ کو اسی راوی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو اپنے حفظ، ضبط اور اتقان میں سب سے برتر ہو۔ تعدیل کے الفاظ میں سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ایسا وصف استعمال کیا جائے جس میں مبالغہ ہو جیسے، الیه المنتهی فی التثبت، لاأعرف له نظیراً فی الدنیا، یا افعل تفضیل کا صیغہ استعمال کیا گیا ہو، جیسے اوثق الناس، اضبط الناس، أثبت الناس۔ (الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل، ۱۵۵)

أَجْمَعُوا عَلَى تَرْكِهِ

یعنی تمام محدثین اس کے متروک ہونے پر متفق ہیں۔ دیکھیے: المَتْرُوك

أَجْمَعُوا عَلَى ضَعْفِهِ

یعنی تمام محدثین اس کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں۔ دیکھیے: الضعیف

أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ فُلاَنٍ

اکثر اوقات محدثین کرام دو راویوں میں موازنہ کرتے ہوئے یہ عبارت استعمال کرتے ہیں کہ فلاں میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے، اور یہ دونوں راوی ثقہ ہو سکتے ہیں یا ضعیف اور موازنہ کرنے کا ہرگز مقصد دوسرے کی جرح کرنا نہیں ہے بلکہ دونوں راویوں کی مشترک حکم میں درجہ بندی کرنا ہے۔ (لسان ۱/۴۵)

أُخْتُلِفَ فِيهِ (راوی کے بارے میں اختلاف ہے)

یہ عبارت تجریح کے لیے استعمال کی جاتی ہے، اور اس سے مراد یہ ہے کہ اس راوی کے بارے میں نقاد کے نزدیک اختلاف پایا جاتا ہے، کچھ نے اسے ثقہ قرار دیا اور کچھ نے ضعیف، ایسے راوی کے قبول کرنے کے بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے، امام ذہبی اور عراقی نے اسے پانچویں مرتبہ میں اور امام سخاوی اور امام سیوطی نے چھٹے مرتبہ میں رکھا ہے۔ بہرحال اس عبارت سے ضعف یا توقف یا معمولی ضعف کے ساتھ قبول کرنا، سمجھا جاسکتا ہے۔ (معجم الفاظ الجرح والتعدیل/۷۱)

أَرْجُو أَنْ لاَ بَأْسَ بِهِ

ناقدین حدیث کے نزدیک یہ عبارت اُس راوی کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ جب ان کے نزدیک راوی کا رتبہ "لَابَأْسَ بِهِ" سے قریب تر ہوتا ہے، لیکن وہ اس بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتے تو بطور گمان اس عبارت کا سہارا لیتے ہیں، اور یہ عبارت، " لَابَأْسَ بِهِ"، سے کمتر درجہ رکھتی ہے۔ (لسان ۱/ ۹۳)

إرْمِ بِهِ

یہ جملہ عبد اللہ بن مبارک (م۱۸۱ھ) نے کئی راویوں کے لیے استعمال کیا ہے، اور اس سے ان کا مقصد ان کو متروک ظاہر کرنا ہے، جیسے کہہ رہے ہوں: اترکہ، یعنی اسے چھوڑ دو۔ (لسان ۱/۹۹)

أَسْأَلُ اللّٰهَ السَّلَامَةَ. أَسْأَلُ اللّٰهَ السَّلَامَةَ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا

یہ دونوں عبارتیں امام ابوزرعۃ الرازی (ف ۲۶۴ھ)، امام ابوحاتم (ف ۲۷۷ھ) اور امام أحمد (م ۲۴۱ھ) راویوں کے بارے میں استعمال کرتے ہیں اور یہ شدید جرح کو ظاہر کرتی ہیں، بعض حالات میں یہ عبارت راوی کے جھوٹ، بدعت، فسق، اختلاط یا موضوع أحادیث کی روایت میں تساہل کے ذکر کے ساتھ بیان کی جاتی ہے اور شدت ظاہر کرتی ہے۔ اس سے ضعیف جرح بھی مراد لی جاسکتی ہے اگر کسی ثقہ راوی کے بارے میں استعمال کی جائے اور اس وقت اس کی مراد راوی کے حافظہ میں کمی یا کثرت اوہام ہوگی۔ (لسان ۱/۱۰۰)

الأَسَد

علم جرح و تعدیل میں یہ لفظ توثیق کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، لیکن اس کا استعمال بہت قلیل ہے۔ حافظ عثمان بن ابی شیبہ (م ۲۳۹ھ) اپنے ایک استاذ کا ذکر اس وصف سے کرتے تھے: حدثنا الاسد۔ جب ان سے ان کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ ”الفضل بن دکین“ (م۲۱۹ھ) ہیں۔ (تاریخ بغداد، ۱۲:۳۵۴، تهذيب التهذيب ۸: ۲۷۳)

أَصْدَقُ الْبَشَرِ وَأَوْثَقُ الْخَلْقِ

تعدیل کی بلند ترین عبارتوں میں سے ایک عبارت ہے، جس راوی کے بارے میں یہ وصف استعمال کیا جائے وہ قابل حجت ہے۔ (معجم الفاظ ۷۲/۱)

اِضْرِبْ عَلٰی حَدِیْثِه

یعنی اس راوی کی حدیث پر خطِ تنسیخ پھیر دو، اور اس سے مراد اس حدیث کو حذف کرنا ہوتا ہے، اور ایسا راوی متروک قرار پائے گا۔

اگر حدیث سے مراد اسم جنس ہے یعنی اس کی تمام احادیث مٹا دو، تو ہو سکتا ہے کہ وہ راوی متروک نہ ہو لیکن یہ روایات غلطی سے آگئی ہوں یا صاحب کتاب کی شرط کے مطابق نہ ہوں۔

جیسا کہ ابن ابی حاتم (م ۳۲۷ھ) نے اپنی کتاب (الجرح و التعدیل ۱۸۶/۲) میں عبدالرحمٰن بن مہدی (ف ۱۹۸ھ) کا قول اسماعیل بن عبدالملک کے بارے میں نقل کیا ہے: "إضْرِبْ عَلَی حَدِیْثِه" (لسان ۱۹۶/۱)

أَعْرَفُ بِفُلاَنٍ

محدثین کرام کسی راوی کی اپنے کسی خاص استاد سے معرفت اور تعلق کو اس عبارت سے واضح کرتے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے: "زَیْدَ أَعْرَفُ بِشِیْخه الفُلانی مِنْ عمْرو" یعنی زید اپنے شیخ کے حوالہ سے عمرو سے زیادہ ثقہ اور ان کی احادیث کے بارے میں زیادہ علم رکھتا ہے۔ اور یہ جانتا ہے کہ کون سی روایات انہوں نے روایت کی ہیں اور کون سی ان کی روایت نہیں ہے اور جو روایت کی ہیں ان کی کیفیتِ روایت کیا ہے: "أَعْلَمُ بِفُلان"، بھی اسی مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے۔ (لسان ۲۲۱/۱)

أَعْرَفُ النَّاسَ بِحَدِیْثِ فُلاَنٍ

اگر کوئی راوی اپنے استاد کے پاس طویل عرصہ رہنے کی وجہ سے یا خصوصی تعلق کی وجہ سے ان کی روایت کردہ احادیث کا علم رکھتا ہے تو اس کے لیے یہ عبارت استعمال کی جاتی ہے، یعنی فلاں شیخ کی حدیث کی سب سے زیادہ معرفت رکھنے والا ہے اور خاص طور پر وہ یہ بھی بتا سکے کہ کون سی روایات ان کے شیخ کی روایت نہیں ہے اور یہ جملہ اس راوی کے

بارے میں کہا جا سکتا ہے جو اپنے استاد کے حوالے سے ثقہ شمار کیا جاتا ہے۔ "أَعْلَمُ النَّاسَ بِحَدِيْثِ فُلاَنٍ" یہ عبارت بھی اسی مفہوم میں استعمال کی جاتی ہے۔ (لسان ۱/۲۲۱)

أَعْلَمُ بِفُلاَنٍ

دیکھیے: أعرف بفلان

أَعْلَمُ النَّاسِ بِحَدِيْثِ فُلاَنٍ

دیکھیے: أعرف الناس بحديث فلان

أَفَّاکٌ

أَفَّاکٌ سے صیغہ مبالغہ ہے اس سے مراد وہ جھوٹا راوی ہے، جو حدیثیں گھڑتا ہو یا احادیث چوری کرتا ہو۔ ایسے راوی کی روایات ناقابل قبول ہوتی ہیں۔ (لسان ۱/۲۲۶)

أَكْذَبُ النَّاسِ

الفاظ جرح میں سب سے شدید لفظ جس سے مراد سب سے زیادہ جھوٹا فرد، مراتب جرح میں سب سے زیادہ شدید جرح کے مراتب میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ (لسان ۱/۲۴۱)

اَللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ

یہ جملہ مومار راوی کے جھوٹ یا لاپرواہی یا بہت زیادہ تساہل یا بہت سخت تدلیس یا بدعت میں غلو کے لیے استعمال ہو سکتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اس راوی سے روایت نہیں لی جائے گی۔ امام ذہبی (ف ۷۴۸ھ) نے یہ جملہ کذاب سے کم تر راوی کے لیے استعمال کیا ہے، یعنی وہ راوی متروک قرار پائے گا۔ (میزان الاعتدال ۶/۲۸۹) (لسان ۱/۲)

اِلَى الصِّدقِ مَاهُوَ

مراتب تعدیل میں سے ایک مرتبہ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ راوی "مرتبہ صدق" سے دور نہیں ہے۔ دوسرے معانی یہ ہیں:

۱۔ مرتبہ صدق سے قریب ہے۔

۲۔ "ما" کو نافیہ سمجھتے ہوئے یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ وہ صدق سے قریب نہیں ہے۔

۳۔ دور نہیں ہے، یعنی صدق سے قریب ہے۔

۴۔ "ما" کو استفہامیہ سمجھا جائے تو مراد یہ ہوگی کہ مرتبہ صدق سے قرب میں مقدار پوچھی جا رہی ہے تو اس کے جواب میں کہا گیا کہ نہ قلیل ہے، اور نہ کثیر ہے۔ سب سے پہلا معنی قریب ترین معنی ہے۔ (معجم، ۵۶)

اِلَی الضَّعْفِ مَاھُوَ

جس راوی کے بارے میں یہ جملہ کہا جا رہا ہے وہ ضعف کے قریب ہے، اس جملہ میں ضعف سے مراد سوء حفظ ہے، اس کا استعمال محدثین کے ہاں بہت کم ہے۔ اور اس طرح یہ جملہ: اِلَی اللّیِّنَ مَاھُوَ، مذکورہ معنی میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ (لسان ۱/۲۴۲)

اِلَی اللّین مَاھُوَ

دیکھیے: اِلَی الضَّعْفِ مَاھُوَ

اِلَیہ المُنتَھَی فِی التَّثَبُّت

مراتبِ تعدیل میں سے سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔ دیکھیے: مراتب تعدیل

اِلَیہِ المُنتَھَی فِی الوَضْعِ

مراتبِ جرح میں سب سے شدید درجہ ہے، یعنی اکذب الناس کے برابر ہے، بلکہ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ یہ صیغہ اس سے بھی شدید ہے۔ (معجم، ۵۶)

الإمَامُ

یہ لفظ تعدیل کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور اس سے مراد وہ راوی ہے جو علم حدیث میں پوری طرح متمکن ہو، اس راوی کی روایات قابل قبول ہوں گی۔ (معجم الفاظ / ۷۵)

أَوْثَقُ النَّاس

یہ مراتب تعدیل میں اعلیٰ مراتب میں سے ہے۔ اسی طرح أثبت الناس، والیه المنتهي في التثبت۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: مراتب تعدیل

— ب —

بَخٍ

یہ لفظ خوشی اور پسندیدگی کے لیے بولا جاتا ہے، اور توثیق کے لیے استعمال ہوتا ہے اور کہنے والا اس کے ساتھ مزید کلمات کا اضافہ بھی کر دیتا ہے: مثلاً: بَخٍ مِنَ الأَئِمه، بَخٍ ثِقَة، بَخٍ بَخٍ ثِقَة، ثَبْتٌ بَخٍ بَخٍ، بَخٍ ثَبْت فِي الْحَدِيْثِ، اور بعض دفعہ صرف اس کلمہ کو تکرار سے بیان کیا جاتا ہے: مثلاً بَخٍ، بَخٍ، بَخٍ (لسان ۱۲/۳)

البَلاَءُ فِيه مِنْ فُلاَنٍ

یہ عبارت اس راوی کے لیے استعمال کی جاتی ہے جس کے بارے میں یہ بتانا مقصود ہو کہ وہ حدیث کے گھڑنے میں متہم ہے، اور الفاظ جرح میں اس کا شمار ہوگا۔ (لسان ۲۵/۳)

بُنْدَار

یہ لقب راوی کی توثیق کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اور اس کا مطلب ہے حافظ۔ یہ لقب ابو بکر محمد بن بشار بن عثمان العبدی کو دیا گیا تھا۔ ان کا شمار امام بخاری کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: ”انہیں بندار الحدیث کا لقب اس لیے دیا گیا کہ وہ اپنے شہر میں، اور اپنے زمانے میں حدیث کے حافظ تھے“۔ (سیر اعلام النبلاء، ۱۴۴: ۱۲)

— ت —

تَالِفٌ

یہ لفظ شدید جرح کا معنی دیتا ہے، اس سے مراد راوی کے بالکل ناقابل قبول ہونے کا اظہار

ہے یعنی متروک اور ساقط ہے۔ تَالِفٌ لَاتَحِلُّ الرِوَايَةُ عَنْه و تَالِف لَيْسَ بِشَيْءٍ کا بھی یہی مفہوم ہے۔ (لسان ۶۲/۳)

تَالِفٌ، لاَتَحِلُّ الرِّوَايَةُ عَنْه دیکھیے: تالف

تَالِفٌ لَيْسَ بِشَيْءٍ دیکھیے: تالف

تَرَكَه النَّاسُ

یہ عبارت راوی پر تنقید کے لیے استعمال کی جاتی ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے ہم عصر محدثین نے اس راوی سے روایت کرنا پسند نہیں کیا، نقاد ان حدیث میں سے سب سے زیادہ امام بخاری نے اس عبارت کو استعمال کیا ہے۔ (لسان ۱۹۳/۳)

تَغَيَّرَ بِآخِرِه – تَغَيَّرَ بِأَخَرَه

یہ عبارت جرح راوی کے لیے استعمال کی جاتی ہے، اور اس سے وہ راوی مراد ہے جو اپنی عمر کے آخری حصے میں ذہنی طور پر اختلاط کا شکار ہو جائے، یعنی بڑھاپے یا کسی اور وجہ سے اس کے حافظے میں کمزوری اور خرابی آ جائے۔ "تغیر بآخرہ" کی اصطلاح دو طرح پڑھی جا سکتی ہے: ہمزہ پر مد، خا کے نیچے زیر اور را پر زبر، ہمزہ، خا اور را پر زبر۔ دونوں طرح ادا کرنے سے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ (معجم، ۱۰۳)

تَكَلَّمَ فِيه فُلاَنٌ

یعنی کسی راوی کے بارے میں فلاں محدث نے تنقید کی ہے، اس کو جھوٹا قرار دیا ہے یا شدید یا معمولی ضعف سے بیان کیا ہے، یا سوء حفظ یا بدعت کے بارے میں راوی کی حالت بیان کی ہے۔ (لسان ۳۲۴/۳)

تُكَلِّمُ فِيه، تَكَلَّمُوا فِيه

یعنی راوی کے بارے میں اہلِ علم نے کسی عیب یا جرح کا ذکر کیا ہے، چاہے وہ عیب اس کی عدالت میں ہو یا ضبط میں ہو، یہ الفاظ 'جَرحٌ غَيْرُ مُفَسَّر' کے ضمن میں آئیں گے ان سے

صرف یہ اشارہ ملتا ہے کہ اہل علم نے اس راوی کو قابل قبول نہیں سمجھا ہے، بہر حال ایسے راویوں کے بارے میں مزید تحقیق کی ضرورت ہوگی تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ اس کے بارے میں جرح شدید ہے یا معمولی اور اسی حوالے سے اس کی حدیث کو قبول یا رد کیا جائے گا۔ (لسان ۳۲۵/۳)

تهمة الكذب (جھوٹ بولنے کا الزام)

کسی راوی پر جھوٹ بولنے کا الزام ہو تو اسے متہم بالکذب کہا جاتا ہے اور اس کی روایت متروک کہلاتی ہے۔ جب کسی راوی میں مندرجہ ذیل دو باتوں میں سے کوئی ایک ثابت ہو جائے تو اسے متہم بالکذب سمجھا جاتا ہے:

۱۔ کوئی حدیث جو صرف ایک ہی راوی سے مروی ہو، اور حدیث، معلوم و معروف شرعی قواعد کے خلاف ہو۔

۲۔ راوی عام بول چال اور گفتگو میں جھوٹا مشہور ہو، مگر حدیث نبوی میں اس سے جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو۔ (تیسیر، ۸۵)

— ث —

الثَّبْت

بائے ساکنہ کے ساتھ، ثبت سے مراد وہ لقب ہے جو تعدیل کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ دل، زبان اور کتاب کو محفوظ رکھنے والے شخص کو ثبت کہا جاتا ہے، لیکن بائے مفتوحہ کے ساتھ ثبت سے مراد وہ کتاب ہے جس میں محدث اپنی روایات اور اپنے ساتھ سننے والے راوی کے نام محفوظ رکھتا ہے۔ (شرح الالفیۃ، ۱۵۷)

ثِقَة

ثقہ، لغت میں قابل اعتماد کو کہتے ہیں، محدثین کرام اس راوی کو ثقہ کہتے ہیں جس میں عادل اور ضابط ہونے کی صفات پائی جائیں۔ دیکھیے: عدل، ضبط (تیسیر، ۲۱۲)

ثِقَة، أَجْمَعَتِ الأُمَّة عَلَى الإِحْتِجَاجِ بِه

توثیق راوی کے لیے اعلیٰ ترین عبارت یعنی اس راوی کی توثیق پر امت کا اجماع ہے۔ (لسان ۲۷/۴)

ثِقَة، اِنْ شَاءَ اللّٰه

راوی کی توثیق استثناء کے ساتھ اس بات کی دلیل ہے کہ کہنے والا راوی کو اچھی طرح نہیں جانتا یا اس کے ہاں اس کے بارے میں شک ہے، بہتر ہے کہ اس طرح کے راوی کو 'صدوق' کے درجہ میں رکھا جائے۔ (لسان ۲۷/۴)

ثِقَة بِاِجْمَاعٍ

بغیر کسی مخالفت کے راوی ثقہ ہے۔ (لسان ۲۷/۴)

ثِقَة بِلاَ ثُنْيَا

بغیر کسی استثناء کے راوی ثقہ ہے (لسان ۲۷/۴)

ثِقَة بِلاَ مُدَافَعَه

یعنی اس راوی کے بارے میں کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جو اس کی توثیق کے برخلاف ہو۔ (لسان ۲۸/۴)

ثِقَة بِلا نِزَاعٍ

اس راوی کے بارے میں نقادانِ حدیث کے نزدیک کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ (لسان ۲۸/۴)

ثِقَة ثَبْتٌ

ثِقَةٌ ثِقَة

ثِقَةٌ ثِقَةٌ ثِقَة

ان تمام عبارتوں سے مراد ہے کہ راوی پوری طرح قابل قبول ہے اور یہ مراتب تعدیل کے اعلیٰ ترین درجات ہیں، اور تکرار توثیق مزید مع تعدیل کی دلیل ہے۔ (لسان ۲/۲۹)

ثِقَةٌ رُبَّمَا أَخْطَأَ

راوی ثقہ ہے لیکن بعض مرتبہ غلطی کا مرتکب ہوتا ہے، دیکھیے: ثِقَة رُبَّمَا أَغْرَبَ (لسان ۴/۳۰)

ثِقَةٌ رُبَّمَا أَغْرَبَ

بعض نقادانِ حدیث راوی کے بارے میں یہ جملہ استعمال کرتے ہیں، خاص طور پر امام ابن حبان (۳۵۴) جبکہ کوئی بھی ثقہ راوی غلطی سے مبرا نہیں ہے، لیکن خاص طور پر توثیق کے ساتھ اس کی انفرادیت کا ذکر کرنا فائدے سے خالی نہیں ہے، اور وہ فائدہ یہ ہے کہ یہ راوی توثیق کے اونچے مرتبہ پر نہیں ہے، جبکہ اس سے برتر توثیق کا حامل اس سے بہتر اور قابل ترجیح ہوگا۔

حافظ ابن حبان (ف ۳۵۴ھ) کی عادت یہ ہے کہ وہ ثقہ راوی کا وہم یا تفرد دیکھتے ہی اس پر "رُبَّمَا أَغْرَبَ" کا لیبل لگا دیتے ہیں، چاہے وہ ایک ہی روایت میں کیوں نہ ہو۔ (لسان ۴/۳۰)

ثِقَةٌ رُبَّمَا وَهِمَ دیکھیے: ثِقَة رُبَّمَا أَغْرَبَ ، ثِقَة رُبَّمَا أَخْطَأَ

ثِقَةٌ صَدُوْقٌ

بعض نقادان حدیث راوی پر اس عبارت کے اطلاق کرتے ہیں، اس کا مقصد تاکید توثیق بھی ہو سکتا ہے یا دونوں اوصاف میں تردد ہے۔ بعض حالات میں ثقہ ہے اور بعض حالات میں صدوق ، بہر حال بہتر ہے کہ درمیانی درجہ اختیار کیا جائے سوائے اس کے کہ کوئی

قرینہ ہو جو اسے اس درجہ سے اعلیٰ یا ادنیٰ قرار دے تو اس قرینہ کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

دیکھیے: ثقہ، صدوق، صدوق ثقہ (لسان ۳۲/۴)

— ج —

جائزُ الحدِیث

اس جملہ سے دو درجے اخذ کیے جاسکتے ہیں:

۱۔ صدوق حسن الحدیث، یہ رتبہ قابل احتجاج ہے، اور اسی مفہوم میں اکثر استعمال کیا جاتا ہے۔

۲۔ قابلِ اعتبار راوی کے بارے میں اگرچہ کہ وہ لین یا مستور الحال ہو۔ (لسان ۵۴/۴)

الجَبَل

تعدیل کے لیے یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے، عموماً امام دارقطنی ثقہ کے ساتھ شامل کرکے استعمال کرتے ہیں۔ انہوں نے یہ لفظ ان راویوں کے لیے استعمال کیا ہے: بشر بن الحارث الحافی (ف ۲۲۷ھ)، محمد بن عبداللہ بن سلیمان الحضرمی مطین (ف ۲۹۷)، احمد بن ہارون بن روح البردیجی البرذعی (ف ۳۰۱) (معجم، ۱۱۳)

جَبَلُ العِلْم

یعنی علم کا پہاڑ، یہ الفاظ وکیع بن الجراح الرؤاسی (ف ۱۹۷ھ) نے ابو داؤد الطیالسی (ف ۲۰۴ھ) کی توثیق کے لیے استعمال کیے تھے۔ (شرح الفاظ التوثیق، ۸۵)

جَبَلٌ فِي الكَذِبِ

یہ عبارت تجریح کے لیے استعمال کی جاتی ہے، اور اس میں مبالغہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسے راوی کے بارے میں استعمال کی جاتی ہے جو اپنی کذب بیانی میں انتہا کو پہنچ چکا ہے، ایسے راوی کی روایت کسی بھی حال میں قابل قبول نہیں ہے۔ (معجم الفاظ: ۸۹)

جَبَلٌ مِن جِبَالِ البَصرَة– مِن جِبَالِ الكُوفَة

یعنی بصرہ / کوفہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ۔ توثیق اور تعدیل کے یہ الفاظ عبدالملک بن عمرو القیسی العقدی (ف ۲۰۴ھ) اور فضل بن دکین الکوفی (ف ۲۱۹ھ) کے لیے حافظ محمد بن یونس الکدیمی نے استعمال کیے تھے۔ (شرح الفاظ التوثیق، ۹۶)

جَبَلٌ نُفِخَ فِيه عِلمٌ

یعنی علم سے بھرپور پہاڑ، یہ الفاظ امام ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم الحربی (ف ۲۸۵ھ) نے ابو عبید القاسم بن سلام البغدادی (ف ۲۲۴ھ) کی توثیق میں کہے تھے۔ (شرح الفاظ التوثیق، ۸۸)

جِرَابُ الكَذِب

یعنی جھوٹ کا پلندہ، (جِرَاب) سے مراد بوری یا تھیلا ہے، اس جملے سے مراد راوی کے جھوٹ کی کثرت کا اظہار کرنا ہے۔ (لسان ۴/۵۶)

جَيِّد–جَيِّدُ الحَدِيثِ

یہ دونوں الفاظ تعدیل کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، امام ذہبی اور امام عراقی نے ان الفاظ کو چوتھے مرتبہ میں رکھا ہے، جن راویوں کے بارے میں یہ الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں ان کی روایات قابل اعتبار ہیں۔ (معجم الفاظ: ۹۰)

–ح–

حَدِيثُه لَيسَ بِشَيْئٍ

یہ عبارت تجریح کے لیے استعمال ہوتی ہے، بظاہر اس سے مراد یہ ہے کہ راوی متروک ہے، لیکن یہ احتمال بھی ہے کہ وہ صرف ضعیف ہو۔ (لسان ۴/۱۳۸)

حَدِيثُه مُنكَرٌ

تجریح کے الفاظ میں شمار ہوتا ہے، یعنی اس راوی کی حدیث منکر ہے، امام عراقی اس کو چوتھے اور امام سخاوی پانچویں مرتبے میں شمار کرتے ہیں۔ ان دونوں مراتب کے راویوں کی حدیث اعتبار کے لیے لکھی جاتی ہے۔ (معجم الفاظ: ۹۲)

حَدِيْثُه يُشْبِهُ حَدِيْثَ الصَّالِحِيْنَ

یعنی اس کی حدیث صالح افراد کی حدیث کے مشابہ ہے، بظاہر یہ عبارت تعدیل پر دلالت کرتی ہے، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے اس لیے کہ اکثر زاہد و عابد حضرات اپنے زہد و عبادت میں مصروفیت کی وجہ سے علم حدیث کو وقت نہیں دے پاتے، اسی لیے ان کے ہاں حفظ میں کمزوری، اوہام اور کثرت اغلاط پائی جاتی ہیں اور بعض حالات میں کذب تک موجود ہوتا ہے، جیسا کہ یحییٰ بن سعید القطان (م ۱۹۸ھ) نے کہا: "مارأیت الصالحین فی شی أكذب منهم فی الحديث" یعنی میں نے صالحین سے زیادہ حدیث میں جھوٹ بولنے والا نہیں دیکھا، اور اس کی بنیادی وجہ ہے کہ وہ احادیث میں صحیح طور پر امتیاز نہیں کر سکتے۔ (لسان ۱۳۹/۴)

حَيَّةُ الوَادِی

یہ توثیق و تعدیل کے لیے استعمال ہونے والی عبارت ہے۔ سفیان بن عیینہ نے ابن المدینی کی تعدیل کے لیے یہ عبارت استعمال کی تھی۔ اس سے ان کی عظمت بیان کرنا مقصود ہے، جیسے ایک وادی کا اژدہا اپنی وادی کی حفاظت کرتا ہے، اسی طرح امام ابن المدینی سنت کی حفاظت کے لیے کمربستہ رہتے ہیں۔ (شرح الفاظ التوثیق، ۷)

حَيْوَان

امام ذہبی (ف ۷۴۸ھ) عموماً یہ لفظ ان راویوں کے بارے میں استعمال کرتے ہیں جو مجہول ہوں اور شدید ضعف کے حامل ہوں۔ مثلاً: سمعان بن مہدی، حَيْوَانٌ لَا يُعرِفُ

(المیزان ۳/ ۳۲۸) ضرار بن سہل، وَلاَ یُدرِی مَن ذَا الحَیْوَان (المیزان ۳/ ۴۴۸) (لسان ۴/ ۲۲۰)

— خ —

خِیَارٌ

یہ لفظ تعدیل کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اس راوی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو مرتبہ ثقہ سے کمتر لیکن اس میں سے کوئی ایسا عیب بھی نہ ہو جو اسے رد کردے لیکن ثقہ کے مرتبہ تک بھی نہیں پہنچ سکا، ایسے راوی کی احادیث قابل اعتبار ہیں، قابل حجت نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس لفظ میں ضبط راوی کے بارے میں کسی قسم کا اشارہ نہیں پایا جاتا۔ (معجم الفاظ/ ۹۴)

خِیَارُ الخَلقِ، دیکھیے: خِیَارٌ

— ذ —

ذَاهِبُ الحَدِیْث

یعنی راوی متروک اور سَاقِطُ الحَدِیْثِ ہے، اسی طرح ذَهبَ حَدِیْثُه، ایک ہی معنی کے حامل ہیں۔ (لسان ۴/ ۲۸۵)

ذُومَنَاکِیْر

یعنی راوی متروک ہے اور اس کی مرویات میں منکر احادیث پائی جاتی ہیں، منکر الحدیث کے مترادف ہے۔ (لسان ۴/ ۲۶۵)

— ر —

رُكنٌ مِن أَرکَانِ الکَذِب

مراتبِ جرح میں مستعمل عبارت ہے اور یہ شدید ترین عبارت ہے جس کے بارے میں کہی جائے، اس سے روایت کرنا جائز نہیں ہے۔ نیز دیکھیے: مراتب جرح (معجم، ۱۵۶)

رَوَوْا عَنْهُ

یہ جملہ تعدیل کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اور اس راوی کی احادیث قابل اعتبار ہوں گی۔ (معجم الفاظ/ ۱۰۰)

رَوَی مَنَاکِیرَ، یَرْوِی احَادِیثَ مُنکَرة

یہ دونوں جملے تجریح کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، اور اس راوی کی احادیث قابل اعتبار ہوں گی۔ (معجم الفاظ/۱۰۰)

رَوَی النَّاسُ عَنْهُ

یہ جملہ تعدیل کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اور اس راوی کی احادیث اعتبار کے لیے لی جاسکتی ہیں۔ (معجم الفاظ/ ۱۰۱)

— ز —

زُیُوف

بعض نقادانِ حدیث راوی کے بارے میں کہتے ہیں: 'أحَادِیثُ فُلَانٍ زُیُوف'، یعنی فلاں راوی کی احادیث کھوٹی ہیں اور کھوٹے سکوں سے مشابہت ظاہر کرتے ہوئے اس کی تجریح کی جاتی ہے۔ (لسان ۵/۹۹)

—س—

سَارِقُ الحَدِيث

راوی پر جرح کی ایک قسم ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ کوئی راوی حدیث کی روایت میں منفرد ہو، اور دوسرا راوی یہ دعوی کردے کہ وہ بھی منفرد راوی کے ہمراہ (اسی شیخ سے) سماع میں شریک ہے تو یہ راوی سارق الحدیث کہلائے گا، یا کوئی راوی کہیں سے حدیث کی کوئی کتاب حاصل کرلے اور اس کے مصنف سے سماع کی بجائے اس کتاب سے حدیثیں روایت کرنا شروع کردے تو وہ بھی سارق الحدیث کہلائے گا۔

مثال: یحییٰ بن معین نے ابراہیم بن ابی اللیث کو جھوٹا قرار دیا ہے، کیونکہ وہ حدیث چوری کیا کرتا تھا۔(تاریخ بغداد، ۶:۱۹۴، معجم، ۱۷۸)

سَاقِط

مراتب جرح میں تیسرے مرتبے میں استعمال ہونے والا یہ صیغہ ہے۔اس صیغے کے حامل راویوں کی احادیث نہ حجت ہوسکتی ہیں، نہ استشهاد اور اعتبار کے قابل ہیں۔(الجرح والتعدیل، ۲:۳۷)

سَكَتَ عنهُ/ سَكَتَ عَليهِ (البخاری وابن ابی حاتم کے نزدیک)

یہ جملہ ظاہر کرتا ہے کہ اس راوی کو امام بخاری (ف ۲۵۶ھ) نے اپنی کتاب (التاریخ) میں یا حافظ ابن ابی حاتم (ف ۳۲۷ھ) نے اپنی کتاب (الجرح والتعدیل) میں ذکر کیا ہے، لیکن اس کے بارے میں کوئی جرح یا تعدیل ذکر نہیں کی۔

بعض اہل علم اس سکوت کو توثیق پر محمول کرتے ہیں، جو کہ صحیح نہیں ہے، اور صحیح بات یہ ہے کہ امام بخاری کا سکوت محتمل ہے، جیسا کہ امام مزی (ف ۷۴۲ھ) نے اپنی کتاب تهذيب الكمال (۱۸/۲۶۵) میں عبدالکریم بن ابی المخارق کے ترجمہ میں حافظ ابن

یربوع شبلی کا قول نقل کیا ہے: امام مسلم(ف۲۶۱ھ) نے اس راوی کے بارے میں جرح اپنی کتاب کے شروع میں بیان کی ہے، جبکہ امام بخاری نے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے ہاں اس کے بارے میں احتمال موجود ہےاور انھوں نے اپنی کتاب (التاریخ) میں کہا ہے، (کل من لم ابین فیه جرحة فهو علی الاحتمال و اذا قلت، فیه نظر، فلا یحتمل) یعنی ہر وہ جس کے بارے میں میں نے کوئی جرح بیان نہیں کی ہے تو وہ محتمل ہے، اور جب میں کہتا ہوں "فیه نظر" تو کوئی احتمال باقی نہیں رہتا، خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری کے سکوت کے نتیجہ میں راوی ثقہ یا ضعیف یا مختلف فیہ ہو سکتا ہے،

ابن ابی حاتم(ف۳۲۷ھ) کے سکوت سے مراد انھوں نے اپنی کتاب (الجرح و التعدیل) کے مقدمہ میں واضح کر دیا ہے کہ میرا مقصد اس کتاب میں ان راویوں کے بارے میں معلومات جمع کرنا ہے جن کے بارے میں اقوال جرح یا تعدیل ملتے ہیں، اور ان راویوں کا بھی ذکر کیا ہے جن کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا اس امید پر کہ جب بھی ان کے بارے میں کوئی قول ملے گا تو اس کو ذکر کر دیا جائے گا۔

ان کی بات کا مفہوم یہ ہے کہ اگر انہیں کسی راوی کے بارے میں قابل قبول جرح یا تعدیل نہیں ملی تو اسے انہوں نے بغیر کلام کے چھوڑ دیا ہے۔ (لسان ۱۰۹/۵)

سَكَتُوا عَنْه،

یعنی اس راوی کے بارے میں علماء نے جرح یا تعدیل بیان نہیں کی ہے، لیکن امام بخاری(ف۲۵۶ھ) کے ہاں اس کا مفہوم یہ ہے کہ (ترکوه) یعنی اس کو انہوں نے چھوڑ دیا ہے۔ (لسان ۱۱۰/۵)

سَيِّئ الحِفظِ

یہ عبارت تجریح کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ حافظ عراقی نے اسے پانچویں مرتبے میں شمار کیا ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ ایسے راوی کی احادیث اعتبار کے لیے لکھی جاسکتی ہیں۔ (معجم الفاظ/ ۱۰۴)

سَيِّدُ المُحدِّثِين

توثیق راوی کے لیے استعمال ہونے والا لقب۔ بعض اہل علم نے امام شعبہ بن الحجاج کے لیے اسے استعمال کیا ہے۔ (شرح الفاظ التوثیق، ۷۷)

ـ ش ـ

شَبه الرِّيح

راویوں کی جرح کا صیغہ ہے، یحییٰ بن سعید القطان نے سعید بن المسیب کی حضرت ابوبکرؓ سے روایت کے لیے یہ لفظ استعمال کیا تھا۔

سعید بن المسیب، حضرت عمرؓ کی خلافت کے دو سال بعد پیدا ہوئے، لہٰذا وہ حضرت ابوبکرؓ سے کس طرح روایت کر سکتے ہیں؟ روایت میں موجود اس سقم کو دور کرنے کے لیے یہ لفظ استعمال کیا گیا تھا۔ گویا اس لفظ سے مقصود سعید بن المسیب کی حضرت ابوبکرؓ سے روایت کو مجروح کرنا نہیں ہے، بلکہ یہ بتانا ہے کہ یہ روایت ابن المسیب تک بلاغات کے ذریعے پہنچی ہے۔ (معجم، ۲۰۱)

شِبْه لاَ شَيْئ

یہ عبارت راوی یا روایت ضعف ظاہر کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ جیسا کہ امام احمد (م ۲۴۱ھ) نے قبیصۃ اور ابو حذیفہ کے بارے میں فرمایا: (قبيصة أثبت منه جدا، يعني في حديث سفيان، ابوحذيفه شبه لاشي وقد كتبت عنهما جميعا) یعنی

حدیث سفیان میں قبیصہ دوسرے سے زیادہ ثقہ ہے، ابو حذیفہ جیسے کہ کچھ نہیں ہے۔ اور میں نے راوی سے روایت لکھی ہے۔ (لسان ۱۵۷/۵)

شَیْخٌ

یہ کلمہ اہل نقد کے ہاں مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے:

۱۔ راوی کی قلت روایت کے لیے

۲۔ راوی سے روایت کرنے والوں کی قلت، ان دونوں معانی کی وجہ سے وہ مجہول الحال بھی ہو سکتا ہے۔

۳۔ علم حدیث کے بارے میں قلت معرفت، بعض حالات میں اس شخص کے لیے استعمال کرتے ہیں جس کا اس فن سے تعلق نہ ہو۔

۴۔ راوی کا ضبط اور حفظ روایات میں تساہل، جس کی وجہ سے اس کے بارے میں سوء حفظ کا الزام لگایا جا سکتا ہے۔

۵۔ عموی طور پر روایت کے لیے قابل قبول ہونا، اس کی حدیث لکھی جا سکتی ہے۔ حافظ ابن حجر کے نزدیک یہ پانچواں مرتبہ ہے۔ (لسان ۱۶۷/۵)

شیخ وسط

مراتبِ تعدیل میں مستعمل صیغہ ہے۔ حافظ ابن حجر کے نزدیک اس کا پانچواں درجہ ہے، یعنی اس درجے کے راویوں کی حدیث لکھی جائے گی اور اس پر غور کیا جائے گا۔ (التدریب، ۱:۳۴۵)

ــ ص ــ

صَاحِبُ أَوَابِدَ

یہ کلمہ محدثین موضوع، منکر اور بالکل ناقابل قبول روایات نقل کرنے والوں کے لیے استعمال کرتے ہیں، اور عموماً یہ احادیث ایسے لوگوں کی وجہ سے رد کی جاتی ہیں۔ اوابد جمع ہے آبدۃ کی اور اس سے وحشی جانور مراد ہے۔ (لسان ۱۸۷/۵)

صالح الحدیث

علم جرح وتعدیل میں الفاظ تعدیل میں سے ایک لفظ ہے، جو اس راوی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو اپنی عدالت، ثقاہت اور تقویٰ کے لحاظ سے مناسب ہو، البتہ کچھ وہم کا شکار ہو، ایسے راوی کی حدیث قابل حجت ہے۔ اہل جرح وتعدیل نے اسے تیسرے مرتبہ میں رکھا ہے۔ (الرفع والتکمیل، ۱۳۸)

صالح للاحتجاج

یعنی وہ حدیث جو قابل حجت ہو اور اس میں صحیح اور حسن دونوں شامل ہیں۔

صالح للاعتبار

یعنی وہ حدیث جو قابل اعتبار ہو۔ اعتبار سے مراد وہ حدیث ہے جس کا راوی ہو اور اس کی تقویت کی خاطر مزید طرق اور اسانید تلاش کیے جائیں۔

صَدُوْق

یہ کلمہ اہل نقد کے نزدیک اس راوی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو ثقہ سے کمتر ہو، یعنی اس میں توثیق کے تمام مطلوبہ اوصاف موجود ہوں صرف ضبط میں کچھ کمی ہو اور اس کی روایت میں بعض حالات میں وہم پیدا ہو جاتا ہو، اس قسم کے راوی محدثین کے نزدیک قابل حجت ہیں۔ (لسان ۲۵۷/۵)

صَدُوْقٌ اِنْ شَاءَ اللّٰہ

یہ عبارت اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ ناقد کو راوی کو صدوق کہنے میں کچھ تردد ہو اس لیے وہ اس کی روایت قبول کرنے میں احتیاط کرنے کا مشورہ دے رہا ہے۔ (لسان ۲۷۴/۵)

صَدُوْقٌ اِنْ شَاءَ اللّٰہ وَلَہ خَطَأٌ و أَوْھام

یعنی راوی کا ضعف شدید نہیں ہے، وہ لین الحدیث کے قریب ہے۔ (لسان ۲۷۵/۵)

صَدُوقٌ تَغَيَّرَ بِأَخَرَة

یہ جملہ تعدیل کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ راوی اصل میں صدوق ہے لیکن عمر کے آخری حصے میں اختلاط کا شکار ہو گیا ہے، حافظ ابن حجر اسے پانچویں مرتبے میں شمار کرتے ہیں اور اس کی حدیث اعتبار کے لیے لکھی جا سکتی ہے۔ (معجم الفاظ/۱۰۸)

صَدُوقٌ ثِقَة دیکھیے: صدوق

صَدُوقٌ رُبَّمَا يَهِمْ

بظاہر صدوق کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے لیکن صدوق کے مقابلے میں کمتر درجہ کا حامل ہے، اس لیے کہ صدوق میں وہم موجود ہے اس لیے اسے توثیق سے کمتر سمجھا گیا لیکن اس کا تذکرہ نہیں کیا گیا، لیکن اس عبارت میں صراحت سے اس کے وہم کا ذکر ہے۔ (لسان ۵/۲۸۰)

صَدُوقٌ سَيِّئُ الحِفْظِ

تعدیل کے لیے مستعمل جملہ، حافظ ابن حجر کے نزدیک پانچواں مرتبہ ہے، اعتبار کے لیے احادیث لکھی جا سکتی ہیں۔ (معجم الفاظ/۱۰۹)

صَدُوقٌ كَثِيرُ الأَوْهَام

تعدیل کے لیے مستعمل جملہ ہے، پانچویں مرتبے میں شمار کیا جاتا ہے، اعتبار کے لیے احادیث لکھی جا سکتی ہیں۔ (معجم الفاظ/ ۱۰۹)

صَدُوقٌ لكِنَّه مُبْتَدِعٌ، صَدُوقٌ مُبْتَدِعٌ

تعدیل کے لیے مستعمل جملے ہیں، پانچویں مرتبے میں شمار کیا جاتا ہے، اعتبار کے لیے احادیث لکھی جا سکتی ہیں۔ (معجم الفاظ/۱۰۹)

صَدُوقٌ له أوهامٌ ، صَدُوقٌ يخطئ، صَدُوقٌ يَهِمُ

تعدیل کے لیے مستعمل جملے ہیں، پانچویں مرتبے میں شمار کیے جاتے ہے، اعتبار کے لیے احادیث لکھی جا سکتی ہیں۔ (معجم الفاظ/ ۱۱۰)

صُوَيْلِح

ناقدین حدیث کے نزدیک یہ کلمہ صالح سے کمتر ہے، اور اپنی صلاحیت کے اعتبار سے قابل استشہاد ہے، صالح الحدیث کے مترادف ہے۔ (لسان ۵/۲۸۷)

ـ ض ـ

ضَابِطٌ

تعدیل کے لیے مستعمل جملہ ہے، چوتھے مرتبے میں شمار کیا جاتا ہے، احتجاج کے لیے احادیث لکھی جاسکتی ہیں۔ یعنی اس راوی کی احادیث قابل حجت ہیں۔ (معجم الفاظ/ ۱۱۲)

الضَّخمُ عَنِ الضِّخَام

توثیق اور تعدیل کے لیے استعمال ہونے والی عبارت ہے۔ ضخم سے مراد بھاری بھر کم، عظیم ہے۔ ضخام اس کی جمع ہے۔ یہ الفاظ شعبہ کے لیے استعمال کیے گئے۔ (سیر اعلام النبلاء، ۷:۲۱۹)

ضُعِّفَ، يُضَعَّفُ

تجریح کے لیے مستعمل الفاظ ہیں، ان الفاظ سے شدید ضعف مراد نہیں ہے، اس لیے تمام ائمہ کے نزدیک یہ تجریح کے آخری مرتبے میں شمار ہوتے ہیں اور قابل اعتبار ہیں۔ (معجم الفاظ/ ۱۱۲)

ضَعَّفُوه دیکھیے: ضَعِيفٌ

ضَعِيفٌ

تجریح کے لیے مستعمل الفاظ ہیں، حافظ ذہبی اور عراقی نے چوتھے مرتبے میں اور حافظ سخاوی نے پانچویں مرتبے میں شمار کیا ہے، اور اس کے راوی کی احادیث اعتبار کے لیے لکھی جاسکتی ہیں۔ (معجم الفاظ/ ۱۱۳)

ضَعِيفُ الحَدِيْثِ

جرح و تعدیل میں مستعمل صیغوں میں سے ایک صیغہ ہے جو جرح کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ دوسرے مرتبے میں یہ صیغہ ذکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے مرتبے کے راویوں کا حکم یہ ہے کہ ان کی روایات یکسر رد نہیں کی جاتیں، بلکہ اعتبار کے لیے قابل قبول ہوتی ہیں۔ (دراسات، ۲۵۲)

ضَعِيفٌ جِداً

راویوں کی جرح کے لیے مستعمل عبارتوں میں سے ایک عبارت ہے، جو تیسرے مرتبے کے راویوں کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ تیسرے مرتبے کے راویوں کی احادیث قابل اعتبار ہیں، انہیں یکسر رد نہیں کیا جا سکتا۔ (دراسات، ۲۵۲)

— ط —

طَرَحُوا حَدِيْثَهُ، طَرَحُوهُ (راوی)، مُطَّرَحُ الحَدِيثِ، مُطَّرَحٌ

تجریح کے لیے مستعمل الفاظ، یعنی: اس کی حدیث انہوں نے پھینک دی ہے، حافظ عراقی نے تیسرے مرتبے اور حافظ سخاوی نے چوتھے مرتبے میں شمار کیا ہے، اور ان الفاظ کے حامل راوی کی احادیث احتجاج کے قابل ہیں نہ اعتبار کے قابل۔ (معجم الفاظ / ۱۱۴)

طَعَنُوا فِيه

تجریح کے لیے مستعمل صیغہ، اس سے مراد ہے کہ اس راوی کے بارے میں اہل علم نے کلام کیا ہے اور اس کے عیب بیان کیے ہیں، اس کا مرتبہ حافظ عراقی کے نزدیک پانچواں اور حافظ سخاوی کے نزدیک چھٹا ہے، اور اس کے حامل راوی کی احادیث احتجاج کے قابل ہیں اور نہ اعتبار کے قابل۔ (معجم الفاظ / ۱۱۴)

ـ ع ـ

عَدْلٌ حَافِظٌ

تعدیل کے لیے مستعمل صیغہ ہے، اس سے مراد ہے کہ یہ راوی اپنے حفظ اور ضبط کے حوالے سے اعلیٰ ترین درجہ پر فائز ہے، اور اس کی روایت کی ہوئی احادیث قابل قبول ہیں۔ (معجم الفاظ/ ۱۱۸)

عَسَیٰ الغُوَیرُ أَبْؤُساً

یہ جملہ جرح کے الفاظ میں شمار ہوتا ہے اور اس شخص کے بارے میں استعمال کیا جاتا ہے جو ظاہر میں ہر عیب سے پاک ہو، لیکن اس سے غلطی کا اندیشہ ہو۔ یہ جملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنین ابو جمیلہ کو اس وقت کہا تھا، جب انہوں نے سنین ابو جمیلہ کو ایک لا وارث بچہ اٹھائے ہوئے دیکھا۔ یہ اشارہ تھا کہ جیسے وہ انہیں اس پر متہم کر رہے ہیں۔ (معجم، ۲۸۵)

عَلی یَدَیْ عَدْلٍ

تجریح کے لیے مستعمل جملہ ہے، عدل سے مراد ابن سعد العشیرہ ہے جو کہ تبع کا سپاہی تھا، اور تبع جب کسی شخص کو ہلاک کرنا چاہتا تھا تو عدل کے حوالے کر دیتا تھا، اس طرح یہ ایک محاورہ بن گیا اس شخص کے بارے میں جو ہلاکت کے قریب ہو اس لیے نقاد حدیث نے اسے تجریح کے لیے استعمال کیا ہے اور ہالک، ساقط کے ہم معنی شمار کیا ہے، اور اس راوی کی روایات احتجاج کے قابل ہیں نہ اعتبار کے قابل اور اس جملہ سے تعدیل کا مفہوم لینا غلط ہوگا۔ (معجم الفاظ/ ۱۱۸)

عَلَّامَةُ الإِسْلَامِ ـ سَیِّدُ المُحَدِّثِیْن

یحییٰ القطان ''علامۃ الاسلام'' کی ترکیب توثیق کے لیے استعمال کیا کرتے تھے۔ ''سید المحدثین'' کی عبارت اعمش (ف ۱۴۷ھ) کے لیے استعمال کی گئی تھی۔ (شرح الفاظ التوثیق، ۵۰)

— غ —

غَيْرُ ثِقَة – غَيْرُ ثِقَة و لا مَأمُونٍ

تجریح کے لیے مستعمل جملے ہیں، حافظ عراقی کے نزدیک دوسرے اور حافظ ذہبی اور حافظ سخاوی کے نزدیک تیسرے مرتبے میں شمار ہوتے ہے، یہ راوی احتجاج کے قابل ہے نہ اعتبار کے قابل۔ (معجم الفاظ/۱۲۰)

غَيْرُ مُعْتَمَدٍ– غَيْرُهُ أَثْبَتُ مِنْهُ – غَيْرُه اَحَبُّ

تجریح کے لیے مستعمل جملے ہیں، آخری مراتب میں شمار ہوتا ہے، اس مرتبے کے راوی کی روایات قابل اعتبار ہوں گی۔ (معجم الفاظ/ ۱۲۱)

غَيرُه أَحْفَظُ مِنه– غَيرُه أَرْضَىٰ مِنْه– غَيرُه أَقْوَىٰ مِنْه–غَيرُه أَمْتَنُ مِنْه– غَيرُه اَوْثَقُ مِنه

تجریح کے لیے مستعمل جملے ہیں، چھٹے مرتبے میں شمار ہوتے ہیں، اس مرتبے کے راوی کی روایات قابل اعتبار ہوں گی۔ (معجم الفاظ/ ۱۲۴-۱۲۵)

حافظ الجریری یہ مرتبہ شدید ضعف کے لیے استعمال کرتے ہیں۔[1]

— ف —

فَاحِشُ الغَلَط

اس سے وہ راوی مراد ہے جو فاش غلطیوں کا مرتکب ہوتا ہو، اس لیے اس کی روایت کو منکر کا نام دیا گیا ہے۔ فاش غلطیوں کو پرکھنے کا معیار یہ ہے کہ ایسے راوی کی غلطیاں زیادہ ہوں،

۱- ابن حجر: تهذيب التهذيب ٦٧/٦

اور صحیح باتیں کم ہوں، یا برابر ہوں، کیونکہ انسان سے بھول چوک ہو جاتی ہے، لیکن جب کثرت سے ہونے لگے تو وہ قابل قبول نہیں ہے۔(اہتمام المحدثین بنقد الحدیث، ۲۳۸)

فَارِسٌ فِي الحَدِيث

یعنی شہ سوار حدیث۔ یہ الفاظ ایوب السختیانی نے شعبہ کے بارے میں استعمال کیے تھے، اور ان کا مقصود ان کی توثیق و تعدیل کرنا تھا۔(شرح الفاظ التوثیق، ۷۸)

فُحشُ الغفلَة

یعنی شدید غفلت کا مرتکب راوی۔ غفلت کا وہ درجہ جس میں راوی اتنا غافل ہو کہ صحیح اور غلط میں امتیاز نہ کر سکے۔ (اہتمام المحدثین، ۲۳۴)

فُحشُ الغَلَط دیکھیے: فَاحِشُ الغَلَط

فَحلُ الحَدِيث

فحل کا لفظ ہر حیوان کے مذکر کے لیے بولا جاتا ہے، اس کا ترجمہ ''مرد حدیث'' کیا جا سکتا ہے۔ یہ تعریفی جملہ محدث کی محنت اور علمیت پر دلالت کرتا ہے۔ توثیق کے لیے یہ عبارت یعقوب بن سفیان الفسوی (ف ۲۷۷ھ) نے اسحاق بن عبداللہ ابن ابی طلحہ انصاری (ف ۱۳۴ھ) کے لیے استعمال کی تھی۔(شرح الفاظ التوثیق، ۱۲۸)

فَطِنٌ- فَطِنٌ و صَحِيحٌ كَيِّسٌ

تعدیل کے لیے مستعمل صیغے ہیں، حافظ سخاوی نے انہیں چھٹے مرتبے میں شمار کیا ہے، اس مرتبے کے حامل راوی کی روایات اعتبار کے لیے تحریر کی جائیں گی۔ (معجم الفاظ/ ۱۲۶)

فُلاَنٌ أَحَبَّ إلىَّ مِنْه – فُلاَنٌ أَوْثَقُ مِنْه

اس قسم کی عبارتیں عموما اہل نقد دوراویوں کے درمیان ترجیح کے لیے استعمال کرتے ہیں اور اس سے مقصد راوی کی تجریح ہرگز نہیں ہے، بعض حالات میں یہ عبارت عمومی طور پر دوراویوں کے درمیان ترجیح کے لیے استعمال کی جاتی ہے لیکن کس مرتبے کے ساتھ مثلاً:
حافظ ذہبی کا قول: هو من مشاهير المحدثين، وغيره أثبت منه اور اس قسم کی عبارتوں سے مراد یہ ہے کہ راوی اپنی ثقاہت یا ضبط کے حوالے سے کم سے کم درجے پر ہے۔ (معجم الفاظ/ ۱۲۷)

فُلاَنٌ تَعرِفُ وتُنكِر – فُلاَنٌ يُعرَفُ ويُنكَر

راویانِ حدیث کی جرح کے لیے یہ صیغے استعمال کیے جاتے ہیں، اور اس راوی کے لیے استعمال ہوتے ہیں جو کبھی معروف احادیث بیان کرتا ہو اور کبھی منکر اور غیر معروف احادیث بیان کرتا ہو۔ ایسے شخص کی روایت کردہ احادیث کے لیے ضروری ہے کہ انہیں ثقہ اور ضابط راویوں کی احادیث کے ساتھ پرکھا جائے۔

امام بخاری نے بشر بن عمارۃ کے بارے میں کہا ہے: يعرف وينكر (التاريخ الكبير)

—ق—

قَبَّانُ المُحَدِّثِين

توثیق اور تعدیل کے لیے استعمال ہونے والی عبارت۔ قبان سے مراد ترازو، میزان وغیرہ ہے۔ یہ الفاظ بعض علماء نے شعبہ کے لیے استعمال کیے تھے۔ (شرح الفاظ التوثیق، ۸۱)

القَوِي

بعض محدثین صحیح اور حسن کے درمیانی مرتبے کے لیے جید اور قوی کا لفظ استعمال کرتے ہیں، اور بعض اسے صحیح کا مترادف قرار دیتے ہیں۔ اکثر علماء کی رائے میں یہ صحیح اور حسن

کے درمیان کا رتبہ ہے۔ محدث یہ لفظ اس وقت استعمال کرتا ہے جب وہ کوئی ایسا نکتہ دیکھتا ہے جو حدیث کو حسن سے بلند کردے، لیکن صحیح تک نہ پہنچائے۔ (التدریب، ۱:۱۷۸)

۔ک۔

کَأَنَّہ مُصْحَفٌ

یہ عبارت توثیق کے لیے استعمال کی جاتی ہے، اس سے مراد ہے کہ یہ راوی توثیق کے سب سے بلند درجے پر فائز ہے۔ (لسان ۷/۱۰)

کَاذِبٌ/ کَذَّابٌ

تجریح کے لیے مستعمل لفظ، تمام اہل نقد کے نزدیک یہ تجریح کے لیے سخت جملے ہے اور اس کا حامل راوی کسی لحاظ سے حدیث کی روایت کے قابل نہیں ہے۔ (معجم الالفاظ/ ۱۳۶)

کَانَ بَحْرًا لَاتُکَدِّرُہُ، الدِّلَاءُ

کَذَّاب دیکھیے: کَاذِب

کَذَاکَذَا

یہ جملہ امام احمد (م۲۴۱ھ) اس راوی کے لیے استعمال کرتے ہیں، جس کے حفظ میں لین (ضعف) پایا جائے۔ قَالَ: یُونَس بِنْ اَبِی اِسْحَاق السَبِیْعی: قَالَ عَبْدُاللّٰہ بِنْ اَحْمَد: سَاکِتَ اَبِی عَنْ یُونَس بِنْ اَبِی اسحاق؟ قَالَ: کَذَا وَ کَذَا، المیزان ۴/۴۸۲ (لسان ۷/۶۷)

کَیِّسٌ

تعدیل کے لیے مستعمل لفظ، اس سے مراد ذہن ہے، حافظ سخاوی کے نزدیک یہ لفظ چوتھے مرتبہ میں شمار ہوتا ہے، اور اس کے حامل راوی کی حدیث اعتبار کے لیے لکھی جاتی ہے۔ (معجم الالفاظ/ ۱۳۸)

ـ ل ـ

لَا أَحَدَ أَثْبَتُ مِنهُ

تعدیل کے لیے مستعمل صیغے، ائمہ کرام نے دونوں صیغوں کو پہلے مرتبہ میں رکھا ہے، اور ان کے حامل راوی کی احادیث قابل حجت ہیں۔ (معجم الفاظ/ ۱۳۹)

لَا أَدْرِي مَاهو دیکھیے: لیس بالثقة

لَا أَعْرِفُ لَه نَظِيْراً فِي الدُّنْيَا دیکھیے: لَا أَحَدَ أَثْبَتُ مِنْه

لاتَحِلُّ الرِّوَايَة عَنْه— لَا تَحِلُّ كِتَابَة حَدِيْثِه

تجریح کے لیے مستعمل صیغے، حافظ سخاوی نے انہیں چوتھے مرتبے میں شمار کیا ہے، جس کے حامل راوی کی روایات قابل حجت ہیں نہ قابل اعتبار۔ (معجم الفاظ/ ۱۴۱)

لَا شَيئ

جرح کے الفاظ میں سے ایک لفظ ہے اور اس کا تیسرا مرتبہ ہے۔ اس مرتبے کے راوی کی احادیث کسی طور پر قابل قبول نہیں ہیں، نہ بطور احتجاج، نہ بطور استشہاد اور نہ اعتبار ہی کے لیے۔ (الرفع والتکمیل، ۱۷۸)

لايُتَابَعُ عَلَى حَدِيثِه

یہ عبارت اس راوی کے لیے استعمال کی جاتی ہے جس کے ضعف کی وجہ سے اس کی احادیث اس قابل نہیں ہوتیں کہ ان کے لیے متابعات تلاش کیے جائیں۔

لَا يُسأَلُ عَن مِثلِه — لَا يُسأَلُ عَنه

مراتبِ تعدیل میں یہ عبارتیں استعمال کی جاتی ہیں، اور ان کا دوسرا مرتبہ ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے راوی قابل احتجاج ہیں۔ (الرفع والتکمیل، ۱۵۵)

لَا يُسَاوِى شَيْئا

یعنی کسی چیز کے برابر نہیں ہے۔ راوی حدیث پر جرح کے شدید الفاظ میں اس عبارت کو شمار کیا جاتا ہے۔ ابن عدی اور امام دار قطنی نے ایک راوی کے بارے میں کہا: انه كذاب لايساوى شيئا (الرفع والتکمیل، ۱۵۴)

لَايُسَوِّى نَوَاة فِي الحَدِيث

یعنی حدیث کے بارے میں ایک کھجور کی گٹھلی کے برابر بھی نہیں ہے۔ یہ عبارت راوی پر جرح کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ ابن عدی کا قول ہے کہ الحسین بن ابی شعر کو کہتے ہوئے سنا ہے: "یحییٰ بن عثمان حدیث میں ایک گٹھلی کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتا" (الکامل لابن عدی، ۲۷۰۶:۷)

لَايُعتَبَرُ بِه — لَا يُعتَبَرُ بِحَدِيثِه

یہ عبارت اس راوی کے لیے استعمال کی جاتی ہیں جس کی روایات قابل اعتبار نہیں ہوتیں، یعنی وہ راوی اپنے ضعف کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ اس کی حدیث کی تقویت کے لیے کوئی متابعہ یا شاہد تلاش کیا جائے۔ (الرفع والتکمیل، ۱۵۳)

لَيسَ مِن إِبِلِ القِبَابِ— لَيسَ مِنْ أَهْلِ الحِفْظِ— لَيسَ مِنْ جَمَّازَاتِ المَحَامِلِ— لَيسَ مِنْ جِمَالِ المَحَامِلِ

تجریح کے لیے مستعمل جملے ہیں، حافظ سخاوی نے انہیں چھٹے مرتبے میں شمار کیا ہے، یعنی ایسے راوی کی روایات اعتبار کے لیے لکھی جا سکتی ہیں۔ (معجم الفاظ / ۱۵۶۔۱۵۷)

لَيسَ بِشَئي

یعنی وہ کچھ نہیں ہے۔ یہ عبارت الفاظ جرح میں استعمال کی جاتی ہے اور اس کے دو مفہوم بتائے گئے ہیں:

۱۔ راوی کی احادیث کی تعداد بہت کم ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے عبدالعزیز بن المختار کے بارے میں کہا ہے (مقدمہ فتح الباری)۔ ۲۔ اس سے مراد راوی کو ضعیف قرار دینا ہے۔ جمہور اہل علم کی یہی رائے ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: مراتب جرح (الرفع والتکمیل ۱۷۸)

لَیسَ بِهِ بَأسٌ

یہ مراتبِ تعدیل میں سے ایک مرتبہ اور مقام ہے۔ حافظ ابن معین کے نزدیک اس سے مراد ثقہ ہے اور جب وہ ضعیف کہیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ دیگر اہل علم کے نزدیک بھی یہ الفاظ تعدیل کے لیے ہیں، لیکن ثقہ سے کمتر ہیں اور اس راوی کی حدیث حسن کے درجہ میں ہوگی۔ (معجم، ۳۳۳)

لَیِّن

الفاظ جرح میں سے ایک لفظ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ راوی نہ تو بالکل ساقط ہے اور نہ پوری طرح ثقہ ہی، بلکہ اس میں کچھ ایسی قابل اعتراض باتیں ہے جن کی بنا پر اسے پوری طرح عادل نہیں کہا جا سکتا۔

اسی طرح لین الحدیث بھی اس حکم میں شامل ہے، اور یہ مراتب جرح کے پہلے مرتبہ میں شامل ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس راوی کی روایت قابل اعتبار ہوگی، یعنی اس کی تقویت کے لیے مزید روایات تلاش کی جائیں گی۔ (التدریب، ۱: ۳۴۶)

— م —

مَاأَعْلَمُ بِهِ بأساً

اس عبارت کے تین مفہوم ہو سکتے ہیں:

۱۔ یہ جملہ "أرجو أنّه لابَأسَ بِهِ" کے برابر ہے، جبکہ یہ قول "لابَأسَ بِهِ" سے کمتر ہے، اس جملہ میں بغیر تردد کے راوی پر حکم لگایا گیا ہے، جبکہ اول الذکر میں تردد کی گنجائش ہے۔

۲۔ یہ جملہ مذکورہ جملہ سے کم تر ہے، لیکن ناقد حدیث نے اس راوی کو پوری طرح نہیں پرکھا۔

۳۔ یہ عبارت مذکورہ عبارت سے برتر ہے، یعنی "لابَأسَ بِهِ" کے برابر ہے، اور یہ احتمال غالب ہے، اس لیے کہ عموماً راوی کے بارے میں سوال کرنے پر ناقد حدیث جو کہ اس راوی کے بارے پوری طرح باخبر ہے مذکورہ جواب دے تو یہ حکم "ارجو أنه لا بأس به" سے بہتر ہے، اور اس کے بارے میں باخبر ہونے کی دلیل ہے، اس طرح "لاَ أَعْلَمُ بِهِ بَأسًا" اور "مَا أعْلَمُ وَاللّٰهِ بِهِ بَأسًا" کا یہی مرتبہ ہے۔ (لسان ۵/۸)

مَا أَقْرَبَ حَدِيْثَهُ

تعدیل کے لیے مستعمل جملہ، حافظ سخاوی کے نزدیک چھٹے مرتبے میں شمار ہوتا ہے، ایسے راوی کی روایات اعتبار کے لیے لکھی جاسکتی ہیں۔ (معجم الفاظ/ ۱۶۱)

مَأْمُوْنٌ

تعدیل کے لیے مستعمل لفظ، حافظ سخاوی کے نزدیک پانچواں مرتبہ، اعتبار کے لیے حدیث لکھی جاسکتی ہے۔ (معجم الفاظ/ ۱۶۱)

مَا عَلِمْتُ فِيهِ جَرْحًا

تعدیل کے لیے مستعمل صیغہ ہے، چھٹے مرتبے میں شمار ہوتا ہے، راوی قابل اعتبار ہے۔ (معجم الفاظ/ ۱۶۱)

مُتَّفَقٌ عَلَى تَرْكِهِ – مُجْمَعٌ عَلَى تَرْكِهِ

یہ دونوں صیغے تجریح کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، حافظ سخاوی کے نزدیک تیسرے مرتبے میں شمار ہوتا ہے۔ ان کا حامل راوی قابل احتجاج ہے نہ قابل اعتبار۔ (معجم الفاظ/

۱۶۲۔ ۱۶۴)

مُتقِنٌ– مُتقِنٌ ثَبتٌ

تعدیل کے مستعمل الفاظ، حافظ سخاوی نے انہیں چوتھے مرتبے میں شمار کیا ہے، یعنی راوی حجت کے قابل ہے۔ (معجم الفاظ/ ۱۶۳)

مَحَلّهُ إنْ شَاءَ اللّه الصِّدق

اس عبارت میں تردد کا اظہار ہوتا ہے یا ناقد حدیث کے باخبر ہونے کا اظہار ہے یا دونوں باتیں ہو سکتی ہیں۔ دیکھیے: مَحَلُّه الصِّدْق

مَحَلّهُ الصِّدْق

نیز یہ جملہ تعدیل کے لیے استعمال ہوتا ہے جو کہ "صدوق" سے کم تر ہے، اور اس راوی کی حدیث قابل حجت نہیں ہوگی لیکن دوسری روایت کی تقویت کے ساتھ اس کی روایت قابل قبول ہوگی۔ (لسان ۸/ ۸۴)

مَحَلُّه الصِّدْقُ وَالسَّتْر

مَحَلُّه الصِّدْق کے ہم معنی ہے۔ (لسان ۸/ ۸۴)

مَحَلُّه مَحَلُّ الأَعْرَاب

امام ابو حاتم (ف ۲۷۷ھ) نے بعض راویوں کے بارے میں یہ عبارت استعمال کی ہے جس کا مقصد تجریح ہے، اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ راوی کا علم حدیث اور اس کی نزاکتوں سے کوئی تعلق نہیں ہے، امام ابو حاتم نے وہثم بن قران کے بارے میں یہ جملہ استعمال کیا ہے۔ (الجرح والتعدیل ۴/ ۴۴۳۔ ۴۴۴) (لسان ۸/ ۸۶)

مُخْتَلَفٌ فِيه

تجریح کے لیے مستعمل صیغہ ہے، یعنی اس راوی کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، بہر حال اس کی روایات قابل اعتبار ہیں۔ (معجم الفاظ/ ۱۶۵)

مَرْدُودُ الحَدِيثِ

تجریح کے لیے مستعمل صیغہ ہے، حافظ سخاوی کے نزدیک چوتھا مرتبہ ہے، راوی قابل حجت ہے نہ قابل اعتبار۔ (معجم الفاظ/ ۱۶۶)

مُستَقِيمُ الحَدِيث

یہ جملہ راوی کی توثیق کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اور اس سے مراد یہ ہے کہ راوی عمومی طور پر ثقہ ہے اور اس کی احادیث قابل قبول ہیں۔ (لسان ۸/۱۳۹)

مَشَّاه فُلَانٌ

تجریح کے لیے مستعمل صیغہ ہے، یعنی اس راوی کو فلاں نے قبول کیا ہے، یا عمومی طور پر قابل قبول سمجھا ہے، یہ صیغہ عموماً ہلکے صیغوں میں شمار ہوتا ہے۔ حافظ منذری، حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے استعمال کیا ہے۔ اس کے حامل راوی کی روایات اعتبار کے لیے لکھی جائیں گی۔ (معجم الفاظ/ ۱۶۶)

مُصْحَفٌ

الفاظ تعدیل میں شمار کیا جاتا ہے، یعنی اس وصف کا حامل راوی اپنے حفظ و اتقان میں مصحف کی طرح غلطیوں سے پاک ہے، حافظ سخاوی کے نزدیک اس کا چوتھا مرتبہ ہے، اور اس کی روایت قابل حجت ہیں۔ (معجم الفاظ/ ۱۶۷)

مُضْطَرِبٌ— مُضْطَرِبُ الحَدِيثِ

یہ الفاظ تجریح کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، اور ان کے حامل راویوں کی روایات اعتبار کے لیے لکھی جاسکتی ہیں۔ اور ان کے متابعات و شواہد تلاش کیے جاسکتے ہیں۔ (معجم الفاظ/ ۱۶۷)

المُضَعَّف

حدیث کی قبولیت اور عدم قبولیت کے لحاظ سے تین قسمیں ہیں: صحیح، حسن اور ضعیف۔ حافظ ابن الجوزی نے ایک اور قسم المضعف کا اضافہ کیا ہے۔

اس سے مراد وہ حدیث ہے جس کے ضعیف ہونے پر علماء کے درمیان اتفاق نہ ہو، بلکہ بعض اہل علم نے اس کی سند یا متن کو ضعیف قرار دیا ہو، جبکہ کچھ اور علماء نے اس کی تصحیح کی ہو۔ یہ قسم ضعیف سے درجہ بندی میں بالاتر ہوگی۔ (حاشیہ تدریب الراوی، ۱:۱۸۱)

مُطَّرَحٌ – مُطَّرَحُ الحَدِيثِ– المَطْرُوحُ – مَطْرُوحُ الحَدِيثِ

یہ الفاظ راوی کی تجریح کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ مرتبہ اولیٰ میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس مرتبے کے راویوں کی احادیث ہر حال میں ناقابل قبول ہیں۔ اکثر ایسی احادیث کتب موضوعات میں پائی جاتی ہیں۔ (دراسات، ۲۵۱)

مَطْعُونٌ

تجریح کے لیے مستعمل لفظ، حافظ سخاوی نے اسے چھٹے مرتبے میں شمار کیا ہے، اس راوی کی روایات احتجاج اور اعتبار کے قابل ہیں۔ (معجم الالفاظ/ ۱۶۹)

مَعْدِنُ الكَذِبِ–مَنبَعُ الكَذِبِ

تجریح کے لیے مستعمل صیغہ ہے، یعنی جھوٹ کی کان/جھوٹ کا چشمہ اور اس کے حامل راوی کی روایات کسی بھی حال میں قابل قبول نہیں ہیں۔ (معجم الالفاظ/ ۱۷۹)

مُقَارِبُ الحَدِيث

صیغہ تعدیل میں سے ایک صیغہ ہے۔

لفظ "مقارب" دو طرح پڑھا جاسکتا ہے، یعنی را پر زبر اور را کے نیچے زیر۔ زبر کے ساتھ مقارَب الحدیث کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کی حدیث اس کی حدیث سے قریب ہے۔ زیر کے ساتھ مقارِب الحدیث سے مراد ہے کہ اس کی حدیث دیگر ثقہ راویوں کی حدیث سے قریب تر ہے۔ حافظ عراقی نے انہیں چوتھے مرتبے جبکہ حافظ سخاوی نے انہیں پانچویں مرتبے میں شمار کیا ہے، اور ان کے ساتھ "حديثه منكر، له ماينكر اور مناكير" کا اضافہ کیا ہے۔ حافظ ذہبی نے مراتب جرح میں دوسرے مرتبے میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ بہر حال اس راوی کی روایات اعتبار کے لیے لکھی جاسکتی ہیں۔

مِنْ مَعَادِنِ الصِّدْقِ

یہ عبارت تعدیل کا ایک صیغہ ہے۔ سفیان ابن عیینہ نے یہ لفظ مسعر بن کدام ابو سلمۃ کوفی کے لیے استعمال کیا ہے، جس سے ان کی توثیق، علوِ منزلت اور علمی شان کا اندازہ ہوتا ہے۔ (شرح الفاظ التوثیق، ۶۴)

المِیزان

علم جرح وتعدیل میں تعدیل کے لیے یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے، جیسے ابراہیم الجواہری کہتے ہیں کہ شعبہ اور سفیان کے درمیان کسی بات پر اختلاف ہو جاتا تو وہ کہتے کہ میزان کے پاس چلو، یعنی مسعر بن کدام۔ سفیان ثوری نے یہ لفظ عبدالملک بن ابی سلیمان العرزمی کے لیے بھی استعمال کیا ہے۔ (معجم، ۵۱۰)

— ن —

نَزْکُوہ

علم جرح وتعدیل میں جرح کا صیغہ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ زیر بحث روایت زبان زد عام وخاص ہے، لیکن اس کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔ یہ صیغہ عبداللہ بن عدن بن اورطبان البصری نے ایک راوی کے بارے میں استعمال کیا تھا۔ بعض راویوں نے اسے ترکوہ پڑھا ہے جو نزکوہ کی تصحیف ہے، اصل کلمہ نون اور زای سے ہے۔ (معجم، ۵۱۳)

نَسِیجُ وَحدِہ

علم جرح وتعدیل میں تعدیل کا صیغہ ہے، خلیف بن عقبہ نے ابن سیرین کے لیے استعمال کیا تھا۔ (معجم، ۵۲۰)

نِقمَةٌ وَ عَذَابٌ

علم جرح وتعدیل میں جرح کا ایک شدید صیغہ ہے۔ حافظ صالح جزرۃ نے ایک راوی برکۃ بن محمد الحلبی کے بارے میں کہا کہ وہ برکت نہیں، بلکہ نقمت اور عذاب ہے۔ (معجم، ۵۲۰)

— ہ —

هالِکٌ دیکھیے: مُوْدٍ

هُوَ شَیخٌ لَیسَ بِذَاکَ

علم جرح وتعدیل میں استعمال ہونے والا صیغہ ہے۔ **ھوشیخ** سے مراد یہ ہے کہ راوی بڑی عمر والا ہے اور اس پر نسیان غالب ہے۔

لیس بذاک سے مراد یہ ہے کہ وہ اب اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا، یعنی اس کی روایت ضعیف ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف **ھوشیخ** تعدیل کے کمترین درجے کی عبارت ہے، اور جب اس کے ساتھ **لیس بذاک** کا اضافہ ہو جائے تو یہ جرح کا صیغہ بن جاتا ہے۔

صرف شیخ کا استعمال تعدیل کا صیغہ ہے اور اس کا حامل قابل حجت نہیں ہے۔ (معجم، ۵۲۱)

— و —

وَاضِعٌ وَاہ—وَاہ — وَاہ ضَعَّفُوہ— وَاہ بِمَرَّۃ— وَاهِي الحَدِیثِ

یہ تمام صیغے تجریح کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، اور شدت ضعف کی وجہ سے ان کے حامل راوی کی روایات احتجاج کے قابل ہیں نہ اعتبار کے قابل۔ (معجم الفاظ/ ۱۷۸)

وَسَطٌ

تعدیل کا مستعمل صیغہ، یعنی معتدل، حافظ سخاوی نے اسے چھٹے مرتبے میں شمار کیا ہے، اور اس کے موقوف راوی کی روایات قابل اعتبار ہیں۔ (معجم الفاظ/ ۱۷۹)

وَضَّاعٌ— وَضَعَ حَدِیثاً

یہ دونوں صیغے تجریح کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں اور پہلے مرتبے میں ان کا شمار ہوتا ہے، اور ان کے متصف راوی کی روایات کسی بھی حالت میں قبول نہیں کی جا سکتی۔ (معجم الفاظ/ ۱۷۹)

ـ ی ـ

يَاقُوتَةٌ بَيْنَ العُلَمَاءِ ـ اليَاقُوتُ الأَحْمَر

مختلف اہل علم نے یہ الفاظ بعض محدثین کرام کی توثیق اور تعدیل کے لیے استعمال کیے ہیں۔ اس سے مراد ان محدثین کی عظمت اور ثقاہت بیان کرنا مقصود ہوتا ہے کہ وہ علماء کے درمیان ایک یاقوت کی مانند ہے۔ (یاقوت ایک قیمتی پتھر کا نام ہے)۔ (شرح الفاظ التوثیق، ۲۶)

يَتَكَلَّمُونَ فِيه

تجریح کے لیے مستعمل صیغہ، حافظ سخاوی کے نزدیک چھٹا مرتبہ، اس وصف کے حامل راوی کی روایات اعتبار کے لیے لکھی جائیں گی۔ (معجم الفاظ/ ۱۸۱)

يُحَدِّثُ بِأَحَادِيثَ لَيْسَتْ مُضِيئَة

علم جرح و تعدیل میں جرح کے لیے یہ عبارت حافظ دارقطنی نے ابی السکین زکریا بن یحیٰ الطائی کے لیے استعمال کی تھی۔ اس سے یہ مقصود ہے کہ وہ ایسی احادیث بیان کرتا ہے جو بے نور ہوتی ہیں۔ (معجم، ۵۲۶)

يَرْوِي حَدِيثَه ـ يُرْوَى عَنه

تعدیل کے لیے مستعمل صیغے، حافظ سخاوی کے نزدیک چھٹا مرتبہ، اعتبار کے لیے احادیث لکھی جاسکتی ہیں۔ (معجم الفاظ/ ۱۸۱)

يُعْتَبَرُ بِحَدِيثِه ـ يُعْتَبَرُ بِه

تعدیل کے لیے مستعمل صیغے ہیں، یعنی اس راوی کو اعتبار کے لیے لکھا جاسکتا ہے، متابعات اور شواہد تلاش کیے جاسکتے ہیں۔ (معجم الفاظ/ ۱۸۳)

يُعْرَفُ وَ يُنكَرُ دیکھیے: **فلان تعرف وتُنکر**

يُكْتَبُ حَدِيثُه

تعدیل کے لیے مستعمل جملہ ہے، اور اس کے حامل راوی کی احادیث قابل اعتبار ہوتی ہے۔ (معجم الفاظ/ ۱۸۴)

يَكْذِبُ

تجریح کے لیے مستعمل صیغہ ہے، اور اس کے حامل راوی کی روایات کسی حال میں بھی قابل قبول نہیں ہیں۔ (معجم الفاظ/ ۱۸۵)

يُنْكِرُ مَرَّةً وَ يَعْرِفُ أُخْرىٰ دیکھیے: **فلان تعرف و تنکر**

اہم اصطلاحات جرح و تعدیل

کتب جرح و تعدیل میں محدثین کرام راویوں کے بارے میں بعض اصطلاحات بیان کرتے ہیں، جو راوی کے مرتبے کے تعین اور حدیث کی صحت جاننے کے لیے انتہائی ضروری ہیں، ذیل میں بعض اصطلاحات کی وضاحت کی جارہی ہے:

فلان تَعرف و تُنکر — یا — یُعرف و یُنکر

اس عبارت سے مراد یہ ہے کہ راوی بعض مرتبہ معروف احادیث اور بعض مرتبہ منکر احادیث بیان کرتا ہے، اس کی احادیث بالکل قابل ترک نہیں ہے بلکہ ان کی تحقیق اور ثقہ راویوں کی احادیث سے تقابل کیا جائے گا۔

مثال: بشر بن عمارہ کے بارے میں امام بخاری کا قول: تعرف وتنکر[1]، جبکہ ابن عدی کا قول ہے: وَهو عِندِي حَدِيثُهُ إِلَى الاسْتِقَامَةِ أَقْرَبُ.[2] یعنی اس کی روایات میرے نزدیک استقامت (صحت) سے زیادہ قریب ہیں.

یہ عبارت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ماخوذ ہے وہ فرماتے ہیں: كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الخَيْرِ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ، مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ، فَجَاءَنَا اللَّهُ بِهَذَا الخَيْرِ، فَهَلْ بَعْدَ هَذَا الخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: «نَعَمْ» قُلْتُ: وَهَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: «نَعَمْ، وَفِيهِ دَخَنٌ» قُلْتُ: وَمَا دَخَنُهُ؟ قَالَ: «قَوْمٌ يَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي، تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ»[3] لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے بارے میں سوال کرتے تھے، میں آپ ﷺ سے شر کے بارے میں پوچھتا تھا، اس خوف سے کہ کہیں میں اس میں نہ پڑ جاؤں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ہم لوگ جاہلیت اور شر میں مبتلا تھے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس خیر سے نواز دیا، تو کیا اس خیر کے بعد کوئی شر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے کہا: کیا اس شر کے بعد خیر ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، لیکن اس میں کچھ ملاوٹ ہوگی، میں نے کہا: وہ ملاوٹ کیا ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ لوگ میری سنت کے مطابق نہیں چلیں گے، ان کے عقائد اور اعمال میں معروف بھی پاؤ گے اور منکر بھی.

---

1 البخاري: محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة، أبو عبد الله (ف: ٢٥٦هـ) التاريخ الكبير دائرة المعارف العثمانيه، حيدر آباد الدكن، نگران: محمد عبد المعيد خان ٢/٨٠

٢- ابن عدي: الكامل في ضعفاء الرجال ٢/١٦١

٣ البخاري: الجامع الصحيح كتاب الفتن ٩/٥١

منکر الحدیث

محدثین یہ اصطلاح راوی کے لیے استعمال کرتے ہیں. اس کے مختلف اطلاقات ہیں:

۱۔ ضعیف راوی اگر ثقہ راوی کی مخالفت کرے

معروف حدیث کے مقابلے میں اگر ضعیف راوی حدیث بیان کرتا ہے تو اس کی حدیث منکر ہوگی، اور اگر کسی راوی کے ہاں اس قسم کی احادیث کثرت سے پائی جائیں تو اسے منکر الحدیث کہا جاتا ہے. امام مسلم فرماتے ہیں: وَعَلَامَةُ الْمُنْكَرِ فِي حَدِيثِ الْمُحَدِّثِ، إِذَا مَا عُرِضَتْ رِوَايَتُهُ لِلْحَدِيثِ عَلَى رِوَايَةِ غَيْرِهِ مِنْ أَهْلِ الْحِفْظِ وَالرِّضَا، خَالَفَتْ رِوَايَتُهُ رِوَايَتَهُمْ، أَوْ لَمْ تَكَدْ تُوَافِقُهَا، فَإِذَا كَانَ الْأَغْلَبُ مِنْ حَدِيثِهِ كَذَلِكَ كَانَ مَهْجُورَ الْحَدِيثِ، غَيْرَ مَقْبُولِهِ، وَلَا مُسْتَعْمَلِهِ.[1] اصول حدیث کی اصطلاح میں منکر اس شخص کی حدیث کو کہتے ہیں جو ثقہ اور کامل الحفظ راویوں کی روایت کے خلاف روایت کرے یا ان احادیث کی کسی سے موافقت نہ ہو پس جب اس کی احادیث میں سے اکثر اسی طرح ہوں تو وہ متروک الحدیث ہوگا اور اس کی مرویات محدثین کے نزدیک قابل قبول اور قابل عمل نہیں ہوتیں.

اکثر اہل علم اس اصطلاح کے قائل ہیں، اور یہ شاذ کے برعکس ہے، اس لیے کہ شاذ کا راوی ثقہ ہوتا ہے، منکر کا مقابل معروف، اور شاذ کا مقابل محفوظ ہوتا ہے.

۲۔ اگر ضعیف راوی روایت کے بغیر مخالفت کرے

اگر ضعیف راوی کسی کی مخالفت کے بغیر اور منفرد حالت میں روایت کرتا ہے تو وہ منکر الحدیث کے زمرے میں شمار کیا جاتا ہے. جیسا کہ امام ترمذی فرماتے ہیں: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ

۱- القشيري النيسابوري :مقدمة صحيح مسلم ٦/١

بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَاذَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «السَّلَامُ قَبْلَ الْكَلَامِ»وَبِهَذَا الإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «لَا تَدْعُوا أَحَدًا إِلَى الطَّعَامِ حَتَّى يُسَلِّمَ»:«هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ» سَمِعْتُ مُحَمَّدًا، يَقُولُ: «عَنْبَسَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ضَعِيفٌ فِي الْحَدِيثِ ذَاهِبٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ زَاذَانَ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ»[1] فضل بن صباح، سعید بن زکریا، عنبسہ بن عبدالرحمٰن، محمد بن زاذان، محمد بن منکدر، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سلام کلام سے پہلے کیا جانا چاہیے۔ اسی سند سے یہ بھی منقول ہے کہ کسی کو اس وقت تک کھانے کے لیے نہ بلاؤ جب تک وہ سلام نہ کرے۔ یہ حدیث منکر ہے ہم اسے اسی سند سے جانتے ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سنا کہ عنبسہ بن عبدالرحمٰن حدیث میں ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے۔ محمد بن زاذان منکر الحدیث ہے۔

اس روایت میں کسی ثقہ راوی کی مخالفت نہیں ہے اس کے باوجود راوی کو منکر الحدیث کہا گیا ہے. امام ذہبی نے علی بن المدینی کے تذکرہ میں لکھا ہے: ثقہ راوی کا تفرد صحیح اور غریب شمار کیا جاتا ہے جبکہ صدوق اور اس سے کمتر راوی کا تفرد منکر شمار کیا جائے گا، اور راوی کا کثرت سے ایسی روایات نقل کرنا جن کی لفظی یا اسنادی موافقت نہ ہو، اس راوی کو متروک الحدیث بنا دیتا ہے.[2]

۱- الترمذي: السنن أبواب الاستئذان و الأدب ٥٩/٥

۲- الذهبي: ميزان الاعتدال ١٤٠/٣- ١٤١

۳۔ثقہ راوی کسی کی مخالفت کے بغیر روایت میں منفرد ہو

اگر کوئی ثقہ راوی اپنی روایت میں منفرد ہو تو امام احمد اسے منکر الحدیث کہتے ہیں، جبکہ وہ کسی کی مخالفت نہ کر رہا ہو۔ اگر مخالفت کر رہا ہو تو اس کی روایت شاذ کے حکم میں ہو گی۔ حافظ ابن حجر ہدی الساری میں راوی یزِید بن عبد اللہ بن خصیفۃَ الکِندِیّ کے بارے میں امام احمد کا قول منکر الحدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: هَذِهِ اللَّفْظَة يطلقها أحمد على من يغرب على أقرانه بِالْحَدِيثِ عرف ذَلِك بالاستقراء من حَاله وَقد احتج بِابْن خصيفَة مَالك وَالأَئِمَّة كلهم،[۱] یعنی امام احمد یہ لفظ اس راوی کے لیے استعمال کرتے ہیں جو اپنے ہم عصر راویوں سے منفرد روایت کرتا ہے، امام احمد کی یہ عادت استقراء سے معلوم ہوئی ہے، امام مالک اور دیگر ائمہ نے راوی کو قبول کیا ہے۔

امام احمد منکر الحدیث دو طرح استعمال کرتے ہیں:

۱۔ ثقہ راوی کا کسی کی مخالفت کے بغیر روایت میں منفرد ہونا

۲۔ ثقہ راوی کا اپنے سے برتر راوی کی مخالفت کرنا

۴۔ثقہ راوی اگر ضعیف راویوں سے منکر روایات بیان کرتا ہے تو وہ بھی منکر الحدیث کہلا سکتا ہے۔

اگر کوئی راوی بذات خود ثقہ ہو، لیکن ضعیف راویوں سے منکر روایات بیان کرتا ہو تو بعض اہل علم نے اسے بھی منکر الحدیث قرار دیا ہے۔

۵۔ اپنے استاد کی وجہ سے منکر الحدیث ہو جانا

بعض اوقات راوی اپنی ذات میں قابل قبول ہوتا ہے اور اس میں کوئی عیب نہیں پایا جاتا، لیکن اپنے استاد کی وجہ سے منکر الحدیث ہو جاتا ہے۔

۱- ابن حجر: هدي الساري ص۴۵۳

٦۔ وہ شخص جس سے روایت کرنا جائز نہ ہو

یہ امام بخاری کی اصطلاح ہے۔ امام بخاری جس شخص سے بوجوہ روایت کرنا جائز نہیں سمجھتے، اسے منکر الحدیث کا لقب دیتے ہیں۔ (معجم، ۷۰، ۴)

١- مقارب الحدیث

صیغہ تعدیل میں سے ایک صیغہ ہے۔ لفظ "مقارب" دو طرح پڑھا جا سکتا ہے، یعنی را پر زبر اور را کے نیچے زیر۔ زبر کے ساتھ مقارب الحدیث کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کی حدیث اس کی حدیث سے قریب ہے۔ زیر کے ساتھ مقارب الحدیث سے مراد ہے کہ اس کی حدیث دیگر ثقہ راویوں کی حدیث سے قریب تر ہے، یعنی اس میں کوئی شاذ یا منکر روایت نہیں ہے بعض علما نے اس عبارت کو تجریح کے لیے بھی استعمال کیا ہے۔ راجح قول کے مطابق یہ عبارت تعدیل کے لیے استعمال کی جاتی ہے، جیسا کہ امام بخاری کا قول امام ترمذی نے اپنی کتاب میں ولید بن رباح اور عبداللہ بن محمد بن عقیل کی باری میں استعمال کیا ہے۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَكْثَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ العَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ المَرْأَةَ لَتَأْخُذُ لِلْقَوْمِ» ، يَعْنِي: تُجِيرُ عَلَى المُسْلِمِينَ۔ وَفِي البَابِ عَنْ أُمِّ هَانِئٍ ﷺ وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا، فَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَكَثِيرُ بْنُ زَيْدٍ قَدْ سَمِعَ مِنَ الوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ، وَالوَلِيدُ بْنُ رَبَاحٍ سَمِعَ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ وَهُوَ مُقَارِبُ الحَدِيثِ.[1]

١- الترمذي: السنن كتاب السير ٤/١٤١

امام ترمذي فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری سے پوچھا، انہوں نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے اور کثیر بن زید نے ولید بن رباح سے اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اور وہ مقارب الحدیث ہے.

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ» . هَذَا الْحَدِيثُ أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هَذَا الْبَابِ وَأَحْسَنُ. وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ هُوَ صَدُوقٌ، وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ. وسَمِعْت مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ، يَقُولُ: كَانَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَالْحُمَيْدِيُّ، يَحْتَجُّونَ بِحَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، قَالَ مُحَمَّدٌ: وَهُوَ مُقَارِبُ الْحَدِيثِ.[1]

امام ترمذی فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری کو کہتے ہوئے سنا ہے: احمد بن حنبل، اسحاق بن ابراہیم اور حمیدی، عبداللہ بن محمد بن عقیل کو قابل حجت سمجھتے تھے، امام بخاری کہتے ہیں: وہ مقارب الحدیث ہے.

۳- سارق الحدیث

راوی پر جرح کی ایک قسم ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ کوئی راوی حدیث کی روایت میں منفرد ہو، اور دوسرا راوی یہ دعویٰ کردے کہ وہ بھی منفرد راوی کے ہمراہ (اسی شیخ سے) سماع میں شریک ہے تو یہ راوی سارق الحدیث کہلائے گا، یا کوئی راوی کہیں سے حدیث کی کوئی کتاب حاصل کرلے اور اس کے مصنف سے سماع کی بجائے اس کتاب سے حدیثیں روایت کرنا شروع کردے تو وہ بھی سارق الحدیث کہلائے گا۔ مثال: یحییٰ بن معین نے ابراہیم بن ابی اللیث کو جھوٹا قرار دیا ہے، کیونکہ وہ حدیث چوری کیا کرتا تھا۔

۱- الترمذي: السنن   كتاب الطهارة ۱/ ۸

تغیر بآخرہ

یہ عبارت جرح راوی کے لیے استعمال کی جاتی ہے، اور اس سے وہ راوی مراد ہے، جو اپنی عمر کے آخری حصے میں ذہنی طور پر اختلاط کا شکار ہو جائے، یعنی بڑھاپے یا کسی اور وجہ سے اس کے حافظے میں کمزوری اور خرابی آ جائے۔

"تغیر بآخرہ" کی اصطلاح دو طرح پڑھی جاسکتی ہے: ہمزہ پر مد، خا کے نیچے زیر اور را پر زبر ہمزہ، خا اور را پر زبر۔ دونوں طرح ادا کرنے سے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

۵۔ هو شيخ ليس بذاك

علم جرح و تعدیل میں استعمال ہونے والا صیغہ ہے۔ **ھوشیخ** سے مراد یہ ہے کہ راوی بڑی عمر والا ہے اور اس پر نسیان غالب ہے۔

لیس بذاک سے مراد یہ ہے کہ وہ اب اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا، یعنی اس کی روایت ضعیف ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف **ھو شیخ** تعدیل کے کمترین درجے کی عبارت ہے، اور جب اس کے ساتھ **لیس بذاک** کا اضافہ ہو جائے تو یہ جرح کا صیغہ بن جاتا ہے۔

صرف شیخ کا استعمال تعدیل کا صیغہ ہے اور اس کا حامل قابل حجت نہیں ہے۔ ان دونوں عبارتوں کا ایک جملے میں جمع کرنا عجیب معلوم ہوتا ہے، اس کی توجیہ ملا علی قاری نے کی ہے، وہ فرماتے ہیں: راوی کی توثیق کے لیے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے، عدالت اور ضبط، اگر کسی راوی میں عدالت ہے ضبط نہیں ہے تو اس کی تعدیل پہلی صفت کے لحاظ سے اور تجریح دوسری صفت کے لحاظ سے کی جاسکتی ہے، اس صورت حال میں دو متضاد صفات جمع ہو سکتی ہیں۔

٦- الي الصدق ما هو

مراتبِ تعدیل میں سے ایک مرتبہ ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ یہ راوی ''مرتبہ صدق'' سے دور نہیں ہے۔دوسرے معانی یہ ہیں:

۱- مرتبہ صدق سے قریب ہے۔

۲- ''ما'' کو نافیہ سمجھتے ہوئے یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ وہ صدق سے قریب نہیں ہے۔

۳- دور نہیں ہے، یعنی صدق سے قریب ہے۔

''ما'' کو استفہامیہ سمجھا جائے تو مراد یہ ہوگی کہ مرتبہ صدق سے قرب میں مقدار پوچھی جارہی ہے تو اس کے جواب میں کہا گیا کہ نہ قلیل ہے، اور نہ کثیر ہے۔ سب سے پہلا معنی قریب ترین معنی ہے۔

بعض نقاد حدیث کی مخصوص اصطلاحات

۱. ابن مہدی کا قول: ثقہ

ابن مہدی اس قول کا اطلاق اس راوی پر کرتے ہیں جو حفظ و اتقان میں درجہ کمال پر پہنچ جاتے ہیں، جبکہ اس سے کمتر بھی ثقہ ہیں. ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: حدثني أبينا عبد الرحمن بن عمر الأصبهاني قال سمعت عبد الرحمن بن مهدي وقيل له أبو خلده ثقة؟ فقال كان صدوقا وكان مأمونا، الثقة سفيان وشعبة.[1]

میرے والد نے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن عمر اصبہانی کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن مہدی کو کہتے ہوئے سنا جب ان سے پوچھا گیا: کیا ابو خلدہ ثقہ ہے؟ تو انہوں نے کہا: وہ صدوق ہے، وہ مامون ہے، ثقہ تو سفیان اور شعبہ ہیں۔

۱- ابن ابي حاتم:الجرح و التعديل ۲/۳۷

وہ ثقہ اسے سمجھتے ہیں جو امامت کے درجے تک پہنچ چکا ہو، ابو خلدہ کا نام خالد بن دینار البصری ہے، ان کے حفظ میں کچھ عیب کے باوصف انہیں یزید بن زریع نے ثقہ کہا ہے اور امام بخاری نے ان کی روایت نقل کی ہے،[1] یعنی وہ قابل حجت راوی ہیں, اگر صرف شعبہ اور سفیان جیسے راویوں کی توثیق کی جائے گی تو ثقہ راوی تو بہت کم رہ جائیں گے ،اسی لیے ابن مہدی نے دیگر راویوں کو بھی ثقہ قرار دیا ہے۔

۲. دارقطنی کی اصطلاحات:

"فلان لیّن"

حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نَصْرٍ الدِّينَوَرِيُّ ، قَالَ: سَمِعْتُ حَمْزَةَ بْنَ يُوسُفَ السَّهْمِيَّ، يَقُولُ: سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ الدَّارَقُطْنِيَّ قُلْتُ لَهُ: إِذَا قُلْتَ: فُلَانٌ لَيِّنٌ، إِيشْ تُرِيدُ بِهِ؟ قَالَ: «لَا يَكُونُ سَاقِطًا مَتْرُوكَ الْحَدِيثِ، وَلَكِنْ مَجْرُوحًا بِشَيْءٍ لَا يُسْقِطُ عَنِ الْعَدَالَةِ»[2]

خطیب بغدادی کہتے ہیں: علی بن محمد بن نصر الدینوری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حمزہ بن یوسف السہمی کو کہتے ہوئے سنا ہے، میں نے ابو الحسن دارقطنی سے سوال کیا: جب آپ کہتے ہیں: فلاں راوی لین ہے، تو اس سے آپ کی کیا مراد ہوتی ہے؟ وہ فرماتے ہیں: وہ ساقط متروک الحدیث نہ ہو، لیکن ایسے عیب میں مبتلا نہ ہو جو اسے عدالت سے گرا دے، یعنی کسی بڑے عیب کی وجہ سے مجروح نہ ہو، دارقطنی کا قول دیگر نقاد کے اقوال سے بعید نہیں ہے۔

۱- ابن حجر: **تقريب التهذيب** ص۱۸۷

۲- الخطيب البغدادي : **الكفاية** ص۲۳

"فلان أعور بين عميان"

یعنی فلاں راوی اندھوں میں کانا ہے، اس قول سے ان کی مراد ہے کہ راوی ضعیف ہونے کے باوجود اس سند کے راویوں میں سب سے بہتر ہے۔[1]

"فلان يعتبر به"

یعنی راوی ضعیف ہے لیکن اس کی روایت اعتبار کے قابل ہے۔[2]

"فلان لا يعتبر به"

یعنی راوی بہت ضعیف ہے، اعتبار کے قابل نہیں ہے۔[3]

۳. ابن معین کی اصطلاحات

"ليس به بأس"

تمام اہل جرح و تعدیل کا متفقہ قول ہے کہ ابن معین کسی راوی کے بارے میں "ليس به بأس" کہتے ہیں تو اس سے مراد ثقہ ہے، خطیب بغدادی، احمد بن ابی خیثمہ سے روایت کرتے ہیں: ثنا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي خَيْثَمَةَ، قَالَ: قُلْتُ لِيَحْيَى بْنِ مَعِينٍ: إِنَّكَ

۱- المعلمي اليماني: مؤلف: عبد الرحمن بن يحيى بن علي بن محمد العتمي (ف: ١٣٨٦ھ) **التنكيل بما في تأنيب الكوثري من الأباطيل** مع تخريجات وتعليقات: محمد ناصر الدين الألباني - زهير الشاويش - عبد الرزاق حمزة ط/١ - المكتب الإسلامي، ١٤٠٦ھ ١٩٨٦م ٢/ ٥٨٦

۲- ابن كثير: **اختصار علوم الحديث** ص٥٩

۳- خطيب البغدادي: **الكفاية** ص ٢٢

تَقُولُ: فُلَانٌ لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ ، وَفُلَانٌ ضَعِيفٌ؟، قَالَ: "إِذَا قُلْتُ لَكَ: لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ فَهُوَ ثِقَةٌ، وَإِذَا قُلْتُ لَكَ: هُوَ ضَعِيفٌ، فَلَيْسَ هُوَ بِثِقَةٍ، لَا تَكْتُبْ حَدِيثَهُ"

احمد بن خیثمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے کہا: آپ کہتے ہیں: **فلان لیس به بأس**، اور **فلان ضعیف**؟ وہ فرماتے ہیں: جب میں کہتا ہوں **لیس به بأس** تو وہ ثقہ ہوتا ہے، اور جب میں کہتا ہوں ضعیف، تو وہ ثقہ نہیں ہوتا، اس کی حدیث نہیں لکھی جاتی۔

ابن معین بعض دفعہ **ثقہ** اور بعض مرتبہ **لیس به بأس** استعمال کرتے ہیں، کیا ان کے نزدیک دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے؟

اس لیے کہ ثقہ مرتبے کے لحاظ سے برتر ہے لیکن تاریخ ابن معین کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے، ان کے نزدیک دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے، کتاب کے محقق ڈاکٹر احمد نور سیف کی تحقیق کے مطابق ابن معین کے نزدیک دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، حتی کہ وہ ان دونوں کو بیک وقت ایک راوی کے لیے استعمال کرتے ہیں، اور یہی طریقہ کتاب میں اکثر نظر آتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی نظر آتا ہے کہ جن راویوں کے بارے میں ابن معین نے **لیس به بأس** کہا ہے، ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو دوسروں کے نزدیک ضعیف ہیں، جیسا کہ انہوں نے حارث بن عبد اللہ الاعور کے بارے میں کبھی لیس بہ بأس اور کبھی ثقہ کہا ہے، جبکہ باقی تمام نقاد نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے۔ عثمان الدارمی کہتے ہیں: ابن معین کی اس بات پر متابعت نہیں کی جا سکتی۔[1]

۱- الذهبي :ميزان الاعتدال ۱/ ۴۳۵

اسی طرح عبدالرحمٰن بن الحسن الهلالی کے بارے میں کہا: ليس به بأس ، ابوزرعہ کہتے ہیں: ضعیف[1]، بکار بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن سیرین کے بارے میں ليس به بأس کہا جبکہ تمام نقاد اس راوی کی تضعیف پر متفق ہیں[2]، أبان بن اسحاق الاسدي کے بارے میں ابو حاتم کہتے ہیں: متروك الحديث[3]، کلثوم بن جوشن کے بارے میں ابو حاتم کہتے ہیں: ضعيف الحديث[4]، اور ابن معین نے دونوں کو ليس به بأس کہا، بہر حال ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن معین کے نزدیک ہمیشہ ليس به بأس سے مراد ثقہ نہیں ہوتا، یہ اجتہادی امور ہیں جن میں تحقیق کے بعد ہی کسی قول کو قبول یا رد کیا جا سکتا ہے۔

ليس بشيء

اس عبارت کی دو تفسیریں کی گئی ہیں:

ایک یہ کہ راوی کی احادیث قلیل ہیں، جیسے حافظ ابن حجر نے عبدالعزیز بن المختار البصری سے نقل کیا ہے: وَثَّقَهُ ابن معين فِي رِوَايَة وَقَال فِي رِوَايَة عَنهُ لَيْسَ بِشَيْء وَقَالَ أَبُو حَاتِم مستوى الحَدِيث ثِقَة وَوَثَّقَهُ الْعجلِيّ وابن البرقي وَالنَّسَائِيّ قلت احْتج بِهِ الْجَمَاعَة وَذكر ابن الْقطَّان الفاسي أَن مُرَاد ابن معِين بقوله فِي بعض الرِّوَايَات لَيْسَ بِشَيْء يَعْنِي أَن أَحَادِيثه قَلِيلَة جدا۔[5] ایک روایت کے مطابق ابن معین نے راوی کو ثقہ اور دوسری روایت میں ليس بشيء کہا ہے، ابو حاتم کا قول ہے: مستوي الحديث ، ثقه ، اور عجلی ، ابن البرقی اور امام نسائی نے ثقہ قرار دیا ہے، ابن حجر

۱- ابن ابي حاتم: الجرح و التعديل ۱۱/٦

۲- الذهبي :ميزان الاعتدال ۳٤۱/۱

۳- ابن حجر: تهذيب التهذيب ۹۳/۱

۴- ابن ابي حاتم: الجرح و التعديل ۷/ ۱٦٤

۵- ابن حجر:هدي الساري ٤۲۱/۱

کہتے ہیں: ائمہ حدیث نے قابل حجت قرار دیا ہے ، ابن القطان الفاسی کہتے ہیں: لیس بشيء سے ابن معین کی مراد ہے، راوی کی روایات بہت کم تعداد میں ہیں۔

دوسری تفسیر جمہور کے مفہوم کے مطابق ہے یعنی راوی ضعیف ہے، جس کی مثالیں موجود ہیں:

ایوب بن سوید الرملی: ابن معین کے نزدیک : لیس بشيء، ابو حاتم کے نزدیک : لین الحدیث[1]

الحارث بن شبل البصری: ابن معین کے نزدیک: لیس بشيء، ابو حاتم کے نزدیک: منکر الحديث ، ليس بالمعروف[2]

الحارث بن نبہان الجرمی: ابن معین کے نزدیک: لیس بشيء، امام احمد کے نزدیک: رجل صالح ، ولم یکن معروفا بالحدیث، ولایحفظه، منکر الحديث[3]

اساعیل بن یعلی الثقفی ابو امیہ: ابن معین کے نزدیک : ضعیف ليس بشيء، ابو حاتم کے نزدیک: ضعيف الحديث، أحاديثه منكره، ابو زرعہ کا قول ہے : واهي الحديث، ضعيف الحديث ،ليس بقوي.[4]

ایوب بن سلمہ الرملی : ابن معین کے نزدیک: لیس بشيء، ابو حاتم اور ابو زرعہ نے راوی کو ضعیف قرار دیا ہے.[5]

۱- ابن ابي حاتم: الجرح و التعديل ۲/ ۲۵۰

۲- ابن ابي حاتم: الجرح و التعديل ۳/ ۷۷

۳- ابن ابي حاتم: الجرح و التعديل ۳/ ۹۲

۴- ابن ابي حاتم: الجرح و التعديل ۲/ ۲۰۳

۵- ابن ابي حاتم: الجرح و التعديل ۲/ ۲٤۸

ليس بثقه:

مثالیں:

ابراہیم بن عثمان بن عبد اللہ ابو شیبہ العبسی: ابن معین کے نزدیک: ليس بثقه، امام احمد کے نزدیک: متروك الحديث، ابو حاتم اور ابوزرعہ کے نزدیک: ضعيف[1]

ابراہیم بن محمد بن ابو یحییٰ الاسلمی: ابن معین کے نزدیک: ليس بثقه كذاب، امام احمد، ابوزرعہ اور ابو حاتم کے نزدیک: كذاب[2]

ابراہیم بن یزید ابو اسماعیل الخوزی: ابن معین کے نزدیک: ليس بشيء و ليس بثقه، ابو حاتم کے نزدیک: ضعيف الحديث، اور ابوزرعہ کے نزدیک: منكر الحديث، جبکہ امام احمد نے راوی کو جھوٹا قرار دیا ہے۔[3]

ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے، ليس بثقه سے مراد شدید ضعف ہے۔

"ضعيف"

اسماعیل بن ابراہیم بن مہاجر البجلی: ابن معین کے نزدیک: ضعيف، ابو حاتم کے نزدیک: ليس بقوي، يكتب حديثه،[4]

اسماعیل بن زید بن مجمع: ابن معین کے نزدیک: ضعيف[5]

1۔ ابن ابي حاتم: الجرح و التعديل ۲/۱۱۵

۲۔ ابن ابي حاتم: لجرح و التعديل ۲/۱۲۶

۳۔ ابن ابي حاتم: الجرح و التعديل ۲/۱٤٦

۴۔ ابن ابي حاتم: الجرح و التعديل ۲/۱۵۲

۵۔ ابن ابي حاتم: الجرح و التعديل ۲/۱۷۱

ایوب بن جابر الیمامی: ابن معین کے نزدیک: ضعیف، ابو حاتم کے نزدیک: ضعیف، ابوزرعہ کے نزدیک: واهي الحديث، ضعيف[1]

ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن معین کی اس لفظ سے مراد خفیف ضعف ہے۔

"لا أعرفه"

ابن معین اگر کسی راوی کے بارے میں کہتے ہیں: لاأعرفه، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اس کی روایات اور حالات کا علم نہیں رکھتے۔ ابن عدی کا قول ہے: وقول يَحْيى بْن مَعِين لا أعرفه كأن يَحْيى إذَا لم يكن لَهُ علم ومعرفة بأخباره ورواياته يَقُولُ لا أعرفه،[2] یحییٰ بن معین کا قول: لا أعرفه، یحییٰ کا طریقہ یہ ہے کہ اگر ان کے پاس راوی کے بارے میں کوئی علم نہ ہو اور حالات و روایات کے بارے میں نہ جانتے ہیں تو کہتے ہیں: لاأعرفه۔

۴۔ امام بخاری کی اصطلاحات

"فيه نظر"

یہ امام بخاری کی اصطلاح ہے۔ وہ فيه نظر اس راوی کے بارے میں کہتے ہیں جو ان کے نزدیک ترک کرنے کے قابل ہو، تاہم تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تمام راوی جن کے بارے میں امام بخاری نے فيه نظر کہا ہے، قابل ترک نہیں ہیں، بلکہ ان میں ثقہ سے لے کر صدوق تک موجود ہیں، اور اس بات کی تائید ابن معین، ابو حاتم اور امام نسائی کے اقوال سے بھی ہوتی ہے۔

۱- ابن أبي حاتم: الجرح و التعديل ۲/۲٤۲

۲- ابن عدي: الكامل في ضعفاء الرجال ۲/٤۱۰

مثالیں: حرب بن سریج بن المنذر ابوسفیان المنقری التمیمی، امام بخاری کے نزدیک: فیه نظر،[1] امام احمد کے نزدیک: لیس به بأس، ابن معین نے ثقہ قرار دیا ہے، ابن عدی کہتے ہیں: راوی منکر الحدیث نہیں ہے، اس کی تمام احادیث غریب اور احاد ہیں، اور امید ہے کہ وہ "لابأس به" ہوں گے۔ ابن حبان کہتے ہیں: بہت غلطیاں کرتے ہیں، یہاں تک کہ حالت انفراد میں وہ قابل حجت نہیں ہیں، دارقطنی کہتے ہیں: صالح۔[2]

راشد بن دَاوُد الصنعانی الشامی ابو المهلب، امام بخاری کے نزدیک: فیه نظر،[3] ابن معین نے کہا ثقه، اور دارقطنی نے کہا ضعیف، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔[4]

عَبد الرّحمن بن سلمان الحجری الرعینی المصری، امام بخاری کے نزدیک: فیه نظر،[5] امام نسائی فرماتے ہیں: لیس به بأس،[6]

عمار بن عُمَارَۃ ابوہاشم الزعفرانی البَصرِیّ، امام بخاری کے نزدیک: فیه نظر،[7]

۱- البخاري: التاريخ الكبير ٦٣/٣

۲- ابن حجر: تهذيب التهذيب ٢٢٤/٢

۳- البخاري: التاريخ الكبير ٢٩٧/٣، یہاں امام بخاری نے فیه نظر نہیں کہا بلکہ حافظ ابن حجر نے تهذيب (۲۲۵/۳) میں ذکر کیا۔

۴- ابن حجر: تهذيب التهذيب ٢٢٥/٣

۵- البخاري: التاريخ الكبير ٢٩٤/٥

۶- ابن حجر: تهذيب التهذيب ١٨٧/٦

۷- البخاري: التاريخ الكبير ٤٣/٦ یہاں امام بخاری نے فیه نظر نہیں کہا بلکہ حافظ ابن حجر نے تهذيب (۴۰۵/۷) میں ذکر کیا۔

عباد بن کثیر الرملی، امام بخاری کے نزدیک: **فیه نظر**،[1] ابن معین نے کہا **ثقه**، اور ایک روایت میں ہے: **لا بأس به**۔ ابن المدینی کہتے ہیں: **ثقه، لا بأس به**۔[2]

عبید اللہ بن سعید ابو مسلم الجعفی، امام بخاری کے نزدیک: **فیه نظر**،[3] ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور فرمایا: **یخطيء** یعنی غلطیاں کرتا ہے، اور **ضعفاء** میں بھی ذکر کیا اور فرمایا: کثرت سے غلطیاں کرتا ہے، اور کثرت سے وہم کا شکار ہوتا ہے، اعمش سے منفرد روایت کرتا ہے جس پر متابعت نہیں ہوتی، عقیلی کا قول ہے: **یکتب حدیثه، و ینظر فیه**۔[4]

محمد بن مسلم بن ابی الوضاح ابو سعید المؤدب، امام بخاری کے نزدیک: **فیه نظر**،[5] جبکہ امام احمد، ابن معین، عجلی، نسائی، ابو حاتم، ابو داود، ابو زرعہ اور دیگر اہل علم نے **ثقه** قرار دیا ہے۔[6]

یحییٰ بن ابی سلیم واسطی ابو بلج الفزاری، امام بخاری کے نزدیک: **فیه نظر**،[7] جبکہ ابن معین، ابن سعد، نسائی، دارقطنی اور دیگر اہل علم نے **ثقه** قرار دیا ہے، ابو حاتم کا قول ہے:

۱- البخاري: **التاريخ الكبير** ٦/٤٣

۲- الذهبي: **ميزان الاعتدال** ٢/٣٧٠

۳- البخاري: **التاريخ الكبير** ٥/٣٨٣ یہاں امام بخاری نے فیہ نظر نہیں کہا بلکہ حافظ الذہبی نے میزان (۹/۳) میں ذکر کیا۔

۴- ابن حجر: **تهذيب التهذيب** ٧/١٦

۵- البخاري: **التاريخ الكبير** ١/٢٢٣ یہاں امام بخاری نے فیہ نظر نہیں کہا بلکہ حافظ الذہبی نے میزان (۴۰/۴) میں اور حافظ ابن حجر نے تہذیب (۹/۴۵۴) میں ذکر کیا۔

۶- ابن حجر: **تهذيب التهذيب** ٩/٤٥٣

۷- البخاري: **التاريخ الكبير** ٨/ ٢٧٩ یہاں امام بخاری نے فیہ نظر نہیں کہا بلکہ حافظ الذہبی نے میزان (۳۸۴/۴) میں ذکر کیا

صالح الحديث، لا بأس به، امام احمد فرماتے ہیں: منکر روایت نقل کی، جوزجانی نے ضعیف کہا، ابن حبان کہتے ہیں: كان يخطيء.[1]

زیاد بن الربیع ابو خداش الیحمدی الأزدی البصری، امام بخاری کے نزدیک: في اسناده نظر،[2] ابن عدی نے یہ قول نقل کیا ہے اور پھر وہ کہتے ہیں: ما أري برواياته بأسا، میں ان کی روایات میں کوئی حرج نہیں پاتا۔[3]

ان تمام مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ امام بخاری کا کسی راوی کے بارے میں فيه نظر کہنا، ہمیشہ ایک ہی مفہوم نہیں دیتا بلکہ ان میں ثقہ افراد بھی موجود ہوتے ہیں۔

"ليس بالقوي"

امام ذہبی فرماتے ہیں: والبخاريُّ قد يُطلقُ عَلَى الشيخ: "ليس بالقوي"، ويريد أنه: "ضعيف"[4] بعض مرتبہ امام بخاری راوی پر مطلقاً کہتے ہیں: لیس بالقوی، اور ان کی مراد ہوتی ہے وہ ضعیف ہے۔

"منكر الحديث"

امام ذہبی فرماتے ہیں: ونقل ابن القطان أن البخاري قال: كل من قلت فيه منكر الحديث فلا تحل الرواية عنه.[5] ابن القطان نقل کرتے ہیں کہ امام بخاری

۱- ابن حجر: تهذيب التهذيب ۱۲/ ۴۷

۲- البخاري: التاريخ الكبير ۳۵۳/۳ یہاں امام بخاری نے في اسناده نظر نہیں کہا بلکہ ابن عدی نے الکامل (۱۴۳/۴) حافظ ابن حجر نے تهذيب (۳۲۵/۳) میں ذکر کیا۔

۳- ابن عدي: الكامل في ضعفاء الرجال ۱۴۳/۴

۴- الذهبي: الموقظة في علوم الحديث ص ۸۳

۵- الذهبي: ميزان الاعتدال ۶/۱

نے فرمایا: جس راوی کے بارے میں میں نے منکر الحدیث کہا ہے اس سے روایت کرنا جائز نہیں ہے.

"سکتوا عنه"

امام ذہبی فرماتے ہیں: أما قولُ البخاري: "سكتوا عنه"، فظاهِرُها أنهم ما تعرَّضوا له بجَرْحٍ ولا تعديلٍ. وعَلِمْنا مقصدَه بها بالاستقراء، أنها بمعنى: "تركوه".[1] امام بخاری کے قول سکتوا عنه، سے ظاہر طور پر مراد یہ ہے کہ راوی کے بارے میں کوئی جرح یا تعدیل بیان نہیں کی گئی، جبکہ استقراء سے ان کی مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ عبارت " تركوه" کے مترادف ہے.

۵. امام ابو حاتم کی اصطلاحات

"فلان لا يحتج به"

عبد الرحمٰن بن ابی حاتم کہتے ہیں: سمعت أبي يقول إبراهيم بن مهاجر ليس بقوي هو وحصين بن عبد الرحمن وعطاء بن السائب قريب بعضهم من بعض، محلهم عندنا محل الصدق، يكتب حديثهم ولا يحتج بحديثهم قلت لأبي ما معنى لا يحتج بحديثهم؟ قال كانوا قوما لا يحفظون فيحدثون بما لا يحفظون فيغلطون ترى في احاديثهم اضطرابا ما شئت[2]۔ میں نے اپنے والد سے سنا ہے، وہ کہتے ہیں: ابراہیم بن مہاجر: ليس بقوي، اور حصین بن عبد الرحمٰن اور عطاء بن السائب ایک دوسرے سے قریب ہیں اور ہمارے نزدیک ان کا مقام محل الصدق ہے، ان کی حدیث لکھی جائے گی لیکن قابل حجت نہیں ہے، میں نے ان سے کہا: ان کی

۱- الذهبي :الموقظة ص ۸۲

۲- ابن أبي حاتم:الجرح و التعديل ۱۳۳/۲

حدیث قابل حجت نہیں، سے آپ کی کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا: کچھ لوگ احادیث حفظ نہیں کرتے اور ان احادیث سے روایت کرتے ہیں اور غلطیاں کرتے ہیں، تم ان کی احادیث میں بہت اضطراب پاؤگے۔

يكتب حديثه

امام ذہبی فرماتے ہیں: وقال أبو حاتم: يكتب حديثه، مع أن قول أبي حاتم هذا ليس بصيغة توثيق ولا هو بصيغة إهدار.[1] ابو حاتم کہتے ہیں: راوی کی حدیث لکھی جائے گی، جبکہ ابو حاتم کا توثیق کا صیغہ ہے نہ ترک کرنے کا صیغہ، ایک اور جگہ امام ذہبی کہتے ہیں: اس عبارت سے مراد ہے کہ راوی حجت نہیں ہے۔[2]

۱- الذهبي :ميزان الاعتدال ٤/٣٤٥

۲- الذهبي :ميزان الاعتدال ٢/٣٨٥

جرح و تعدیل کے اظہار کے لیے جسمانی حرکات کا استعمال

محدثین کرام نے احادیث کو پرکھنے کے لیے ایسا سخت نظام تشکیل دیا جس کے ذریعے راویانِ حدیث کو ایک کڑے امتحان سے گذرنا پڑتا ہے جسے جرح و تعدیل کہا جاتا ہے، صحابہ کرامؓ کے بعد آنے والے تمام راویانِ حدیث کے بارے میں نقاد کرام نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے اور انھی آراء کے ذریعے سے علم الرجال کا فن وجود میں آیا، اور انتہائی ضخیم کتب میں ان تمام راویان حدیث کے حالات زندگی، اساتذہ، شاگرد اور ان کے بارے میں بیان کی گئی آراء جمع کر دی گئی ہیں اور یہ ایسا کارنامہ ہے جس پر اغیار بھی حیرت سے دنگ رہ جاتے ہیں۔

جرح و تعدیل کے اظہار کا عمومی ذریعہ تو زبانی بیان ہے جس میں نقاد کرام اپنی رائے کا اظہار اقوال کے ذریعے بیان کرتے ہیں، کسی بھی راوی کے بارے میں مجموعی آراء کے استعراض کے بعد اس کی قبولیت یا عدم قبولیت کے بارے میں فیصلہ کیا جاتا ہے، جو کہ ایک اجتہادی عمل ہے جس میں ایک راوی کے بارے میں مختلف آراء ہو سکتی ہیں، لیکن اگر کسی راوی کے بارے میں تمام نقاد کا فیصلہ اثبات یا نفی میں آجائے تو اس سے اختلاف کرنا مشکل ہوتا ہے۔

جرح و تعدیل کے اظہار کے عمومی ذریعے کے علاوہ دوسرے ذرائع بھی کتب الرجال میں نظر آتے ہیں جس میں کوئی بھی ناقد اپنی جسمانی حرکات مثلاً: زبان کی طرف اشارہ کرنا، سر یا ہاتھ ہلانا، چہرے کے تاثرات، ہاتھ جھٹکنا وغیرہ کے ذریعے سے جرح یا تعدیل کو ظاہر کرتا ہے۔

زیرِ نظر مقالہ میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ محدثین میں سے جرح و تعدیل کے ماہر نقاد کرام کی جسمانی حرکات پر بحث کی جائے، یہ بحث مندرجہ ذیل نکات پر مبنی ہے:

۱۔ اشاروں اور جسمانی حرکات کے ذریعے سے اظہار

۲۔ مختلف آوازوں کا استعمال

۳۔ چہرے کے تاثرات کے ذریعے سے اظہار

۱۔ اشاروں اور جسمانی حرکات کے ذریعے اظہار:

۱۔ **زبان کی طرف اشارہ کرنا:** اگر کسی ناقد سے کسی راوی کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے اور وہ اپنی زبان کی طرف اشارہ کرتا ہے تو اس سے مفہوم لیا جا سکتا ہے کہ وہ اس کو جھوٹا قرار دے رہا ہے:

"ابو عبداللہ احمد بن عیسیٰ بن حسان المصری المعروف بابن التستری قال ابوداؤد: سألت ابن معین عنه فحلف باللہ ۔ إنه کذاب، و قال ابو زرعة: ما رأیت أهل مصر یشکون فی أنه۔ و أشار الی لسانه۔ کأنه یقول الکذب۔"[1]

ب۔ **منہ کی طرف اشارہ کرنا:** بعض حالات میں کسی محدث سے اگر کسی راوی کے بارے میں استفسار کیا جاتا ہے تو وہ محدث منہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کا ایک مفہوم راوی کے جھوٹا ہونے کی طرف اشارہ ہے جیسے نصر بن سلمہ بن شاذان المروزی کے بارے میں ہے:

"قال عبدان: سألت عباسا العنبری عنه فأشار الی فمه قال: ابن عدی: أراد أنه یکذب"[2]

اور جیسے سلم بن سالم کے بارے میں ذکر ہے کہ:

۱۔ الذہبی: شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، **تاریخ الاسلام و وفیات المشاهیر و الاعلام**، ۶۰/۱۸، دار الکتاب العربی لبنان، بیروت ۱۹۸۷م- ط/۱، **تهذیب التهذیب**، ۵۷/۱

۲۔ ابن عدی: **الکامل فی ضعفاء الرجال**، ۲۴۹۴/۷

"قال ابو زرعة: لا يكتب حديثه كان لا۔ ثم أومأ بيده الى فمه۔ يعني لا يصدق"[1]

ابو زرعہ کہتے ہیں: اس (راوی) کی حدیث نہیں لکھی جائے گی، وہ "نہیں" (اور اس کے بعد اپنے ہاتھ سے منہ کی طرف اشارہ کیا) یعنی وہ سچ نہیں بولتا.

اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ اشارہ راوی کی شراب نوشی کی طرف ہو، مثلاً عمرو بن مسلم کے بارے میں ہے:

"قال عبدالله بن عبدالحميد: سمعت أحمد يقول: له أشياء مناكير، و كانت له علة۔ أشار ابو عبدالله الى فيه ۔ أى يشرب"[2]

(عبدالملک بن عبدالحمید کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد کو کہتے ہوئے سنا ہے۔ اس کے ہاں منکر اشیاء ہیں اور اس کو ایک بیماری تھی پھر انہوں نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا، یعنی وہ پیتا ہے)

ج۔ ستون کی طرف اشارہ کرنا: بعض نقاد توثیق کے اظہار کے لیے راوی کو ستون سے مشابہ قرار دیتے ہوئے اشارہ کرتے ہیں جیسا کہ اسماعیل بن ابی خالد نے قیس بن ابی حازم الاحمس البجلی کے بارے میں کہا ہے:

"قال ابو سعيد الأشج سمعت ابا خالد الأحمر يقول لعبد الله بن نمير يا أبا هشام أما تذكر اسماعيل بن ابى

۱۔ الذہبی: ميزان الاعتدال فى نقد الرجال، ۱۸۵/۲۔

۲۔ العقیلی: ابو جعفر محمد بن عمر بن موسیٰ الضعفاء الکبیر ۲۵۹/۳، دار المکتبۃ العلمیۃ، بیروت، ۱۹۸۴ء

خالد وهو يقول: حدثنا قيس هذه الاسطوانه ـ يعني في الثقة"[1]

(ابو سعید الاشج کہتے ہیں میں نے ابو خالد الاحمر کو عبداللہ بن نمیر سے کہتے ہوئے سنا: اے ابو ہشام کیا تمہیں یاد نہیں کہ اسماعیل بن ابی خالد نے کہا تھا: ہم سے بیان کیا قیس نے یعنی اس ستون نے (یعنی توثیق کے حوالے سے)

د۔ **ہاتھ سے ترازو کا اشارہ کرنا:** بعض نقاد حدیث راوی کے اعتدال اور توازن کا اظہار ترازو سے تشبیہ دے کر کرتے ہیں، جیسے سفیان الثوری نے عبدالملک بن ابی سلیمان کے بارے میں کہا ہے:

"وقال سفيان الثوري: حدثني الميزان عبدالملك بن ابي سليمان و أشار سفيان بيده كأنه يزن"[2]

(سفیان الثوری کہتے ہیں: المیزان عبدالملک بن ابی سلیمان نے مجھ سے حدیث بیان کی اور سفیان نے اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا جیسے کچھ تول رہے ہیں)

ہ۔ **ہاتھ کو سختی سے بند کرنا:** جیسے کہ سفیان الثوری نے سلمہ بن کہیل کی شدت توثیق کا اظہار کرتے ہوئے اپنے ہاتھ کو سختی سے بند کیا اور کہا: "ركن من الأركان"[3]

۱- ابن حجر: تهذيب التهذيب ۳۴۷/۸، الذہبی: سير أعلام النبلاء ۲۲۲/۷، موسسة الرسالة، بیروت، الجرح والتعديل ۱۰۲/۷

۲- الذهبي: سير اعلام النبلاء، ۱۳۲/۱۱

۳- ابن حجر تهذيب التهذيب، ۱۳۷/٤، الذهبي: سير اعلام النبلاء ۳۵۹/۹، ابن ابی حاتم: الجرح والتعديل ۷۲/۱

د۔ ہاتھ ہلانا: بعض محدثین کسی راوی کے بارے میں سوال کے جواب میں صرف ہاتھ ہلا دیتے ہیں جس کے کئی احتمال ہو سکتے ہیں:

۱۔ راوی کے حالات کے بارے میں لاعلمی: جیسے یحییٰ بن معین نے جعفر الاحمر کے بارے میں ہاتھ ہلایا، ضعیف قرار دیا نہ توثیق کی۔[1]

۲۔ راوی کے ضعف کی طرف اشارہ: اس صورت حال میں اس راوی کی وہ حدیث قابل قبول ہوگی جس میں وہ ثقہ راویوں کے موافق ہے، اور وہ حدیث ضعیف، منکر ہوگی جس میں وہ ثقہ راویوں کی مخالفت کر رہا ہو، مثلاً الحسین بن زید بن علی بن الحسین کے بارے میں ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (ابو حاتم) سے اس راوی کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے ہاتھ ہلایا اور الٹا سیدھا کیا یعنی کچھ احادیث معروف ہیں اور کچھ منکر۔[2]

۳۔ ضعیف جرح کی طرف اشارہ: امام احمد کی یہ عادت تھی کہ وہ راوی کے بارے میں اظہار کرتے ہوئے کہتے تھے "هو كذا و كذا و يحرك يده"[3] یعنی وہ راوی یہ ہے وہ ہے اور ہاتھ ہلاتے تھے، یہ ان کی طرف سے معمولی ضعف کا اشارہ ہے۔

۴۔ مؤثر جرح کی طرف اشارہ: عمر بن الولید الشنی کے بارے میں علی بن المدینی کہتے ہیں:

"سمعت يحيى بن سعيد و ذكر عمر بن الوليد الشني، فقال (بيده يحركها كأنه لا يقويه) قال علي: فاسترجعت أنا، فقال: مالک؟ قلت اذا حركت يدك فقد أهلكته

۱۔ یحییٰ بن معین: تاریخ ابن معین، روایۃ الدارمی، ص ۸۷،

۲۔ ابن ابی حاتم: الجرح والتعديل ۳/۵۳

۳۔ الذہبی: ميزان الاعتدال، ۲/۵۵۳

عندی، قال: لیس هو عندی ممن أعتمد علیه، و لکنه لا بأس به"[1]

(میں نے یحییٰ بن سعید کو عمر بن الولید الشنی کا ذکر کرتے ہوئے سنا اور انہوں نے اپنا ہاتھ ہلایا، جیسے کہ وہ اس کو ضعیف قرار دے رہے ہوں، علی بن المدینی کہتے ہیں کہ میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا تو وہ کہنے لگے، کیا ہوا؟ میں نے کہا: میرے نزدیک آپ کا ہاتھ ہلانا اس کو تباہ کرنا ہے، تو انہوں نے کہا: وہ ان میں سے نہیں ہے جس پر میں اعتماد کرتا ہوں، پھر بھی وہ کسی حد تک قابل قبول ہے)

یہاں اس روایت میں تو اشارہ سے مراد ضعیف جرح معلوم ہوتی ہے، لیکن ایک اور راوی عمرو بن مسلم الجندی کے ترجمہ میں ہے:

"قال ابن المدینی: سمعت یحییٰ بن سعید ذکر عمرو بن مسلم فحرک یده وقال: ما أری هشام بن حجیر الا أمثل منه، قلت له: أضرب علی حدیث هشام بن حجیر؟ فقال: نعم"[2]

(ابن المدینی کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید کو عمرو بن مسلم کا ذکر کرتے ہوئے سنا اور انہوں نے ہاتھ ہلایا، اور کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ ہشام بن حجیر اس سے بہتر ہے، میں نے پوچھا، کیا ہشام بن حجیر کی حدیث پر قلم پھیر دوں تو انہوں نے کہا: ہاں)

۱- ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل ۱۳۹/۶

۲- ایضاً، ۲۶۰/۶

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہشام بن حجیر جو کہ عمرو بن مسلم سے بہتر ہے، اس کی احادیث غلط قرار دے دیں تو عمرو بن مسلم کا ان کے نزدیک کیا درجہ ہوگا جن کے بارے میں انہوں نے ہاتھ ہلایا تھا؟

ز۔ سر ہلانا: کسی راوی کے بارے میں سر ہلا کر جواب دینے سے یہ مفہوم لیا جا سکتا ہے کہ یہ راوی ضعیف ہے اور قابل قبول نہیں ہے، اور بعض حالات میں یہ اشارہ زبانی رائے کے ساتھ ہوتا ہے اور بعض حالات میں صرف اشارہ۔

"زياد ابو عمر البصري: قال علي بن المديني: قلت ليحيىٰ ان عبدالرحمن يثبت شيخين من أهل البصرة، قال: من هما؟ قلت: زياد ابو عمر، قال: فحرك يحيى رأسه، وقال: كان يروي حديثين أو ثلاثة، ثم جاء بعد بأشياء و كان شيخا يغفل"[1]

(علی بن المدینی کہتے ہیں، میں نے یحییٰ سے کہا کہ عبدالرحمٰن بصرہ کے دو راویوں کو ثقہ قرار دیتے ہیں، پوچھنے لگے وہ کون ہیں؟ میں نے کہا: زیاد ابو عمر، کہتے ہیں کہ یحییٰ نے سر ہلایا اور کہا کہ وہ دو یا تین حدیثیں بیان کرتا تھا، پھر بعد میں کچھ اور چیزیں لایا، وہ بدھو شخص ہے)

یعقوب بن حمید بن کاسب: ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے ابو زرعۃ سے یعقوب بن حمید کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے سر ہلا دیا۔[2]

۱- ابن عدي: الكامل، ۳/۱۰۵۰، ۱۰۵۱

۲- ابن أبي حاتم، الجرح والتعديل ۸/۲۰۶

ح۔ **ہاتھ جھٹکنا:** کسی راوی کے بارے میں ہاتھ جھٹک کر جواب دینے سے یہ مراد لی جا سکتی ہے کہ اس راوی میں شدید جرح پائی جاتی ہے۔

ابراہیم بن محمد بن عرعرہ: اس راوی کے بارے میں جب امام احمد سے پوچھا گیا تو اُن کے چہرے کے تاثرات بدل گئے اور انہوں نے اپنا ہاتھ جھٹکا۔[1] اسی طرح امام احمد نے یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی کے بارے میں اظہار کیا۔[2] امام ابو حاتم نے لوط بن یحییٰ ابو مخنف کے بارے میں[3] اور امام دارقطنی نے علی بن سعید بن بشیر الرازی کے بارے میں ہاتھ جھٹک کر اپنی رائے کا اظہار کیا۔[4]

ط۔ **منہ ٹیڑھا کرنا:** کسی راوی کا ضعف بیان کرنے کے لیے بعض نقاد منہ ٹیڑھا کر کے اظہار کرتے ہیں۔

محمد بن جعفر الہذلی۔ المعروف بغندر۔

قال ابن المديني: كنت اذا ذكرت غُندرا ليحيى بن سعيد عوج فمه كأنه يضعفه[5]

۱- ابن حجر: **تهذيب التهذيب** ١/١٣٥

۲- العقيلي: **الضعفاء الكبير** ٤/٤١٤

۳- ابن حجر، **لسان الميزان** ٤/٤٩٢-٤٩٣. تحقيق عبدالفتاح ابو غده. مكتب المطبوعات الاسلاميه، دمشق

۴- **الدار قطني**: ابوالحسن علي بن عمر بن احمد، **سوالات السهمي للدار قطني**، تحقيق موفق بن عبدالله بن عبدالقادر، ص ٢٤٥، ابن حجر: **لسان الميزان** ٤/ ٢٣١

۵- ابن حجر: **تهذيب التهذيب** ٩/٨٦

(ابن المدینی کہتے ہیں: جب بھی میں یحییٰ بن سعید کے سامنے غندر کا ذکر کرتا تھا تو وہ منہ ٹیڑھا کر لیتے تھے جیسے اس کو ضعیف قرار دے رہے ہوں)

۲۔ مختلف آوازوں کا استعمال

ا۔ **چیخنا:** کسی راوی کے بارے میں رد عمل کے طور پر چیخنا بھی ضعف کی طرف اشارہ ہے۔

"زکریا بن ابی مریم الشامی: قال ابن ابی حاتم: قلنا لشعبة لقیت زکریا بن ابی مریم سمع بن ابی امامه فجعل یتعجب ثم ذکره فصاح صیحة، قال ابو محمد: دل صیحة شعبة علی أنه لم یرضیٰ زکریا"[۱]

ابن ابی حاتم کہتے ہیں: ہم نے شعبہ سے سوال کیا، کیا زکریا نے ابو امامہ سے سنا ہے؟ تو وہ تعجب کرنے لگے پھر پوچھا گیا تو انہوں نے ایک چیخ ماری، ابو محمد کہتے ہیں: شعبہ کی چیخ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ زکریا سے راضی نہیں ہیں۔

ب۔ **ہنسنا:** کسی راوی کے بارے میں استہزائیہ انداز میں ہنسی کے ذریعے جواب دینا اس بات کی علامت ہے کہ وہ ناقد اس راوی سے خوش نہیں ہے۔

ا۔ ابن ابی حاتم: الجرح والتعدیل ۳/۵۹۲ ۵۹۳

"عيسى بن مينا قالون المقرئ: سئل عنه أحمد بن صالح المصرى فضحک، وقال: تکتبون عن کل أحد"[1]

(احمد بن صالح البصری سے اس راوی کے بارے میں سوال کیا گیا تو وہ ہنس پڑے اور کہا: تم ہر شخص سے روایت لکھ لیتے ہو)

ج: **تھوکنا:** کسی راوی کے ذکر پر تھوکنا اس راوی سے راضی نہ ہونے کی دلیل ہے۔ جیسے خطیب بغدادی نے اپنی کتاب الکفایہ میں ذکر کیا ہے کہ جب یحییٰ بن معین سے حجاج بن الشاعر کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے تھوک دیا۔[2]

۳۔ چہرے کے تاثرات

ا۔ **ناگواری کا اظہار:** جیسے کہ ابو نصر التمار، جریر بن حازم کے بارے میں بتاتے ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی ایسا شخص آ جاتا جسے وہ حدیث سنانا نہیں چاہتے تو اپنے دانت پر انگلی مارتے اور کہتے أوہ۔[3]

ب۔ **تیوریاں چڑھانا:** کسی راوی کے ذکر پر چہرے کے تاثرات کا بدلنا اور نفرت کا اظہار کرنا اس کے بارے میں اچھی رائے نہ ہونے کی دلیل ہے۔ مثلاً: علی بن المدینی کہتے ہیں میں

۱- الذهبي، **المغني في الضعفاء**، تحقيق الدكتور نور الدين عتر.

۲- الخطيب البغدادي، ابوبكر احمد بن علي بن ثابت، **الكفاية في علم الرواية**، ص ۳۳۱

۳- الذهبي، **سير أعلام النبلاء**، ۱۱۷/۱۳

نے یحییٰ بن سعید سے سیف بن وہب التیمی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے تیوریاں چڑھائیں اور کہا، ہلاک ہونے والوں میں سے ایک ہے۔[1]

ج۔ **چہرے کے تاثرات کا بدلنا:** مثال کے طور پر امام احمد کے بارے میں خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے: کہ ان کے سامنے ابراہیم بن عرعرۃ کا ذکر آیا تو ان کا چہرہ بدل گیا اور انہوں نے ہاتھ جھٹکا اور کہا۔ جھوٹ اور بہتان[2]۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ تاثر جرح ہی کے لیے مخصوص کیا جائے۔ اس سے بعض حالات میں تعدیل کا مفہوم بھی لیا جا سکتا ہے، مثلاً ابراہیم بن شماس کہتے ہیں میں نے وکیع بن الجراح سے النضر بن شمیل کے بارے میں سوال کیا تو ان کا چہرہ بدل گیا اور نظر اٹھا کر کہا: اس کے بڑے شیوخ ہیں، یعنی وہ اس سے راضی نظر آتے تھے۔[3]

مندرجہ بالا تمام معلومات کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ جرح و تعدیل کے اظہار کے لیے زبانی اقوال کے ساتھ ساتھ جسمانی حرکات سے بھی مدد لی جا سکتی ہے۔

۲۔ یہ جرح یا تعدیل اگر زبانی قول کے ساتھ ہو تو اس حرکت کو سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی لیکن اگر صرف اشارہ ہو تو اس کو سمجھنے کے لیے مزید دقت نظر درکار ہے۔

۳۔ بعض اشارے ایسے ہیں جس سے دونوں مفہوم لیے جا سکتے ہیں، لیکن قرائن کے ذریعے اسے جرح یا تعدیل قرار دیا جا سکتا ہے۔

۱- ابن حجر: تهذيب التهذيب ٤/٢٦٢

۲- الخطيب البغدادي: تاريخ بغداد ٣/٥٤

۳- العقيلي، الضعفاء الكبير، ٤/ ٢٩٢

۴۔ ان اشاروں اور حرکات کو سمجھنے کے لیے دیگر نقادانِ کرام کے کلام سے بھی مدد لی جا سکتی ہے۔

۵۔ بعض اشارے یا حرکات بعض محدثین کے ساتھ مخصوص ہیں اور اس اشارے کے اظہار کے مفہوم کے لیے اس محدث کی اس عادت کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔

❁❁❁❁❁❁

باب ہفتم

جرح و تعدیل کے مشہور نقاد کرام

- نقاد جرح و تعدیل کی پہچان اور شرائط
- نقاد کے طبقات
- علم جرح و تعدیل کی ابتدا
- پہلی اور دوسری صدی میں جرح و تعدیل
- دوسری صدی ہجری کے بعض نقاد جرح و تعدیل
- تیسری صدی ہجری کے بعض نقاد جرح و تعدیل
- چوتھی صدی ہجری کے بعض نقاد جرح و تعدیل
- پانچویں صدی ہجری میں بعض ائمہ کرام کی کاوشیں

نقاد جرح و تعدیل کی پہچان اور شرائط

جرح و تعدیل کے میدان میں قدم رکھنے والے عالم کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم، تقوی، صدق، امانت، تعصب سے دور ہو اور جرح و تعدیل کے اسباب کو مکمل طور پر جانتا ہو۔

ان صفات کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ پہلی صدی ختم ہونے کے بعد دوسری صدی میں راویان حدیث میں ضعف آنا شروع ہو گیا اور اس ضعف کو بیان کرنے کے لئے امام شعبی اور امام ابن سیرین جیسے دین اور امانت میں مشہور اہل علم نے کام کیا اور ان کے بعد نقاد کا ایک طویل سلسلہ ہے، جنھوں نے تنقید اور تجریح کا فریضہ انجام دیا۔

مختلف بدعات کے ظہور کے ساتھ امانت اور دیانت میں بھی کمی آنے لگی اور اس فن میں ایسے لوگ آنے لگے جو اس کے اہل نہیں تھے اور بغیر علم کے جرح و تعدیل کرنے لگے، اسی وجہ سے محدثین نے اس علم میں آنے والوں کے لئے چند شرائط رکھی ہیں:

۱۔ عادل ہو۔

۲۔ متقی اور پرہیزگار ہو تاکہ تعصب اور ہوائے نفس سے دور رہے۔

۳۔ چوکنا اور ہوشمند ہو تاکہ راوی کے ظاہر کو دیکھ کر دھوکا نہ کھا جائے۔

۴۔ اسباب جرح و تعدیل سے واقفیت رکھتا ہو، کہیں کسی عادل راوی کو مجروح اور مجروح کو عادل نہ قرار دیدے۔

۵۔ دیگر اہل علم کے اقوال سے واقفیت رکھتا ہو۔

۶۔ اپنے اقوال کا خیال رکھتا ہو، تاکہ تناقض کا شکار نہ ہو جائے۔

۷۔ عربی زبان کا ماہر ہو، اور جانتا ہو کہ کن حالات میں الفاظ کے معانی بدل جاتے ہیں۔

۸۔ مذہبی تعصب سے پاک ہو۔

۹۔ ذاتی دشمنی کی بنیاد پر فیصلہ نہ کرے۔

۱۰۔ حلم اور صبر سے کام لے۔

۱۱۔ رشتہ داری کے باوجود حق بات کہنے کی جرات رکھتا ہو۔[1]

۱- الذهبي:**الموقظة في علم مصطلح الحديث** ص ۸۲،ابن حجر: **نزهة النظر**، ص۷۰، ۷۲.

ناقد محدثین کے طبقات

علم جرح و تعدیل کے لحاظ سے اہل علم نے ناقد محدثین کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا ہے، ان میں بعض نقاد بہت سخت اور بعض معتدل ہیں:

پہلا طبقہ: اس میں شعبہ بن الحجاج (ف ١٦٠ھ) ہیں جو سخت نقادوں میں سے گنے جاتے ہیں، سفیان الثوری (ف ١٦١ھ) کا شمار بھی اسی طبقے میں کیا جاتا ہے۔

دوسرا طبقہ: اس میں یہ نقاد شامل ہیں: یحییٰ بن سعید القطان (ف ١٩٨ھ) جن کا شمار متشددین میں ہوتا ہے، عبدالرحمٰن بن مہدی (ف ١٩٨ھ) کا شمار معتدلین میں کیا جاتا ہے۔

تیسرا طبقہ: اس میں یہ نقاد شامل ہیں: یحییٰ بن معین (٢٣٣ھ) متشددین میں گنے جاتے ہیں، امام احمد بن حنبل (٢٤١ھ) کا شمار معتدل نقاد میں کیا جاتا ہے۔

چوتھا طبقہ: اس میں یہ نقاد مذکور ہیں: ابو حاتم الرازی (محمد بن ادریس ٢٧٧ھ) جن کا شمار متشددین میں ہوتا ہے، امام محمد بن اسماعیل البخاری (ف ٢٥٦ھ) ان کا شمار معتدل نقاد میں ہوتا ہے۔

علم جرح و تعدیل کی ابتدا

علم جرح و تعدیل کی ابتدا علم روایت کے ساتھ ہو گئی تھی، اور یہ دونوں علم ساتھ ساتھ پروان چڑھتے رہے، اور گذشتہ ابواب کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے جرح و تعدیل کی ہے، اور آپ ﷺ کے طریقے کو اپناتے ہوئے محدثین کرام نے بھی جرح و تعدیل کو اسنادِ حدیث کو پرکھنے کے لئے استعمال کیا اور اس میں بغیر کسی کی پرواہ کیے انتہائی سخت معیار اپنایا۔

ا۔ صحابہ کرام کے دور میں

صحابہ کرام سے ہمیں جرح و تعدیل کے باب میں مثالیں ملتی ہیں، اور اس کا پہلا مرحلہ ان کے نزدیک تثبت اور تاکید کا ہے، انہوں نے احادیث کو قبول کرنے میں اطمینان کے لئے تثبت کا طریقہ اپنایا جس کی مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ملتی ہے:

فقد ثبت عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ ، أَنَّهُ قَالَ: جَاءَتِ الْجَدَّةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ ﷛، تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا؟ فَقَالَ: مَالَكِ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى شَيْءٌ، وَمَا عَلِمْتُ لَكِ فِي سُنَّةِ نَبِيِّ اللَّهِ ﷺ شَيْئًا، فَارْجِعِي حَتَّى أَسْأَلَ النَّاسَ، فَسَأَلَ النَّاسَ، فَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ﷛، "حَضَرْتُ رَسُولَ اللَّهِﷺ أَعْطَاهَا السُّدُسَ". فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ﷛: هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ؟ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ﷛، فَقَالَ: مِثْلَ مَا قَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ﷛، فَأَنْفَذَهُ لَهَا أَبُو بَكْرٍ﷛ ثُمَّ جَاءَتِ الْجَدَّةُ الْأُخْرَى إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ﷛ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا، فَقَالَ: "مَا لَكِ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى شَيْءٌ، وَمَا كَانَ الْقَضَاءُ الَّذِي قُضِيَ بِهِ إِلَّا لِغَيْرِكِ، وَمَا أَنَا بِزَائِدٍ فِي الْفَرَائِضِ، وَلَكِنْ هُوَ ذَلِكَ السُّدُسُ، فَإِنِ اجْتَمَعْتُمَا فِيهِ فَهُوَ بَيْنَكُمَا، وَأَيَّتُكُمَا خَلَتْ بِهِ فَهُوَ لَهَا".[1]

۱- مالك بن أنس بن مالك بن عامر الأصبحي المدني (المتوفى: ١٧٩هـ) **موطأ الإمام مالك** صححه ورقمه وخرج أحاديثه وعلق عليه: محمد فؤاد عبد الباقي دار إحياء التراث العربي، بيروت - لبنان ١٤٠٦ هـ - ١٩٨٥ م حديث (١٤٦٥)

قبیصہ بن ذویب سے روایت ہے کہ میت کی نانی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس میراث مانگنے آئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی کتاب میں تیرا کچھ حصہ مقرر نہیں ہے اور نہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب میں کوئی حدیث سنی ہے تو واپس جا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس وقت موجود تھا میرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نانی کو چھٹا حصہ دلایا ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کوئی اور بھی تمہارے ساتھ ہے تو محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور جیسا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا ویسا ہی بیان کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چھٹا حصہ اس کو دلا دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت میں ایک دادی میراث مانگنے آئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی کتاب میں تیرا کچھ حصہ مذکور نہیں اور پہلے جو حکم ہو چکا ہے وہ نانی کے بارے میں ہوا تھا اور میں اپنی طرف سے فرائض میں کچھ بڑھا نہیں سکتا لیکن وہی چھٹا حصہ تو بھی لے اگر نانی بھی ہو تو دونوں سدس کا بانٹ لو اور جو تم دونوں میں سے ایک اکیلی ہو وہی چھٹا حصہ لے لے۔

یہی طریقہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا، جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنْتُ فِي مَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ الْأَنْصَارِ إِذْ جَاءَ أَبُو مُوسَى رضی اللہ عنہ كَأَنَّهُ مَذْعُورٌ فَقَالَ اسْتَأْذَنْتُ عَلَى عُمَرَ رضی اللہ عنہ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي فَرَجَعْتُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ قُلْتُ اسْتَأْذَنْتُ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي فَرَجَعْتُ وَقَالَ

رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَتُقِيمَنَّ عَلَيْهِ بِبَيِّنَةٍ أَمِنْكُمْ أَحَدٌ سَمِعَهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ وَاللّٰهِ لَا يَقُومُ مَعَكَ إِلَّا أَصْغَرُ الْقَوْمِ فَكُنْتُ أَصْغَرَ الْقَوْمِ فَقُمْتُ مَعَهُ فَأَخْبَرْتُ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ قَالَ ذَلِكَ.[1]

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں انصار کی ایک مجلس میں تھا۔ تو ابو موسی رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے آئے اور کہا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے تین بار اجازت مانگی مگر اجازت نہیں ملی تو میں واپس لوٹ گیا پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تمہیں اندر آنے سے کس چیز نے روکا؟ میں نے کہا کہ میں نے اجازت مانگی لیکن آپ نے اجازت نہ دی اس لئے میں واپس لوٹ گیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص تین بار اجازت مانگے اور اس کو اجازت نہ ملے تو اس کو لوٹ جانا چاہیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم کو اس پر گواہ پیش کرنا ہوگا اور ابو موسی رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم میں سے کسی نے نبی ﷺ سے اس کو سنا ہے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ تیری گواہی کے لئے قوم کا کمسن شخص کھڑا ہوگا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں اس وقت سب سے کمسن تھا میں ابو موسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہوا اور عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ یہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے۔

۱- البخاري: **الجامع الصحيح** كتاب الاستئذان (٥٧٧٦)

تابعین کرام کے دور میں

صحابہ کرام نے تابعین کرام کے ساتھ یہی طریقہ اپنایا اور انہیں تثبت اور تاکید حاصل کرنے کی تعلیم دی:

عَنْ طَاوُسٍ قَالَ جَاءَ هَذَا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ— يَعْنِي بُشَيْرَ بْنَ كَعْبٍ— فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ ﷺ عُدْ لِحَدِيثِ كَذَا وَكَذَا. فَعَادَ لَهُ ثُمَّ حَدَّثَهُ فَقَالَ لَهُ عُدْ لِحَدِيثِ كَذَا وَكَذَا. فَعَادَ لَهُ فَقَالَ لَهُ مَا أَدْرِي أَعَرَفْتَ حَدِيثِي كُلَّهُ وَأَنْكَرْتَ هَذَا أَمْ أَنْكَرْتَ حَدِيثِي كُلَّهُ وَعَرَفْتَ هَذَا فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ ﷺ إِنَّا كُنَّا نُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذْ لَمْ يَكُنْ يُكْذَبُ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعْبَ وَالذَّلُولَ تَرَكْنَا الْحَدِيثَ عَنْهُ.[1]

طاؤس کہتے ہیں کہ بشیر بن کعب عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے احادیث بیان کیں۔ ابن عباس نے بشیر کو کہا کہ فلاں فلاں حدیث دہراؤ۔ بشیر نے ان احادیث کو دہرایا پھر کچھ اور احادیث بیان کیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا کہ فلاں فلاں حدیث کو دوبارہ دہراؤ۔ بشیر نے وہ احادیث پھر دہرادیں اور کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے میری بیان کردہ سب احادیث کی تصدیق کی ہے یا تکذیب کی ہے جن کو آپ نے دہرایا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اس زمانہ میں رسول اللہ ﷺ سے

۱- القشيري النيسابوري: **مقدمة صحيح مسلم** - (۱۹)

حدیث بیان کیا کرتے تھے جب آپ ﷺ پر جھوٹ نہیں باندھا جاتا تھا پھر جب لوگ اچھی اور بری راہ پر چلنے لگے تو ہم نے احادیث بیان کرنا چھوڑ دیں۔

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ جَاءَ بُشَيْرٌ الْعَدَوِيُّ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ فَجَعَلَ يُحَدِّثُ وَيَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَجَعَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ لاَ يَأْذَنُ لِحَدِيثِهِ وَلاَ يَنْظُرُ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ مَا لِي لاَ أَرَاكَ تَسْمَعُ لِحَدِيثِي أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَلاَ تَسْمَعُ. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ إِنَّا كُنَّا مَرَّةً إِذَا سَمِعْنَا رَجُلاً يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ابْتَدَرَتْهُ أَبْصَارُنَا وَأَصْغَيْنَا إِلَيْهِ بِآذَانِنَا فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعْبَ وَالذَّلُولَ لَمْ نَأْخُذْ مِنَ النَّاسِ إِلاَّ مَا نَعْرِفُ۔[1]

مجاہد کہتے ہیں کہ بشیر بن کعب عدوی ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور احادیث بیان کرنا شروع کیں اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نہ اس کی احادیث غور سے سنیں اور نہ ہی اس کی طرف دیکھا بشیر نے عرض کیا اے ابن عباس رضی اللہ عنہ! کیا بات ہے کہ میں آپ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کر رہا ہوں اور آپ سنتے ہی نہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک وہ وقت تھا کہ جب ہم کسی سے یہ سنتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو ہماری نگاہیں دفعتاً بے اختیار اس کی

۱- القشيري النيسابوري: مقدمة صحيح مسلم - (۲۱)

طرف لگ جاتیں اور غور سے اس کی حدیث سنتے لیکن جب سے
لوگوں نے ضعیف اور ہر قسم کی روایات بیان کرنا شروع کر دیں تو
ہم صرف اسی حدیث کو سن لیتے ہیں جس کو صحیح سمجھتے ہیں۔

تابعین کے دور میں جرح و تعدیل کی ضرورت محسوس ہوئی لیکن بہت کم تعداد میں اقوال ملتے ہیں اور اس کا بنیادی سبب عہد نبوی کا قرب اور اس وقت جھوٹ بولنے کی عادت نہ پایا جانا ہے، صرف مذہبی اختلافات اور ضبط کی کیفیت بیان کرنے کے لئے محدثین کے اقوال ملتے ہیں. سب سے پہلے کس نے رجال سند کے بارے میں تحقیق کا آغاز کیا؟ اس کے بارے میں کئی اقوال ملتے ہیں.

وقال يحيى بن سعيد القطان: الشعبي أول من فتش عن الإسناد.[1]

یحیٰ بن سعید کا قول ہے: عامر الشعبی (ت ۱۰۴) نے سب سے پہلے سند میں تحقیق شروع کی.

قال علي بن المديني: محمد بن سيرين أول من فتش عن الإسناد، لا نعلم أحدا أول منه.[2]

علی بن المدینی کا قول ہے: سب سے پہلے اسناد کے بارے میں تحقیق کرنے والے محمد بن سیرین (ت ۱۱۰ھ) ہیں، ان سے پہلے ہم کسی اور کو نہیں جانتے.

وروى الأعمش عن إبراهيم النخعي قال: إنما سئل عن الإسناد أيام

۱- الرامهرمزي: المحدث الفاصل (ص ۲۰۸)

۲- ابن رجب: شرح علل الترمذي (۱/۵۲)

المختار.[1] اعمش ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ سند کے بارے میں مختار الثقفی کے زمانے میں پوچھا گیا۔

عَنِ ابْنِ سِيرِينَ ، قَالَ: "لَمْ يَكُونُوا يَسْأَلُونَ عَنِ الْإِسْنَادِ، فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ، قَالُوا: سَمُّوا لَنَا رِجَالَكُمْ، فَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ، وَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ ".[2]

ابن سیرین نے فرمایا کہ پہلے لوگ اسناد کی تحقیق نہیں کیا کرتے تھے لیکن جب دین میں بدعات اور فتنے داخل ہوگئے تو لوگوں نے کہا کہ اپنی اپنی سند بیان کرو پس جس حدیث کی سند میں اہل سنت راوی دیکھتے تو ان کی حدیث لے لیتے اور اگر سند میں اہل بدعت راوی دیکھتے تو اس کو چھوڑ دیتے۔

وروى ابن أبي حاتم بسنده إلى خالد بن نزار قال: سمعت مالكا يقول: أول من أسند الحديث ابن شهاب الزهري.[3]

ابن ابی حاتم خالد بن نزار کے ذریعے سے روایت کرتے ہیں کہ

۱- الشيباني: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد (ف: ۲٤١ھ) **العلل ومعرفة الرجال** تحقيق: وصي الله بن محمد عباس ط/۲ - دار الخاني ، الرياض، ۱٤۲۲ ھ ۲۰۰۱م (۳/۳۸۰)

۲- القشيري النيسابوري:**مقدمة صحيح مسلم** - (۲۷)

۳- ابن أبي حاتم: أبو محمد عبد الرحمن بن محمد بن إدريس بن المنذر التميمي، الحنظلي، الرازي (ف: ۳۲۷ھ) **مقدمة الجرح و التعديل** - (۱/۲۰)

انہوں نے کہا کہ میں نے امام مالک کو کہتے ہوئے سنا ہے: سب سے پہلے ابن شہاب زہری (ت ۱۲۴ھ) نے حدیث کو سند کے ساتھ بیان کیا.

وقال يعقوب بن شيبة: سمعت علي بن المديني يقول: كان ابن سيرين ممن ينظر في الحديث ويفتش عن الإسناد، لا نعلم أحدا أول منه، ثم كان أيوب، وابن عون، ثم كان شعبة، ثم كان يحيى بن سعيد القطان، وعبد الرحمن بن مهدي.

قال يعقوب: قلت لعلي: فمالك بن أنس؟ فقال: أخبرني سفيان ابن عيينة قال: ما كان أشد انتقاء مالك للرجال.[1]

یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں: میں نے علی بن مدینی کو کہتے ہوئے سنا ہے: ابن سیرین ان محدثین میں سے ہیں جو حدیث میں غور و فکر کیا کرتے تھے اور سند میں تحقیق کرتے تھے، ان سے پہلے ہم کسی اور کو نہیں جانتے، ان کے بعد ایوب اور ابن عون تھے اور ان کے بعد شعبہ، اور ان کے بعد یحیٰی بن سعید القطان اور عبد الرحمٰن بن مہدی تھے۔

یعقوب کہتے ہیں: میں نے علی سے کہا: اور مالک بن انس؟ تو کہنے لگے: مجھے سفیان بن عیینہ نے بتایا: مَا كَانَ أَشد انتقاد مَالك للرِّجَال وأعلمه بهم.[2] امام مالک رجال کے بارے میں کتنے شدید ناقد تھے اور سب سے زیادہ ان کے بارے میں علم رکھتے تھے

۱- ابن رجب: شرح علل الترمذي - (۱/۵۲)

۲- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح والتعديل ص۲۳

قال الذہبی: "فاول من زكّى وجرح عند انقضاء عصر الصحابة: الشعبي، وابن سيرين، ونحوهما، وحفظ عنهم توثيق أناس وتضعيف آخرين..... فلما كان عند انقراض عامة التابعين في حدود الخمسين ومائة، تكلّم طائفةٌ من الجهابذة في التوثيق والتضعيف، كالأعمش، وشعبة بن الحجاج، ومالك بن أنس".[1]

امام ذہبی کہتے ہیں: صحابہ کرام کے دور کے بعد جن حضرات نے سب سے پہلے جرح و تعدیل میں کلام کیا ان میں: شعبی، ابن سیرین اور دیگر شامل ہیں، ان سے بہت سے راویوں کی توثیق اور تضعیف محفوظ کی گئی، اور جب دور تابعین کے اختتام یعنی سن ۱۵۰ھ کے لگ بھگ، بعض جرح و تعدیل کے ماہر علما نے اپنی آرا کا اظہار کیا، ان میں اعمش، شعبہ بن حجاج اور مالک بن انس شامل ہیں۔

حافظ ابن حبان نے صحابہ کرام کا طریقہ تحقیق بیان کرنے کے بعد جرح و تعدیل کے ان علما کا ذکر کیا ہے[2]:

سعید بن المسیب (ف ۹۳ھ)، القاسم بن محمد (ف ۱۰۷ھ)، سالم بن عبد اللہ بن عمر (ف ۱۰۶ھ)، علی بن الحسین بن علی (ف ۹۳ھ)، ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف

۱- الذهبي: ذكر من يعتمد قوله في الجرح و التعديل- (ص ۱۵۹ ۱۶۲) بتصرف

۲- ابن حبان البُستي: محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن مَعْبَد. التميمي، أبوحاتم، الدارمي، (ف: ٣٥٤هـ) المجروحين من المحدثين والضعفاء والمتروكين تحقيق: محمود إبراهيم زايد مقدمة المجروحين لابن حبان - (١/٥١-٥٩) ط/١ دار الوعي حلب، ١٣٩٦هـ

(ف ۹۴ھ)، عبید اللہ بن عتبہ بن مسعود (ف۹۸ھ)، خارجۃ بن زید (ف۹۹ھ)، عروۃ بن الزبیر (ف ۹۴ھ)، سفیان الثوری (ف۱۶۱ھ)، سلیمان بن یسار (ف۱۰۰ھ کے بعد)، الزہری (ف ۱۲۴ھ)، یحییٰ بن سعید الانصاری (ف ۱۴۴ھ)، ہشام بن عروۃ (ف۱۴۵ھ)، سعد بن ابراہیم (ف۱۲۵ھ)، ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن الحارث بن ہشام (ف ۹۴ھ)، مالک بن انس (ف۱۷۹ھ)، شعبہ بن الحجاج (ف۱۶۰ھ)، عبد الرحمٰن بن عمرو الاَوزاعی (ف۱۵۶ھ)، حماد بن سلمۃ (ف۱۶۷ھ)، اللیث بن سعد (ف۱۷۵ھ)، حماد بن زید (ف۱۷۹ھ)، عبد الرحمٰن بن مہدی (ف۱۹۸ھ)، یحییٰ بن سعید القطان (ف۱۹۸ھ)، وکیع بن الجراح (ف ۱۹۷ھ)، عبداللہ بن المبارک (ف ۱۸۱ھ)، محمد بن ادریس المطلبی الشافعی (ف ۲۰۴ھ).

اور تیسری صدی میں ان محدثین کرام کے اسمائے گرامی ملتے ہیں: احمد بن حنبل ف ۲۴۱ھ، یحییٰ بن معین، اسحٰق بن ابراہیم الحنظلی، ابو بکر بن ابی شیبہ ف ۲۳۵ھ، علی بن عبد اللہ المدینی، عبید اللہ بن عمر القواریری، زہیر بن حرب ابو خیثمۃ، محمد بن یحییٰ الذہلی النیسابوری، عبد اللہ بن عبدالرحمٰن الداری ف ۲۵۵ھ، ابو داود سلیمان بن الاشعث السجستانی ف ۲۷۵ھ، محمد بن اسماعیل الجعفی البخاری ف ۲۵۶ھ، مسلم بن الحجاج النیسابوری ف۲۶۱ھ، ابوزرعۃ عبید اللہ بن عبد الکریم بن یزید الرازی ف ۲۶۴ھ.

جرح وتعدیل کا یہ فن ان علما کی کاوشوں سے ترقی کرتا رہا، یہاں تک تیسری صدی ہجری کے اختتام تک اپنے عروج تک پہنچ گیا، اور اسی نام سے جانا جانے لگا، امام ذھبی کی رائے ہے کہ جرح وتعدیل کا سلسلہ تیسری صدی ہجری تک ختم ہو گیا اور اس کے بعد ضبط و تدوین کا سلسلہ پانچویں صدی ہجری تک جاری رہا.

پہلی اور دوسری صدی میں جرح وتعدیل

خلفائے راشدین کے علاوہ مختلف صحابہ کرام نے راویوں کے بارے میں کلام کیا ہے، جن میں حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت انس بن مالک، اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام آتے ہیں.

تابعین کے دور میں جب وضع حدیث کا فتنہ ظہور پذیر ہوا، اس فن کی اہمیت کا شدت سے احساس ہوا اور محدثین نے رجال حدیث کے بارے میں ناقدانہ کلام کی ابتدا کی جن میں الشعبی (ف ۱۰۳ھ)، ابن سیرین (ف ۱۱۰ھ)، ابن المسیب (ف ۹۳ھ) اور سعید بن جبیر (ف ۹۴ھ) جیسے کبار تابعین شامل ہیں، لیکن اس شدید ضرورت کے باوجود علم الرجال کے بارے میں زیادہ مواد وجود میں نہ آسکا، دوسری صدی ہجری کے وسط تک یہی سلسلہ جاری رہا، اس کے بعد فتنہ وضع حدیث کی سرکوبی کے لیے مختلف محدثین کرام کے اقوال اور ناقدانہ کلام نظر آنا شروع ہوگیا، ان حضرات کی آرا اس دور میں اور اس کے بعد قبول کی گئیں، اور اس کی بنیادی وجہ ان حضرات کی نیکی، پرہیزگاری اور دقت نظر تھی، ان محدثین میں شعبہ بن حجاج (ف ۱۶۰ھ)، معمر بن راشد (ف ۱۵۳ھ)، ہشام الدستوائی (ف ۱۵۴ھ)، عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی (ف ۱۵۷ھ)، سفیان ثوری (ف ۱۶۱ھ)، مالک بن انس (ف ۱۷۹ھ)، عبدالعزیز بن ماجشون (ف ۱۶۴ھ)، حماد بن سلمہ (ف ۱۶۷ھ)، حماد بن زید (ف ۱۷۹ھ)، لیث بن سعد (ف ۱۷۴ھ)، عبداللہ بن المبارک (ف ۱۸۱ھ)، ہشیم بن بشیر (ف ۱۸۸ھ)، ابو اسحٰق الفزاری (ف ۱۸۵ھ)، المعافی بن عمران الموصلی (ف ۱۸۴ھ)، بشر بن الفضل (ف ۱۸۷ھ)، سفیان بن عیینہ (ف ۱۹۷ھ)، اسماعیل بن علیہ (ف ۱۹۳ھ)، جریر بن وہب، وکیع بن الجراح (ف ۱۹۷ھ)، یحییٰ بن سعید القطان (ف ۱۹۸ھ)، عبدالرحمٰن بن مہدی (ف ۱۹۸ھ)، اور ابو داود الطیالسی (ف ۲۰۴ھ)

شامل ہیں.

یہ وہ علمائے کرام ہیں جن میں سے بعض نے علم حدیث کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا، بعض نے حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ میں بھی اپنی مہارت دکھائی جیسے امام اوزاعی، امام مالک اور امام لیث بن سعد کا نام آتا ہے، بعض نے علم الرجال میں اپنا لوہا منوایا ان میں شعبہ، ابن القطان، اور ابن مہدی کا نام سرفہرست ہے.

ان ائمہ کرام کے اقوال اس عہد میں مدون نہیں ہوئے بلکہ روایت حدیث کی طرح زبانی منتقل ہوتے رہے، اور اس طرح یہ معلومات ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچتی رہیں، یہاں تک کہ مرحلہ تدوین میں انہیں کتب الرجال میں شامل کر لیا گیا.

اس زمانہ کے اقوال میں وہ جامعیت اور دقت نظر نہیں پائی جاتی جو کہ بعد میں آنے والے نقاد کے ہاں پائی جاتی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ان نقاد کے اقوال کو لینے سے پہلے ان کے منہج کو سمجھا جائے، اور متاخرین کے اقوال کو بھی سامنے رکھا جائے.

اس عہد کی تصانیف میں ہمیں ضعیف راویوں کے بارے میں یحیٰی بن سعید القطان کی کتاب[1]، ثقہ اور ضعیف راویوں کے بارے میں لیث بن سعد کی تاریخ اور ابن المبارک کی تاریخ ملتی ہے[2]، امام ذہبی نے ولید بن مسلم (ف ۱۹۵ھ) کی تاریخ رجال پر کتاب کا ذکر کیا ہے.[3]

۱- الذهبي: **سير أعلام النبلاء** ۹/۱۸۳

۲- ابن النديم: أبو الفرج محمد بن إسحاق بن محمد الوراق البغدادي المعتزلي الشيعي (المتوفى: ۴۳۸هـ) **الفهرست** تحقيق: إبراهيم رمضان ـ دار المعرفة بيروت لبنان ط/۲-- ۱۴۱۷ هـ ۱۹۹۷ م. ص۲۵۲، ۲۸۴

۳- الزهراني: للدكتور محمد بن مطر، **علم الرجال : نشأته وتطوره**، مكتبة الخضيري ص ۲۵

دوسری صدی ہجری کے بعض نقاد جرح وتعدیل

اس صدی کے مشہور نقاد:

۱. الاوزاعی--------------(۸۸-۱۵۷ھ)

۲. شعبہ بن الحجاج----------- (۸۲-۱۶۰ھ)

۳. الثوری---------------- (۹۷-۱۶۱ھ)

۴. مالک------------------(۹۳-۱۷۹ھ)

۵. ابن المبارک ------------(۱۱۸-۱۸۱ھ)

۶. ابن عیینہ --------------(۱۰۷- ۱۹۷ھ)

۷. یحییٰ القطان------------- (۱۲۰-۱۹۸ھ)

۸. ابن مہدی------------- (۱۳۵-۱۹۸ھ)

۱-الاوزاعی (۸۸-۱۵۷ھ)

نام: عبدالرحمٰن بن عمرو بن یحمد ابو عمرو الاوزاعی[1]۔

حالات: بعلبک میں ۸۸ھ میں پیدا ہوئے، ان کی والدہ نے پرورش کی، یتیمی میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل ہوتے رہے،[2] اوزاعی کی نسبت کے حوالے سے ابو زرعہ دمشقی کہتے ہیں: ان کا اصل تعلق سندھ سے تھا، اوزاع نامی شہر میں رہائش کی وجہ سے اوزاعی کہلائے۔[3]

سوانح سے معلوم ہوتا ہے کہ اوزاعی ابتدا سے حدیث کی طرف متوجہ نہیں ہوئے، بلکہ ادب کی طرف ان کا میلان تھا، یہ علم حاصل کرنے کے بعد حدیث کا علم حاصل کرنے کی طرف توجہ کی اور مختصر مدت میں فتوی دینے کے قابل ہوگئے جبکہ ان کی عمر صرف پچیس سال تھی۔[4]

امام اوزاعی کا شمار ان ائمہ کرام میں سے ہوتا ہے، جن کی لوگ اتباع کرتے ہیں، اہل شام ان کے مذہب کے مطابق عمل کیا کرتے تھے، ان کے فتاوی اندلس میں حکم بن ہشام کے دور تک قابل قبول تھے۔[5]

۱- الذهبي: **تذكرة الحفاظ** ط/۱- دار الكتب العلمية بيروت لبنان، ۱٤۱۹ھ ۱۹۹۸م ۱۷۸/۱؛ ابن كثير: **البداية و النهاية** ٤٤۳/۱۳

۲- ابن كثير: **البداية و النهاية** ٤٤٤/۱۳

۳- ابن حجر: **تهذيب التهذيب** ۲۳۹/٦

٤- الفسوي: يعقوب بن سفيان بن جوان الفارسي، أبو يوسف (ف: ۲۷۷ھ)

المعرفة والتاريخ تحقيق: أكرم ضياء العمري ط/۲- مؤسسة الرسالة، بيروت، ۱٤۰۱ھ ۱۹۸۱م ٤۰۹/۲

٥- ابن حجر: **تهذيب التهذيب** ۲٤٦/٦

امام اوزاعی جرح و تعدیل کے امام تھے، ابن ابی حاتم[1]، ابن عدی[2]، ابن حبان[3] اور ذہبی[4] نے انہیں نقاد حدیث میں شامل کیا ہے۔

امام اوزاعی روایت اور حدیث نقل کرنے میں بہت احتیاط سے کام لیتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: **كنا نسمع الحديث فنعرضه على أصحابنا كما يعرض الدرهم الزيف على الصيارفة فما عرفوا اخذنا وما تركوا تركنا**، ہم حدیث سنا کرتے تھے، اپنے اساتذہ کے سامنے پیش کرتے تھے جیسے کھوٹے سکے صیرفی کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، جو وہ پہچان لیتے ہم اسے لے لیتے، اور جو ترک کر دیتے ہم اسے ترک کر دیتے۔[5]

حدیث بیان کرنے میں بھی بہت سختی کیا کرتے تھے اور صرف ان لوگوں کو ہی حدیث سنایا کرتے تھے جن کو وہ اس کے قابل سمجھتے تھے، بعض لوگ ان سے سننے کے لیے سفارشیں ڈھونڈتے تھے، ایک شخص سفیان کے پاس آیا کہ امام اوزاعی کے نام خط دیدیں تاکہ ان سے حدیث سن سکوں، تو انہوں نے جواب دیا: میں تمہارے لیے لکھ دوں؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ تم مارے جاؤ گے۔

امام ذہبی امام احمد کا قول (**انه ضعيف الحديث**) نقل کرنے کے بعد وضاحت کرتے ہیں: ان کا مطلب ہے کہ ان کی حدیث ضعیف تھی، اس لئے کہ وہ مقطوع احادیث اور اہل شام کے مراسیل قبول کرتے تھے یہ نہیں کہ وہ اپنی ذات میں ضعیف تھے۔[6]

۱- ابن أبي حاتم: **تقدمة الجرح و التعديل** ص/۱۸٤

۲- ابن عدي: **مقدمة الكامل** ص/ ۱٤۳ ۱٤٥

۳- ابن حبان البُستي: **المجروحين** ۱/ ٤۰

٤- الذهبي: **ذكر من يعتمد قوله في الجرح و التعديل** ص/۱٦۲

٥- ابن أبي حاتم: **الجرح و التعديل** ۲/ ۲۱

٦- الذهبي: **سير أعلام النبلاء** ۷/ ۱۱۲

امام اوزاعی نے راویوں کے بارے میں بہت کم کلام کیا، لیکن ان کے اقوال اہل شام کے بارے میں قابل اعتماد ہیں،

اوزاعی کے بارے میں اہل علم کے اقوال:

قال عبد الرحمن بن مهدی: ما كان بالشام أحد اعلم بالسنة من الأوزاعي، عبدالرحمٰن مہدی کا قول ہے: اوزاعی سے بڑھ کر شام میں کوئی سنت کا عالم نہیں تھا.

قال علي بن المديني: نظرت فإذا الإسناد يدور على ستة الزهري وعمرو بن دينار وقتادة ويحيى بن أبي كثير وأبو إسحاق الهمداني والأعمش ثم صار علم هؤلاء الستة من أهل الشام الى عبد الرحمن بن عمرو الأوزاعي.
علی بن المدینی کہتے ہیں: میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ اسانید کا دارومدار چھ پر ہے: زہری، عمرو بن دینار، قتادہ، یحییٰ بن کثیر، ابو اسحاق ہمدانی اور اعمش، پھر ان چھ کا علم اہل شام میں سے عبدالرحمٰن اوزاعی کی طرف منتقل ہوگیا.

قال سفيان بن عيينة: كان الأوزاعي امام قال أبو محمد يعني امام زمانه. ابن عیینہ کا قول ہے: اوزاعی امام تھے، ابو محمد کہتے ہیں: اپنے زمانے کے امام عبد الرحمن بن مهدي يقول الأئمة في الحديث أربعة الأوزاعي ومالك وسفيان وحماد بن زيد. عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں: حدیث کے امام چار ہیں: اوزاعی، مالک، سفیان اور حماد بن زید۔[1]

۱- ابن أبي حاتم: الجرح و التعديل ۲۰۳/۱

امام اوزاعی کے راویوں کے بارے میں بعض اقوال:

إسماعيل بن عبيد الله بن أبي المهاجر أقرم المخزومي مولاهم الدمشقي: وروى أبو حاتم أن الأوزاعي قال: "كان مأمونا على ما حدث"[1]

امام اوزاعی نے اسماعیل بن عبید اللہ بن ابی المہاجر کے بارے میں فرمایا: جو بھی روایت کرتے تھے، اس کے امین تھے۔

بلال بن سعد بن تميم الأشعري: وقال الأوزاعي: "كان بلال بن سعد من العبادة على شيء لم يسمع بأحد من الأمة قوي عليه كان له في كل يوم وليلة ألف ركعة"[2]

بلال بن سعد بن تمیم الاشعری کے بارے میں فرماتے ہیں: بلال بن سعد عبادت میں اتنے مشغول رہتے تھے شاید ہی امت میں ان جیسا کوئی شخص ہو، وہ دن اور رات میں ایک ہزار رکعت ادا کیا کرتے تھے۔

حسان بن عطية المحاربي مولاهم أبو بكر الدمشقي: وقال الأوزاعي كان حسان يتنحى إذا صلى العصر في ناحية المسجد فيذكر الله حتى تغيب الشمس.[3]

حسان بن عطیۃ المحاربی کے بارے میں فرماتے ہیں: حسان عصر کی نماز کے بعد مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ جاتے اور غروب آفتاب تک ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔

۱- ابن حجر: تهذيب التهذيب ۱/۳۱۷

۲- ابن حجر: تهذيب التهذيب ۱/۵۰۲

۳- ابن حجر: تهذيب التهذيب ۲/ ۲۵۱

الحسن بن الحر بن الحكم النخعي:وقال الأوزاعي ما قدم علينا من العراق أفضل من عبدة بن أبي لبابة والحسن بن الحر.[1]

الحسن بن الحر کے بارے میں ان کا قول ہے: ہمارے پاس عراق سے عبدہ بن ابی لبابہ اور حسن بن حر سے افضل کوئی نہیں آیا۔

آخری عمر میں بیروت واپس آ گئے تھے اور ۱۵۷ھ میں وہیں انتقال ہوا۔[2]

۲۔ شعبہ بن الحجاج (۸۲-۱۶۰ھ)

نام: ابو بسطام شعبہ بن الحجاج بن الورد العتکی الازدی مولاہم،[3]

حالات: واسط میں پیدائش ہوئی اور بچپن سے بصرہ میں رہے اور وہیں پلے بڑھے، یہاں تک کہا جاتا تھا: ان کی پیدائش اور پرورش تو واسط کی ہے جبکہ علم کوفی ہے،[4]

شعبہ نے حصول علم کے لیے بہت مشقت اٹھائی، وہ خود کہتے ہیں: میں نے اپنی والدہ کا طشت سات دینار میں بیچا تھا،[5] حجاج بن ارطاۃ سے پوچھا گیا: حصول حدیث میں سب سے زیادہ مشقت کس نے اٹھائی؟ وہ کہتے ہیں: اس مسکین شعبہ نے،[6] شعبہ نے رجال حدیث کی تحقیق میں بے شمار سفر کیے۔[7]

۱- ابن حجر: تهذيب التهذيب ۲/ ۲٦۲

۲- الذهبي: سير أعلام النبلاء ۷/ ۱۰۷

۳- ابن حجر: تهذيب التهذيب ٤/ ۳۳۸، الذهبي: تذكرة الحفاظ ۱/ ۱۹۳

۴- الذهبي: سير اعلام النبلاء ۸/ ۲۰۸

۵- الذهبي: تذكرة الحفاظ ۱/ ۱۹٥

٦- ابن عدي: مقدمة الكامل ص/ ۱۲٥

۷- خطيب البغدادي: الرحلة في طلب الحديث ص ۱٥۱ - ۱٥۳

شعبہ کے بارے میں اہل علم کے اقوال:

وقال أحمد: كان شعبة أمة وحده في هذا الشأن يعني في الرجال وبصره بالحديث وتثبته وتنقيته للرجال.[1] امام احمد فرماتے ہیں: اس علم میں شعبہ اکیلے امت تھے، یعنی رجال حدیث کے علم، تثبت اور اختیار کے حوالے سے۔

قال معمر: كان قتادة يسأل شعبة عن حديثه.[2] معمر کہتے ہیں: قتادہ اپنی حدیث کے بارے میں شعبہ سے پوچھتے تھے۔

وقال حماد بن زيد: قال لنا أيوب: الآن يقدم عليكم رجل من أهل واسط هو فارس في الحديث فخذوا عنه.[3] حماد بن زید کہتے ہیں: ایوب نے ہم سے کہا: اہل واسط سے ایک شخص تمہارے پاس آئے گا جو حدیث کا شہسوار ہے، اس سے حدیث لینا۔

وقال ابن مهدي: كان الثوري يقول شعبة أمير المؤمنين في الحديث.[4] ابن مہدی کہتے ہیں: ثوری کہا کرتے تھے: شعبہ حدیث میں امیر المومنین ہیں۔

وقال صالح جزرة: أول من تكلم في الرجال شعبة ثم تبعه القطان ثم أحمد ويحيى.[5] صالح جزرہ کہتے ہیں: رجال کے بارے میں سب سے پہلے شعبہ نے کلام کیا، ان کے بعد یحییٰ القطان نے پھر احمد اور یحییٰ نے۔

۱- ابن حجر: تهذيب التهذيب ٤/ ٣٤٤

۲- ابن حجر: تهذيب التهذيب ٤/ ٣٤٤

۳- ابن حجر: تهذيب التهذيب ٤/ ٣٤٥

۴- ابن أبي حاتم: الجرح والتعديل ١/ ١٢٧

۵- بن حجر: تهذيب التهذيب ٤/ ٣٤٤

يحيى بن سعيد يقول: كان شعبة اعلم الناس بالرجال.[1]، یحییٰ بن سعید کہتے ہیں: شعبہ رجال کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔

قال أبو محمد وكان قتادة بارع العلم نسيج وحده في الحفظ في زمانه لا يتقدمه كبير أحد فحل شعبة من نفسه محلا يرجع اليه في حديث نفسه.[2]، ابو محمد (عبد الرحمٰن بن ابی حاتم) کہتے ہیں: قتادہ ماہر فن، حفظ حدیث میں اپنے زمانے کی منفرد شخصیت تھے، ان سے بڑھ کر کوئی نہیں تھا، شعبہ نے اپنے آپ کو اس مقام پر فائز کیا کہ ان احادیث میں ان کی طرف رجوع کیا جانے لگا۔

قال عبد الرحمن قال ابي: إذا رأيت شعبة يحدث عن رجل فاعلم انه ثقة الا نفرا بأعيانهم قيل لأبي ألم يكن للثورى بصر بالحديث كبصر شعبة؟ قال: كان الثوري قد غلب عليه شهوة الحديث وحفظه، وكان شعبة أبصر بالحديث وبالرجال، وكان الثوري احفظ وكان شعبة بصيرا بالحديث جدا، فهما له، كأنه خلق لهذا الشان.[3]

عبد الرحمٰن کہتے ہیں: میرے والد نے فرمایا: اگر تم دیکھو شعبہ کسی شخص کے بارے میں بات کر رہے ہیں تو جان لو کہ وہ ثقہ ہے، سوائے بعض راویوں کے، میرے والد سے کہا گیا: کیا ثوری علم حدیث میں شعبہ کی طرح علم نہیں رکھتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: ثوری پر حدیث کی حرص اور حفظ غالب تھا اور شعبہ حدیث اور

۱- ابن أبي حاتم: الجرح والتعديل ۱/ ۱۲۸

۲- ابن أبي حاتم: الجرح والتعديل ۱/۱۲۷

۳- ابن أبي حاتم: الجرح و التعديل ۱/۱۲۸

رجال کے بارے میں گہرا علم رکھتے ہیں، ثوری زیادہ حافظ تھے اور شعبہ حدیث کے بارے میں بہت اچھا علم رکھتے تھے، تو دونوں اس علم کے لیے تھے، اور وہ تو جیسے اس علم کے لیے پیدا کیے گئے ہوں.

شعبہ کا منہج:

۱. رجال حدیث کے بارے میں کلام کرنے کو شعبہ باعث ثواب اور اپنا فرض سمجھتے تھے، اور اس عمل کو اللہ کے لیے غیبت کہتے تھے، عن مكي بن إبراهيم قال: كان شعبة يأتي عمران بن حدير فيقول: تعال حتى نغتاب ساعة في الله- عزوجل- نذكرمساوئ أصحاب الحديث.[۱] مکی بن ابراہیم سے روایت ہے: شعبہ عمران بن حدیر کے پاس آتے تھے اور کہتے تھے: آؤ کچھ دیر اللہ کے لیے غیبت کریں، اصحاب حدیث کی برائیاں بیان کریں. قال سمعت عبد الرحمن يقول: كان شعبة يتكلم في هذا حسبة. قال حماد: وكان شعبة يتكلم في هذا حسبة.[۲] عبد الرحمٰن بن مہدی اور حماد بن زید کہتے ہیں: شعبہ ثواب کی خاطر راویوں کے بارے میں کلام کیا کرتے تھے.

۲. شعبہ ضعفا اور متروکین سے روایت نہیں کرتے تھے، بلکہ ان کے پاس جاکر انہیں روایت کرنے سے منع کیا کرتے تھے، قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ: انْتَهَيْتُ إِلَى شُعْبَةَ، فَقَالَ: هَذَا عَبَّادُ بْنُ كَثِيرٍ، فَاحْذَرُوهُ.[۳] عبد اللہ بن المبارک کہتے ہیں: میں شعبہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا: یہ عباد بن کثیر ہے، اس سے بچ کر رہنا.

۱- ابن حبان البُستي: المجروحين ۱/۳٦

۲- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح و التعديل ص ۱۷۱

۳- القشيري النيسابوري: مقدمة صحيح مسلم ۱/۱۷

حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى شُعْبَةَ أَسْأَلُهُ عَنْ أَبِي شَيْبَةَ قَاضِي وَاسِطَ، فَكَتَبَ إِلَيَّ: «لَا تَكْتُبْ عَنْهُ شَيْئًا وَمَزِّقْ كِتَابِي»[1] عبید اللہ بن معاذ العنبری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے شعبہ کو لکھا، ابوشیبہ قاضی واسط کے بارے میں پوچھنے کے لیے، انہوں نے مجھے جواب دیا: اس سے مت کچھ لکھنا، اور میرے خط کو پھاڑ دینا۔

قَالَ الشَّافِعِيُّ: كَانَ شُعْبَةُ يَجِيْءُ إِلَى الرَّجُلِ -يَعْنِي: الَّذِي لَيْسَ أَهْلاً لِلْحَدِيْثِ- فَيَقُوْلُ: لاَ تُحدِّثْ، وَإِلاَّ اسْتَعْدَيتُ عَلَيْكَ السُّلْطَانَ.[2] امام شافعی فرماتے ہیں: شعبہ ایسے شخص کے پاس آتے جو روایت حدیث کا اہل نہ ہوتا، تو اس سے کہتے: تم روایت مت بیان کرو، ورنہ میں حاکم کے پاس تمہاری شکایت کروں گا۔

۳۔ شعبہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ شعبہ جرح میں بہت شدید تھے، یہاں تک ان امور میں بھی تجریح کر دیتے تھے جن سے تجریح نہیں ہوتی، جیسے انہوں نے ایک شخص کو صرف اس لیے مجروح قرار دیا کہ وہ اپنا گھوڑا بھگا رہا تھا[3]، ایک راوی کو اس لیے ترک کر دیا کہ وہ تولنے میں زیادتی کر رہا تھا[4]، ابو الزبیر کو اس لیے ترک کر دیا کہ وہ نماز ٹھیک طور پر نہیں پڑھتے تھے۔[5]

۱۔ القشیري النیسابوري: مقدمة صحیح مسلم ۲۳/۱

۲۔ الذهبي: سیر أعلام النبلاء ۲٤۸/۷

۳۔ ابن حبان البُستي: المجروحین ۳۰/۱

۴۔ ابن حبان البُستي: المجروحین ۳۰/۱

۵۔ ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح و التعدیل ص ۱۵۱۔

۴۔ شعبہ تجریح میں مبالغہ سے کام لیتے تھے، قال شعبة: لأن ارتكب سبعين كبيرة أحب إلي من أن أحدث عن أبان بن أبي عياش[1]. شعبہ کہتے ہیں: ابان بن عیاش سے روایت کرنے سے بہتر ہے کہ میں ستر کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرلوں.

۵۔ وہ صرف ثقہ راویوں سے روایت کرنا جائز سمجھتے تھے، علي - يعني ابن المديني - قال ذكرنا ليحيى - يعني ابن سعيد القطان - القاسم بن عوف الشيباني فقال يحيى قال شعبة: دخلت عليه - وحرك يحيى رأسه، قلت ليحيى ما شأنه؟ فجعل يحيد، قلت ليحيى: ضعفه في الحديث؟ قال: لو لم يضعفه لروى عنه.[2] علی بن المدینی کہتے ہیں: ہم نے یحییٰ القطان سے قاسم بن عوف الشیبانی کا ذکر کیا، یحییٰ نے کہا، شعبہ کہتے ہیں: کیا تم اس کے پاس گئے تھے؟ یحییٰ نے سر ہلا دیا، میں نے یحییٰ سے پوچھا: کیوں؟ تو وہی بات دہرانے لگے، میں نے یحییٰ سے کہا: کیا اسے ضعیف قرار دیا؟ کہا: وہ اگر ضعیف نہ قرار دیتے تو اس سے روایت کرتے.

قال يحيى: كل شئ يحدث به شعبة عن رجل فلا تحتاج أن تقول عن ذاك الرجل أنه سمع فلانا، قد كفاك أمره[3]. یحییٰ القطان کہتے ہیں: شعبہ کسی راوی کے بارے جو کچھ کہتے ہیں، تو تمہیں اس راوی کے بارے میں سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس نے فلاں سے سنا ہے؟ شعبہ نے اس کی ذمہ داری لے لی ہے.

۶۔ شعبہ حدیث کو ایک دفعہ سننے کا کافی نہیں سمجھتے بلکہ کئی مرتبہ سننا ضروری سمجھتے تھے۔[4]

۱۔ ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح و التعديل ص ۱۳٤

۲۔ ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح و التعديل ص ۱۵۰

۳۔ ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح و التعديل ص ۱٦۲

۴۔ ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح و التعديل ص۱٦۸

۷۔ شعبہ راویوں کے بارے میں کلام سے پہلے ان کی احادیث کا تقابلی مطالعہ کیا کرتے تھے۔ وقال أبو داود الطيالسي قال شعبة ألا تعجبون من جرير بن حازم هذا المجنون ومن حماد بن زيد أتياني يسألاني أن أكف عن ذكر الحسن بن عمارة لا والله لا أكف[1]، ابوداود الطیالسی کہتے ہیں: شعبہ کہتے ہیں: کیا تم جریر بن حازم اس پاگل سے اور حماد بن زید سے تعجب نہیں کرتے؟ دونوں میرے پاس آئے اور مجھ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ میں حسن بن عمارہ کا ذکر کرنا ترک کردوں، اللہ کی قسم، نہیں ترک کروں گا. اور یہ روایت کیا گیا کہ شعبہ اس راوی کو کاذب کہتے تھے۔

اس وقت نظر کا سبب امام مسلم بیان کرتے ہیں: وحَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: قَالَ لِي شُعْبَةُ: ائْتِ جَرِيرَ بْنَ حَازِمٍ، فَقُلْ لَهُ: «لَا يَحِلُّ لَكَ أَنْ تَرْوِيَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُمَارَةَ فَإِنَّهُ يَكْذِبُ» ، قَالَ أَبُودَاوُدَ: قُلْتُ لِشُعْبَةَ: وَكَيْفَ ذَاكَ؟ فَقَالَ: «حَدَّثَنَا عَنِ الْحَكَمِ بِأَشْيَاءَ لَمْ أَجِدْ لَهَا أَصْلًا» ، قَالَ: قُلْتُ لَهُ: بِأَيِّ شَيْءٍ؟ قَالَ: قُلْتُ لِلْحَكَمِ: أَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ عَلَى قَتْلَى أُحُدٍ؟ فَقَالَ: لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ: عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى عَلَيْهِمْ وَدَفَنَهُمْ، قُلْتُ لِلْحَكَمِ: مَا تَقُولُ فِي أَوْلَادِ الزِّنَا، قَالَ: يُصَلَّى عَلَيْهِمْ، قُلْتُ: مِنْ حَدِيثِ مَنْ يُرْوَى؟ قَالَ: يُرْوَى عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ، فَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ، عَنْ عَلِيٍّ.[2] امام مسلم محمود بن غیلان سے، اور وہ ابوداود سے روایت کرتے ہیں: کہ مجھ سے شعبہ نے کہا: جریر بن حازم کو جا کر کہو کہ تیرے لئے حسن بن عمارہ سے کوئی روایت جائز نہیں ہے کیونکہ وہ جھوٹ بولتا ہے، ابوداود نے کہا:

۱۔ الذهبي: ميزان الاعتدال ۲/۲۶۶

۲۔ القشيري النيسابوري: مقدمة صحيح مسلم ۱/۲۳

حسن نے حکم سے کچھ ایسی احادیث ہم سے بیان کی ہیں جن کی اصل کچھ نہیں پاتا ، میں نے شعبہ سے پوچھا: وہ کونسی روایت ہے؟ شعبہ نے کہا کہ میں نے حکم سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ نے شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھی تھی؟ اس نے کہا: نہیں پڑھی تھی، پھر حسن بن عمارہ نے حکم سے روایت کیا ہے، اس نے مقسم سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور ان کو دفن کیا ۔ اس کے علاوہ میں نے حکم سے پوچھا کہ تو ولد الزنا کی نماز جنازہ کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ تو اس نے کہا: ایسے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، میں نے کہا: یہ کس سے روایت کیا گیا ہے، اس نے کہا: حسن بصری سے ، لیکن حسن بن عمارہ نے یہ حدیث حکم سے یحییٰ بن جزار از علی رضی اللہ عنہ روایت کی۔ (یعنی پہلی حدیث میں الفاظ کی غلطی اور دوسری میں سند کی غلطی ہے)

۸۔ شعبہ اپنے اساتذہ میں سے انہی سے روایت کرتے ہیں، جنہوں نے اپنے شیوخ سے براہ راست سنا ہو، حافظ ابن حجر کہتے ہیں: فَإِنَّ شُعْبَةَ لَا يَحْمِلُ عَنْ شُيُوخِهِ إِلَّا مَا عَرَفَ أَنَّهُمْ سَمِعُوهُ مِنْ شُيُوخِهِمْ[1]،

۹۔ شعبہ نقد میں شدت کے حوالے سے مشہور ہیں، خصوصا متاخرین کے نزدیک، ابن المبارک کہتے ہیں: ما رأيت رجلاً أطعن في الرجال من شعبة.[2] امام مالک کہتے ہیں: شعبتكم يشدد في الرجال، وقد روى عن عاصم بن عبيد الله،[3] امام ذہبی کہتے ہیں: شعبة متعنّت، اور اس شدت کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ بعض معمولی باتوں کی وجہ سے راوی کو رد کر دیا کرتے تھے جو کہ زیادہ سے زیادہ اخلاق کے منافی ہو سکتی ہیں.

۱- ابن حجر: فتح الباري ۲۱۷/۱۲

۲- أبو زرعة الرازي: عبيد الله بن عبد الكريم بن يزيد بن فروخ المخزومي (۲٦٤ هـ) كتاب الضعفاء عمادة البحث العلمي بالجامعة الإسلامية، المدينة النبوية، ۱٤۰۲ھ/۱۹۸۲م ۶۸۱/۲

۳- ابن حجر: تهذيب التهذيب ٥/٤٧

۳۔ الثوری (۹۷-۱۶۱ھ)

نام: ابو عبد اللہ سفیان بن سعید بن مسروق الثوری، بنی مضر کے قبیلے بنی ثور بن مناۃ سے تعلق تھا، کوفہ میں پیدائش ہوئی، بچپن میں تعلیم حاصل کی، ان کے والد کا شمار کوفہ کے علما میں ہوتا تھا،[1] یہاں تک علوم الحدیث میں مہارت حاصل کی، بعض اہل علم نے انہیں امیر المومنین فی الحدیث کا لقب دیا۔[2]

اقوال اہل علم: وقال الأوزاعي: لم يبق من تجتمع عليه الأمة بالرضى والصحة إلا سفيان.[3] امام اوزاعی فرماتے ہیں: سفیان الثوری کے علاوہ کوئی عالم باقی نہیں رہا جس پر تمام امت رضامندی اور تصحیح کے ساتھ جمع نہ ہوئی ہو۔

وقال أحمد: "سفيان أحفظ للإسناد وأسماء الرجال من شعبة".[4] امام احمد فرماتے ہیں: سفیان اسانید کے اور شعبہ اسماء الرجال کے اچھے حافظ ہیں۔

وقال: "الثوري أعلم بحديث الكوفيين ومشايخهم من الأعمش".[5] امام احمد مزید فرماتے ہیں: ثوری کوفیوں کی احادیث اور ان کے اساتذہ کو اعمش سے زیادہ جانتے ہیں۔

وقال معاوية بن عمرو عن زائدة: "كنا نأتي الأعمش فيحدثنا فيكثر، ونأتي سفيان الثوري فنذكر له تلك الأحاديث فيقول: ليس هذا من حديث

---

۱ الذهبي: تذكرة الحفاظ ۲۰۶/۱

۲۔ ابن عدي: مقدمة الكامل ص۱۳٤ و ابن رجب: شرح علل الترمذي ص۱٦۲

۳۔ الذهبي: تذكرة الحفاظ ۱۵۲/۱

۴۔ ابن رجب: شرح علل الترمذي ۱۷۸/۱

۵۔ ابن رجب: شرح علل الترمذي ۱۷۸/۱

الأعمش، فنقول: هو حدثنا به الساعة ! فيقول: اذهبوا فقولوا له إن شئتم، فنأتي الأعمش فنخبره بذلك فيقول: صدق سفيان، ليس هذا من حديثنا"[1] معاویہ بن عمرو روایت کرتے ہیں زائدہ سے، وہ کہتے ہیں: ہم اعمش سے روایات لیا کرتے تھے، اور وہ کثرت سے بیان کیا کرتے تھے، پھر امام ثوری کو یہ احادیث سنایا کرتے تھے، تو وہ کہا کرتے تھے: یہ اعمش کی روایات نہیں ہیں، ہم کہتے: انہوں نے ابھی ہمیں سنائی ہیں، تو وہ کہتے: چاہو تو جا کر اعمش کو بتادو، ہم جا کر انہیں بتاتے تو وہ کہتے: سفیان نے سچ کہا، یہ ہماری روایات نہیں ہیں.

وقال أبو حاتم الرازي: "هو إمام أهل العراق، وأتقن أصحاب أبي إسحاق، وهو أحفظ من شعبة، وإذا اختلف شعبة والثوري فالثوري"[2]. امام ابو حاتم رازی کہتے ہیں: وہ اہل عراق کے امام تھے، ابو اسحاق کے سب سے زیادہ متقن ساتھیوں میں سے ہیں، شعبہ سے زیادہ حافظ ہیں، اور اگر شعبہ اور ثوری میں اختلاف ہو تو ثوری کی روایت قابل قبول ہوگی.

نقاد ائمہ حدیث نے ثوری کی مہارت کے بارے میں گواہی دی ہے، اور انہیں اس علم کا ستون قرار دیا ہے، اور ان کا یہ قول: لما استعمل الرواة الكذب، استعملنا لهم التأريخ[3]، جب راویوں نے جھوٹ کا استعمال شروع کیا تو ہم نے ان کے جواب کے لیے تاریخ کو استعمال کیا، اور یہ قول جرح و تعدیل کا اصول بن گیا.

۱- ابن رجب: شرح علل الترمذي ۱/۱۷۸

۲- ابن رجب: شرح علل الترمذي ۱/۱۷۹

۳- ابن عدي: مقدمة الكامل ص ۱۳۹

وہ ناقدین کے درمیانے طبقہ سے تعلق رکھتے تھے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے نکت علی ابن الصلاح میں ذکر کیا ہے[1] ابن عدی، ابن ابی حاتم اور ذہبی نے انہیں نقاد ائمہ میں شمار کیا ہے۔[2]

امام ثوری پر یہ تنقید کی گئی کہ وہ ضعیف راویوں سے روایت کرتے ہیں، مثل: الکلبی وغیرہ۔ قال مالك: قلت لسفيان الثوري: لا تكتب عن رجال فيهم بعض ما فيهم، فغضب. قال: فقال شعبه: لا تأخذوا عن سفيان الا عن رجل تعرفونه، فإنه لا يبالي عمن حصل الحديث.[3] امام مالک فرماتے ہیں: میں نے سفیان ثوری سے کہا: ایسے لوگوں سے روایت مت لکھو جن کے بارے میں کوئی ناقدانہ قول ہو، تو وہ ناراض ہو گئے۔ فرماتے ہیں: شعبہ نے کہا: سفیان سے صرف وہی روایت لو جو معروف راویوں سے مروی ہو، اس لیے کہ وہ یہ پرواہ نہیں کرتے کہ کہاں سے حدیث مل رہی ہے۔

امام نسائی نے اس بات پر اعتراض کیا کہ وہ امام حدیث ہیں لیکن ضعفا سے روایت کرتے ہیں۔[4] ابن ابی حاتم کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے پوچھا: ما معنى رواية الثوري عن الكلبي وهو غير ثقة عنده؟ فقال كان الثوري يذكر الرواية عن الكلبي على الإنكار والتعجب فتعلقوا عنه روايته عنه وان لم تكن روايته عن

۱- السخاوي: الاعلان بالتوبيخ ص ۱٦٨

۲- الذهبي: ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل ص١٦٣ ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح والتعديل ص٦٠ ابن عدي: مقدمة الكامل ص١٢٣-١٢٤

۳- ابن عدي: مقدمة الكامل ص ١١٦

۴- ابن رجب: شرح علل الترمذي ١/١٥

الكلبي قبوله له.[1] ثوری کی کلبی سے روایت کی کیا حیثیت ہے جبکہ وہ ان کے نزدیک ثقہ نہیں ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: ثوری کی روایت کلبی سے بطور تعجب اور انکار کے تھی، لوگوں نے اسکی روایت ان کے ساتھ منتقی کردی جبکہ ثوری کی روایت اس سے قبول کرنے کے لیے نہیں تھی.

ثوری اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں: میں حدیث کو تین طریقوں سے لیتا ہوں: راوی سے سنتا ہوں تو اسے دین سمجھ کر قبول کر لیتا ہوں، اور دوسرا وہ کہ راوی سے سنتا ہوں لیکن اس کی تجزیح نہیں کر سکتا، اس کو میں موقوف کر دیتا ہوں، اور تیسرا وہ جس کی حدیث سنتا ہوں اور اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا صرف علم کی خاطر اسے لے لیتا ہوں.[2]

خلاصہ یہ ہوا کہ ثوری ضعفا سے روایت ان کا علم حاصل کرنے کے لیے کرتے تھے، ان کا مقصد ہرگز ان پر عمل کرنا نہیں ہوتا تھا، اس کی دلیل مذکورہ بالا ان کا قول ہے، اور اس کی تائید ابو نعیم کے اس قول سے بھی ہوتی ہے، وہ کہتے ہیں: سفیان غصہ ہو جاتے تھے جب کسی ضعیف راوی کی روایت نقل کی جاتی تھی.[3]

ثوری مناظرہ اور علم کلام کے مسائل میں کہا کرتے تھے: إذا حدثك ثقة عن غير ثقة فلا تأخذ، وإذا حدثك غير ثقة عن ثقة فلا تأخذ، وإذا حدثك ثقة عن ثقة فخذه.[4] اگر ثقہ راوی غیر ثقہ راوی سے روایت کرے تو مت لو، اگر غیر ثقہ راوی ثقہ راوی سے روایت کرے تو مت لو، اور اگر ثقہ راوی ثقہ راوی سے روایت کرے تو لے لو.

۱- ابن أبي حاتم: الجرح والتعديل ٢/٣٦

۲- ابن عدي: مقدمة الكامل ص١٣٦

۳- ابن عدي: مقدمة الكامل ص ١٤١

۴- ابن أبي حاتم: الجرح والتعديل٢/٢٩

ثوری کو مدلس بھی کہا جاتا ہے، جیسا کہ امام ذہبی نے فرمایا: **سفیان بن سعید الحجة الثبت، متفق علیه، مع أنه كان يدلس عن الضعفاء، ولكن له نقد وذوق، ولا عبرة لقول من قال: يدلس ويكتب عن الكذابين.**[1] سفیان بن سعید، الحجہ الثبت، متفق علیہ، باوجود اس کے کہ وہ ضعیف راویوں سے تدلیس کیا کرتے تھے، لیکن وہ نقاد اور صاحب ذوق تھے، اور اس بات کا کوئی اعتبار نہیں کہ وہ تدلیس کیا کرتے تھے اور کذاب راویوں سے حدیث لکھا کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر نے ان کی تدلیس کو قابل احتمال قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں: **الثانية: من احتمل الائمة تدليسه وأخرجوا له في الصحيح لامامته وقلة تدليسه في جنب ما روى كالثوري.**[2] مدلسین کا دوسرا مرتبہ: وہ راوی جن کی تدلیس ائمہ کرام نے قبول کی ہے اور ان کی روایت صحیح میں نقل کی ہے ان کی امامت اور کثرت روایت مع قلّت تدلیس کی وجہ سے، مثل: ثوری۔ امام بخاری فرماتے ہیں: **ما أقل تدليسه.**[3] ان کی تدلیس کتنی قلیل تھی۔

۴- مالک (۹۳-۱۷۹ھ)

نام: ابو عبداللہ مالک بن انس بن مالک ابو عامر بن عمرو بن الحارث بن غیمان بن خثیل بن عمرو بن الحارث ــ ذو اصبح بن عوف بن مالک بن زید بن شداد بن زرعہ الحمیری الاصبحی المدنی۔[4]

۱- الذهبي: **ميزان الاعتدال** ۱۶۹/۲

۲- ابن حجر العسقلاني: **طبقات المدلسين** - تحقيق: د. عاصم بن عبدالله القريوتي ط/۱ - مكتبة المنار - عمان، ۱۴۰۳ — ۱۹۸۳ ص ۷

۳- ابن حجر: **طبقات المدلسين** ص ۲۱

۴- الذهبي: **سير أعلام النبلاء** ۳۸/۸

عیش و عشرت کی زندگی میں پرورش پائی، علمی فضا میں پروان چڑھے، دس سال سے زائد عمر میں حدیث کی تعلیم شروع کی[1]، حرمین شریفین کے علما سے حدیث کا علم لیا، شعبہ کہتے ہیں: میں مدینہ جب پہنچا تو نافع زندہ تھے، اور مالک کا حلقہ علم تھا.[2] امام مالک کی نوجوانی میں ہی شہرت پھیل چکی تھی.

امام ذہبی فرماتے ہیں: وَطَلَبَ مَالِكٌ العِلْمَ وَهُوَ ابْنُ بِضْعَ عَشْرَةَ سَنَةً، وَتَأَهَّلَ لِلْفُتْيَا، وَجَلَسَ لِلإِفَادَةِ، وَلَهُ إِحْدَى وَعِشْرُوْنَ سَنَةً، وَحَدَّثَ عَنْهُ جَمَاعَةٌ وَهُوَ حَيٌّ شَابٌّ طَرِيٌّ، وَقَصَدَهُ طَلَبَةُ العِلْمِ مِنَ الآفَاقِ فِي آخِرِ دَوْلَةِ أَبِي جَعْفَرٍ المَنْصُوْرِ، وَمَا بَعْدَ ذَلِكَ، وَازْدَحَمُوا عَلَيْهِ فِي خِلاَفَةِ الرَّشِيْدِ، وَإِلَى أَنْ مَاتَ.[3] مالک نے دس بارہ سال کی عمر میں علم کا حصول شروع کیا، اور فتوی دینے کے قابل ہو گئے، اور جب ان کی عمر اکیس سال تھی پڑھانے بیٹھ گئے، بے شمار لوگوں نے ان سے حدیث کا علم حاصل کیا جبکہ ان کی بھرپور جوانی کا علم تھا، ابو جعفر منصور کی خلافت کے آخری مدت میں اور اس کے بعد تمام علاقوں سے طلبہ نے ان کا رخ کیا، اور ہارون الرشید کی خلافت میں ازدحام ہو گیا یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا.

امام مالک راویوں کے بارے میں سخت احتیاط سے کام لیتے تھے، وہ کہا کرتے تھے: لَا يُؤْخَذ الْعلم من أَرْبَعَة وخذوا مِمَّن سوى ذَلِك: لَا يُؤْخَذ من سَفِيه معلن بالسفه وَإِن كَانَ أروى النَّاس، وَلَا من صَاحب هوى يَدْعُو النَّاس إِلَى هَوَاهُ، وَلَا من كَذَّاب يكذب فِي أَحَادِيث النَّاس وَإِن كنت لَا تتهمه أَن يكذب على

۱- الذهبي: سير أعلام النبلاء ۸/٤٩

۲- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح والتعديل ص۲٦

۳- الذهبي: سير أعلام النبلاء ۸/٥٥

رَسُول اللہ ﷺ وَلَا من شیخ لَهُ عبَادَة وَفضل إِذا کَانَ لَا یعرف مَا یحدث.[1]
چار قسم کے افراد سے حدیث نہیں لی جا سکتی، ان کے علاوہ سے لے لو: ایسے کم عقل سے جس کی کم عقلی بالکل واضح ہو، چاہے وہ سب سے زیادہ روایت کرنے والا ہو، اور نہ ہی بدعتی شخص سے جو اپنی بدعت کی طرف دعوت دیتا ہو، اور نہ ہی ایسے کذاب سے جو لوگوں سے بات چیت میں جھوٹ بولتا ہو اور تم رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے کا الزام نہ لگاتے ہو، اور نہ ہی ایسے عابد وزاہد بزرگ سے جو یہ نہ جانتا ہو کہ وہ کیا بیان کر رہا ہے۔

وہ فرماتے ہیں: أدْرَكْت فِي مَسْجِدنَا هَذَا سِتِّينَ أَو سبعين من التَّابِعين لم أكتب إِلَّا عَمَّن یعرف حَلَال الحَدِیث وَحَرَامه، وزیادته ونقصانه.[2] میں نے اپنی اس مسجد میں ساٹھ یا ستر تابعین کو پایا ہے، لیکن میں نے صرف ان سے حدیث لی ہے جو حدیث کے حرام و حلال جانتے ہیں اور اس کی کمی بیشی کو سمجھتے ہیں۔

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: مَا کَانَ أَشد انتقاد مَالك للرِّجَال وأعلمه بهم.[3] امام مالک رجال کے بارے میں کتنے شدید ناقد تھے اور سب سے زیادہ ان کے بارے میں علم رکھتے تھے۔ مزید فرماتے ہیں: وَلاَ یُحَدِّثُ إِلاَّ عَنْ ثِقَةٍ،[4] مالک ثقہ کے علاوہ اور کسی سے روایت نہیں کرتے۔ وَقَالَ الشَّافِعِي: إِذا جَاءَ الحَدِیث عَن مَالك فاشدد بِهِ یَدیك.[5] امام شافعی کہتے ہیں: اگر تمہارے پاس مالک کی طرف سے حدیث آئے تو اسے سختی سے پکڑ لو۔

۱- ابن عدي : مقدمة الكامل ص۱٤۹

۲- ابن عدي: مقدمة الكامل ص۱٥۱

۳- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح والتعديل ص۲۳

٤- الذهبي: سير أعلام النبلاء ۷۳/۸

٥- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح و التعديل ص۱٤

ابو حاتم کہتے ہیں: ومالك نقي الرجال نقي الحديث، وهو أنقى حديثا من الثوري والأوزاعي،.[1] مالک راویوں کے بارے میں بہت صاف ستھرے اور حدیث کے معاملے میں بھی بہت اجلے تھے، حدیث میں وہ ثوری اور اوزاعی سے زیادہ ستھرے تھے.

امام مالک کے بارے میں جیسے کہا گیا کہ وہ صرف ثقہ راویوں سے روایت لیا کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود بعض ضعیف راویوں سے حدیث لینے پر اعتراض کیا گیا، امام نسائی فرماتے ہیں: لا نعلم مالكا روى عن إنسان ضعيف مشهور بالضعف إلا عاصم بن عبيد الله فإنه روى عنه حديثا وعن عمرو بن أبي عمرو وهو أصلح من عاصم وعن شريك بن أبي نمر وهو أصلح من عمرو ولا نعلم مالكا حدث عن أحد يترك حديثه إلا عن عبد الكريم أبي أمية.[2] ہم نہیں جانتے کہ مالک نے کسی ایسے ضعیف راوی سے روایت لی ہو جو ضعف میں شہرت رکھتا ہو سوائے عاصم بن عبیداللہ کے جن سے انہوں نے ایک حدیث روایت کی ہے، اور عمرو بن ابی عمرو سے جو عاصم سے زیادہ قابل تھے، اور شریک بن ابی نمر سے جو عمرو سے زیادہ قابل تھے، اور ہم نہیں جانتے کہ مالک نے ایسے راوی سے روایت کی ہو جس کی روایت ترک کرنے کے قابل ہو سوائے عبد الکریم بن ابی امیہ کے، امام بخاری فرماتے ہیں: لا نعلم مالكاً حدث عمن يترك حديثه إلا عن عطاء الخراساني.[3] ہم نہیں جانتے کہ مالک نے ایسے راوی سے روایت کی ہو جس کی روایت ترک کرنے کے قابل ہو سوائے عطاء الخراسانی کے.

۱- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح والتعديل ص۱۷

۲- ابن رجب: شرح علل الترمذي ۷۷۹/۲---۷۸۰

۳- ابن رجب: شرح علل الترمذي ۷۸۰/۲

امام مالک کا شمار جرح و تعدیل کے نقاد ائمہ کرام میں سے ہوتا ہے، ذہبی، ابن حبان اور ابن ابی حاتم نے انہیں نقاد میں سر فہرست قرار دیا ہے۔[1]

تمام ائمہ حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ اس حدیث میں مذکورہ شخصیت امام مالک کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: "يُوشِكُ أَنْ تَضْرِبُوا – وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً: أَنْ يَضْرِبَ النَّاسُ – أَكْبَادَ الْإِبِلِ، يَطْلُبُونَ الْعِلْمَ، لَا يَجِدُونَ عَالِمًا أَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ"[2] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا عنقریب لوگ علم حاصل کرنے کے لیے (دور دراز سے) اونٹوں پر سفر کریں گے۔ وہ لوگ مدینہ کے عالم سے کسی کو علم سے زیادہ نہیں پائیں گے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ابن عیینہ سے منقول ہے کہ اس عالم مدینہ سے مراد امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ ہیں۔
اسحاق بن موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ سے سنا کہ وہ عمری زاہد ہیں ان کا نام

۱- الذهبي: **ذكر من يعتمد قوله في الجرح و التعديل** ص۱٦۲ -۱٦۳ ابن حبان البُستي: **المجروحين** ۱/٤۰ ابن أبي حاتم: **مقدمة الجرح و التعديل** ص۱۰

۲- أحمد بن حنبل: **المسند** ۱۳/۳٥۸(۷۹۸۰) وأخرجه الحميدي (۱۱٤۷)، والترمذي (۲٦۸۰)، والطحاوي في "**شرح مشكل الآثار**" (٤۰۱۷) و (٤۰۱۸)، وابن أبي حاتم في "**الجرح والتعديل**" ۱/۱۱-۱۲، وابن حبان (۳۷۳٦)، وابن عدي في "**الكامل**" ۱/۱۰۱، والحاكم ۱/۹۰-۹۱، والبيهقي في "**السنن**" ۱/۳۸٦، وفي "**المعرفة**" ۱/۸۷، والخطيب في "**تاريخه**" ٥/۳۰٦-۳۰۷ و٦/۳۷٦-۳۷۷ و۱۳/۱۷، والذهبي في "**السير**" ۸/٥٥ من طرق سبعة عن سفيان بن عيينة، بهذا الإسناد. وصححه الحاكم على شرط مسلم ووافقه الذهبي، وحسنه الترمذي!

عبدالعزیز بن عبداللہ ہے۔ یحیٰ بن موسیٰ فرماتے ہیں، عبدالرزاق کا قول ہے کہ وہ عالم مالک بن انس ہیں۔[1]

امام مالک کی بعض آرا کی نقاد نے مخالفت کی ہے، جیسے عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کی توثیق، ذہبی کہتے ہیں: ووثقه مالك، قال سعيد بن أبي مريم :قال لي خالي موسى بن سلمة: قلت لمالك :دلني على رجل ثقة، قال: عليك بعبد الرحمن بن أبي الزناد[2]. مالک نے اس کی توثیق کی ہے، سعید بن ابی مریم کہتے ہیں، میرے ماموں موسیٰ بن سلمہ نے مجھے بتایا کہ میں نے مالک سے کہا: مجھے کسی ثقہ راوی کے بارے میں بتائیں، انھوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن ابی الزناد، جبکہ دیگر نقاد نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا، ابن معین نے کہا: ضعیف، ایک روایت میں ہے: ليس بشيء، دوسری روایت میں ہے: لا يحتج به، اور اسی طرح ابو حاتم اور نسائی نے ضعیف قرار دیا، امام احمد فرماتے ہیں: مضطرب الحديث[3].

ذہبی نے راوی کے مناکیر میں یہ دو حدیثیں بیان کی ہیں: ومن مناكيره من كان له شعر فليكرمه، وحديث الهرة من متاع البيت[4].

۵- ابن المبارک (۱۱۸-۱۸۱ھ)

نام: ابو عبدالرحمٰن، عبداللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی مولاہم، الترکی المروزی.

۱- الترمذي: السنن كتاب العلم باب ما جاء في عالم المدينة

۲- الذهبي: ميزان الاعتدال ۲/۵۷۵

۳- الذهبي: ميزان الاعتدال ۲/۵۷۵

۴- الذهبي: ميزان الاعتدال ۲/۵۷۵

بیس سال کی عمر میں حصول علم کا آغاز کیا، سن ۱۴۱ھ میں علمی اسفار شروع کیے،[1] امام ذہبی فرماتے ہیں: وَأَخَذَ عَنْ بقَايَا التَّابِعِيْنَ، وَأَكْثَرَ مِنَ التَّرْحَالِ وَالتَّطْوَافِ، وَإِلَى أَنْ مَاتَ فِي طَلَبِ العِلْمِ، وَفِي الغَزْوِ، وَفِي التِّجَارَةِ، وَالإِنفَاقِ عَلَى الإِخْوَانِ فِي اللهِ، وَتَجهِيزِهِم مَعَهُ إِلَى الحَجِّ.[2] انہوں نے بقایا تابعین سے روایت لی، کثرت سے طلب علم کے لیے سفر کیے، یہاں تک کہ طلب علم، جہاد، تجارت، اپنے مسلمان بھائیوں پر خرچ کرنے اور حج کے اخراجات میں تعاون کرنے میں زندگی صرف کرنے کے بعد ان کا انتقال ہوگیا، ذہبی مزید کہتے ہیں: ارْتَحَلَ ابْنُ المُبَارَكِ إِلَى: الحَرَمَيْنِ، وَالشَّامِ، وَمِصْرَ، وَالعِرَاقِ، وَالجَزِيْرَةِ، وَخُرَاسَانَ،[3] ابن المبارک نے حرمین، شام، مصر، عراق، جزیرہ اور خراسان کے سفر کیے. امام احمد فرماتے ہیں: وكان من رواة العلم، وكان أهل ذاك، كتب عن الصغار والكبار،[4] ان کا شمار رواۃ حدیث میں ہوتا ہے، اور وہ اس کے مستحق تھے، چھوٹے بڑے سے روایت لکھی، امام ابو حاتم فرماتے ہیں: طاف ابن المبارك ربع الدنيا بالرحلة في طلب الحديث، لم يدع اليمن ولا مصر ولا الشام ولا الجزيرة ولا البصرة ولا الكوفة.[5] ابن المبارک نے طلب حدیث میں ایک چوتھائی دنیا دیکھ ڈالی، انہوں نے نہ یمن، نہ مصر، نہ شام، نہ جزیرہ، نہ بصرہ اور نہ کوفہ چھوڑا. ان کے بارے میں ابن حجر کہتے ہیں: ثقة ثبت فقيه عالم جواد

۱- الذهبي: سير أعلام النبلاء ۸/۳۷۸

۲- الذهبي: سير أعلام النبلاء ۸/۳۷۹

۳- الذهبي: سير أعلام النبلاء ۸/۳۸۱

۴- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح والتعديل ۱/۲۰۴

۵- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح والتعديل ص۲٦٤

مجاهد، جمعت فيه خصال الخير[1]. وہ ثقہ، ثبت، فقیہ، عالم، جواد اور مجاہد تھے، نیکی کی تمام خصلتیں ان میں جمع کر دی گئی تھیں۔

و قال ابن حبان: كان فيه خصال لم تجتمع في أحد من أهل العلم في زمانه في الأرض كلها.[2] ابن حبان کہتے ہیں: ان میں وہ خصلتیں جمع تھیں جو ان کے عہد کے کسی عالم میں روئے زمین پر موجود نہیں تھیں۔

و قال ابن عيينة: نظرت في أمر الصحابة، فما رأيت لهم فضلاً على ابن المبارك، إلا بصحبتهم النبي و غزوهم معه.[3] ابن عیینہ کہتے ہیں: میں نے صحابہ میں غور کیا، تو مجھے ابن المبارک پر ان کی کوئی فضیلت نظر نہیں آئی سوائے اس کے کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آپ کے ساتھ جہاد کرنے کا موقع ملا۔

امام ابن المبارک علم کے ساتھ ساتھ بہت بڑے مالدار تاجر بھی تھے، اور اپنے مال میں سے طلبہ، محدثین اور عام لوگوں پر سخاوت سے خرچ کیا کرتے تھے۔[4] حافظ ابن حجر کہتے ہیں: وكان ينفق على الفقراء في كل سنة مائة ألف درهم.[5] وہ ہر سال فقراء پر ایک لاکھ درہم خرچ کیا کرتے تھے۔

۱- ابن حجر: **تقريب التهذيب** ۱/۳۲۰

۲- ابن حبان البُستي: **الثقات**- وزارة المعارف للحكومه العاليه الهنديه، ط/۱ دائرة المعارف العثمانيه حيدر آباد الدكن الهند، ۱۳۹۳ھ ج۱۹۷۳م -۸/۷

۳- ابن حجر: **تهذيب التهذيب** ۳۳٦/٥

۴- دیکھیے: ابن أبي حاتم: مقدمه الجرح و التعديل ص۲۷۷، الذهبي: **سير أعلام النبلاء** ۳۸٥/۸، ۳۸۷، خطيب البغدادي: **تاريخ بغداد** ۱۵۸/۱۰، ۱۵۹

٥- ابن حجر: **تهذيب التهذيب** ۳۸٦/٥

امام ابن المبارک جرح و تعدیل کے جلیل القدر علما میں شامل ہیں، ان کے راویوں کے بارے میں بے شمار اقوال ملتے ہیں، ان کے اقوال سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسانید اور صحیح و ضعیف احادیث کے بارے میں کتنا گہرا علم رکھتے تھے۔

ابن المبارک کے اقوال:

"بيننا وبين القوم القوائم"[1]. ہمارے اور لوگوں کے درمیان روابط ہیں، یعنی اسانید۔

"الإسناد عندي من الدين، لولا الإسناد لقال من شاء ما شاء"[2]، میرے نزدیک اسناد کا تعلق دین سے ہے، اگر اسناد نہ ہوتی تو جو چاہتا کہہ ڈالتا۔

"ليس جودة الحديث في قرب الإسناد، ولكن جودة الحديث في صحة الرجال"[3]. حدیث کی صحت سند کے قرب میں نہیں بلکہ راویوں کی صحت میں ہے۔"بعد الإسناد أحب إلي إذا كانوا ثقات لأنهم قد تربصوا به وحديث بعيد الإسناد صحيح خير من قريب الإسناد سقيم"[4]. سند کا بعید ہونا مجھے پسند ہے جبکہ اس کے راوی ثقہ ہوں، اس لیے کہ انہوں نے اس پر غور کیا ہے، صحیح بعید سند، ضعیف قریب سند سے بہتر ہے۔

۱- ابن حجر: **تهذيب التهذيب** ٥/٣٨٦

۲- ابن حجر: **تهذيب التهذيب** ١/٨٧

۳- ابن رجب: **شرح علل الترمذي** ١/٦٢

۴- ابن أبي حاتم: **الجرح والتعديل** ١/٢٥

ابن المبارک نقد رجال میں اور ضعیف و کذاب راویوں کا پول کھولنے میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے، وقال إسحاق بن إبراهيم أخذ الرشيد زنديقا فأراد قتله فقال أين أنت من ألف حديث وضعتها فقال له أين أنت يا عدو الله من أبي إسحاق الفزاري وابن المبارك ينخلانها حرفا حرفا.[1] اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں: ہارون الرشید نے ایک زندیق کو قتل کرنا چاہا، تو اس نے کہا: میں نے جو ایک ہزار موضوع احادیث پھیلائی ہیں، تم ان کا کیا کرو گے؟ تو ہارون نے جواب دیا: اے اللہ کے دشمن! تو ابی اسحاق الفزاری اور ابن المبارک کو نہیں جانتا وہ دونوں انہیں ایک ایک کر کے چھان لیں گے۔

ابن المبارک راویوں کے بارے میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے، عبدان کہتے ہیں: عبداللہ بن المبارک کے سامنے ایک راوی کا ذکر ہوا جو حدیث کے بارے میں متہم تھا، تو وہ کہنے لگے: اس راوی سے روایت کرنے سے بہتر ہے کہ ڈاکہ ڈال لوں۔[2]

رجال کے بارے میں ان کی احتیاط کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے، کہ انہوں نے چار ہزار شیوخ سے روایات لیں، لیکن صرف ایک ہزار سے روایت بیان کیں۔[3]

ابن المبارک متہم شیوخ کی مجالس میں شرکت پسند نہیں کرتے تھے، امام مسلم مقدمہ صحیح میں فرماتے ہیں: قَالَ عَبْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ الْمُبَارَكِ: «رَأَيْتُ رَوْحَ بْنَ غُطَيْفٍ صَاحِبَ الدَّمِ قَدْرِ الدِّرْهَمِ، وَجَلَسْتُ إِلَيْهِ مَجْلِسًا، فَجَعَلْتُ أَسْتَحْيِي مِنْ أَصْحَابِي أَنْ يَرَوْنِي جَالِسًا مَعَهُ كُرْهَ حَدِيثِهِ.[4] عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ میں نے روح بن غطیف کو دیکھا اور اس کی مجلس میں بیٹھا ہوں جس نے درہم سے کم خون کی

۱- ابن حجر: تهذيب التهذيب ١/١٥٢

۲- ابن رجب: شرح علل الترمذي ١/٦٣-٦٤

۳- الذهبي: تذكرة الحفاظ ١/٢٧٦

۴- القشيري النيسابوري :مقدمة صحيح مسلم ١/١٨

نجاست معاف ہے والی حدیث روایت کی ہے پھر میں اپنے دوستوں سے شرمانے لگا کہ وہ مجھے اس کے پاس بیٹھا دیکھیں اس کی حدیث کی ناپسندیدگی کی وجہ سے اور اس کی روایت میں نامقبولی کی وجہ سے۔

ابن المبارک نے ضعیف راویوں سے روایت کا سبب بیان کر دیا ہے، وہ کہتے ہیں: إني لأسمع الحديث فأكتبه، وما من رأيي أن أعمل به، ولا أحدث به، ولكني أتخذه عدة لبعض أصحابي، أشتهي إن عمل به أقول عمل بالحديث.[1] میں حدیث سنتا ہوں تو اسے لکھ لیتا ہوں، اور میرا اس پر عمل کرنے کا ارادہ نہیں ہوتا، اور نہ ہی اس کو بیان کرنے کا، لیکن میں اس لیے رکھ لیتا ہوں کہ اپنے دوستوں کے لیے عذر رکھوں اور کہہ سکوں کہ اگر وہ اس پر عمل کرے تو اس نے حدیث پر عمل کیا ہے۔

ابن المبارک راویوں کے بارے میں معتدل نقاد سمجھے جاتے ہیں، جرح و تعدیل کی عبارتوں میں لطیف اور متوازن ہیں، اسی لیے انہیں معتدل اور منصف نقاد میں شمار کیا جاتا ہے۔

وہ کہا کرتے تھے: الْعدْل من رضيه أهل الْعلم وَكَتَبُوا عَنهُ حَدِيثه، فَهُوَ عدل جَائِز الشَّهَادَة.[2] عادل وہ راوی ہے جس سے اہل علم راضی ہوں، اور اس سے روایت لیتے ہوں، تو وہ شخص عادل اور گواہی کے قابل ہے۔

ان کی عادت تھی کہ جب تک راوی کی روایات اور اس کے حالات کو اچھی طرح سمجھ نہ لیں، اس وقت تک اس کو چھوڑتے نہیں تھے۔ قال نعيم بن حماد: كان ابن المبارك لا يترك حديث الرجل حتى يبلغه عنه الشيء الذي لا يستطيع أن

١- ابن عدي: مقدمة الكامل ص ١٦٨

٢- ابن عدي: مقدمة الكامل ص١٦٨

يدفعه.[1] نعیم بن حماد کہتے ہیں: ابن المبارک اس وقت تک راوی کی حدیث کو نہیں چھوڑتے تھے جب تک راوی کے بارے میں وہ بات معلوم ہو جاتی جس کو وہ رد نہیں کر سکتے.

ابن المبارک کہتے تھے: يكتب الحَدِيث إِلَّا عَن أَرْبَعَة: غلاط لَا يرجع، وَكَذَّاب، وَصَاحب هوى يَدْعُو إِلَى بدعته، وَرجل لَا يحفظ فَيحدث عَن حفظه.[2] چار قسم کے راویوں کے علاوہ باقی سے روایت لی جا سکتی ہے، بہت غلطیاں کرنے والا اور غلطی نہ ماننے والا، کذاب، بدعتی شخص جو اپنی بدعت کی طرف دعوت دیتا ہو، وہ راوی جو حافظ نہ ہو لیکن اپنے حفظ سے روایت کرنے کی کوشش کرے.

ابن المبارک کو امیر المومنین فی الحدیث کا لقب دیا گیا.

٦- ابن عیینہ (١٠٧- ١٩٧ھ)

نام: سفیان بن ابی عمران، ابو محمد، مولی بنی عبداللہ بن رویبہ جن کا تعلق بنی ہلال بن عامر بن صعصعہ سے تھا.[3] کوفہ میں پیدائش ہوئی، بچپن میں علم کا حصول شروع کیا، سن ۲۲ھ میں اپنے والد کے ساتھ مکہ کا سفر کیا.[4] وہ کہتے ہیں: سب سے پہلے میں نے عبدالکریم بن ابی امیہ سے حدیث لی، جبکہ میری عمر پندرہ سال تھی.[5] اس طرح علمی سفر شروع کیا اور علمی رحلات میں مصروف رہے یہاں تک کہ حدیث میں اونچا مقام حاصل کر لیا.

١- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح و التعديل ص٢٧٠

٢- ابن عدي: مقدمة الكامل ص٢٤٢

٣- خطيب بغدادي: تاريخ بغداد ١٧٤/٩

٤- خطيب بغدادي: تاريخ بغداد ١٨٣/٩

٥- الذهبي: سير أعلام النبلاء ٤٥٥/٨

امام ذہبی فرماتے ہیں: وَطَلَبَ الحَدِيْثَ وَهُوَ حَدَثٌ، بَلْ غُلاَمٌ، وَلَقِيَ الكِبَارَ، وَحَمَلَ عَنْهُم عِلْماً جَمّاً، وَأَتقَنَ، وَجَوَّدَ، وَجَمَعَ، وَصَنَّفَ، وَعُمِّرَ دَهْراً، وَازْدَحَمَ الخَلْقُ عَلَيْهِ، وَانْتَهَى إِلَيْهِ عُلُوُّ الإِسْنَادِ، وَرُحِلَ إِلَيْهِ مِنَ البِلاَدِ، وَأَلْحَقَ الأَحْفَادَ بِالأَجْدَادِ۔[1] حدیث کا علم بچپن میں ہی شروع کر دیا تھا، بڑے بڑے اہل علم سے ملاقات کی، اور ان سے بے شمار علم حاصل کیا، اور اچھی طرح محنت کی، حدیث جمع کی، تصنیف کی، لمبی عمر پائی، یہاں تک کہ ان کے پاس لوگوں کی بھیڑ لگ گئی، علو اسناد میں اونچا مقام رکھتے تھے، ہر سمت سے لوگوں نے ان کا قصد کیا، یہاں تک کہ دادا سے لیکر پوتے تک نے ان سے روایت حاصل کی. امام ذہبی مزید فرماتے ہیں: بعض طلبہ حدیث حج کی مشقت صرف ابن عیینہ جیسے امام اور عالی سند کی خاطر برداشت کرتے تھے.[2]

خطیب بغدادی کہتے ہیں: كان له في العلم قدر كبير، ومحل خطير، أدرك نيفا وثمانين نفسا من التابعين،[3] علم حدیث میں ان کی بہت بلند قدر اور جگہ تھی، اسی سے زائد تابعین سے ملاقات کی.

ابن عیینہ کا شمار نمایاں نقاد میں سے ہوتا ہے، ابن سعد، ابن ابی حاتم، ابن عدی، ابن حبان اور ذہبی وغیرہ نے ان کا تذکرہ کیا ہے. سفیان ثوری ان کی نقد کا اعتراف کرتے تھے. عبد المجيد بن عبد العزيز بن أبي رواد يقول: كان سفيان الثوري إذا لم ير أصحاب الحديث أسند الأحاديث، فكنت آتي ابن عيينة، فيقول: هذا خطأ، وهذا كذا، فآتي الثوري فيقول لي: أتيت ابن عيينة؟ فأخبره بما قال ابن

١- الذهبي: سير أعلام النبلاء ٨/٤٥٤

٢- الذهبي: سير أعلام النبلاء ٨/٤٥٦

٣- خطيب بغدادي: تاريخ بغداد ٩/١٧٤

عيينة، فيقول: هو كما قال.[1] عبدالمجید بن عبد العزیز بن ابی رواد کہتے ہیں: سفیان ثوری جب دیکھتے کہ محدثین حدیث سند کے ساتھ بیان نہیں کررہے ہیں، تو میں ابن عیینہ کے پاس آتا تھا، وہ بیان کرتے تھے کہ یہ غلط ہے، یہ اس طرح ہے! پھر میں ثوری کو آکر بتاتا تھا تو وہ پوچھتے تھے: ابن عیینہ کے پاس گئے تھے؟ تو میں ان کے اقوال ان کو بتاتا تھا تو وہ کہتے: جیسا انہوں نے کہا ہے.

ابن عیینہ نے تمام راویوں کے بارے میں کلام نہیں کیا ہے، وہ عموماً راویوں کے بارے میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے، صرف ثقہ راویوں سے روایت کیا کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود تدلیس کے مرض میں مبتلا ہو گئے تھے. ذہبی کہتے ہیں: وكان يدلس. لكن المعهود منه أنه لا يدلس إلا عن ثقة.[2] اور وہ تدلیس کیا کرتے تھے، لیکن معروف یہی ہے کہ وہ صرف ثقہ راویوں سے تدلیس کرتے تھے، ابن عبدالبر ائمہ حدیث کے حوالے سے کہتے ہیں: ابن عیینہ کی تدلیس قابل قبول ہے، اس لیے کہ وہ جب رکتے ہیں تو ابن جریج، معمر اور ان جیسوں کا حوالہ دیتے ہیں.[3]

ابن حبان اسی بات کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں: وأما المدلسون الذين هم ثقات وعدول فإنا لا نحتج بأخبارهم إلا ما بينوا السماع فيما رووا....... الا أن يكون المدلس يعلم أنه ما دلس قط إلا عن ثقة فإذا كان كذلك قبلت روايته وإن لم يبين السماع وهذا ليس في الدنيا إلا سفيان بن عيينة وحده

۱- خطيب بغدادي: تاريخ بغداد ۹/۱۸۱

۲- الذهبي: ميزان الاعتدال ۲/۱۷۰

۳- ابن سبط العجمي: إبراهيم بن محمد بن أبو الوفا الحلبي الطرابلسي(ف۸۴۱ھ) التبيين لأسماء المدلسين ط/۱ -- مؤسسة الريان للطباعة والنشر والتوزيع - بيروت، ۱۴۱۴ - ۱۹۹۴ - ص۲۸

فإنه كان يدلس ولا يدلس إلا عن ثقة متقن.[1] جہاں تک مدلسین کا تعلق ہے جو ثقہ اور عادل ہیں تو ہم ان کی روایات کو قابل احتجاج نہیں سمجھتے جب تک ان میں اپنا سماع ثابت نہ کریں..... سوائے اس حالت میں کہ مدلس کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ صرف ثقہ راوی سے ہی تدلیس کرتا ہے تو وہ اگر سماع ثابت نہ بھی کرے تو اس کی روایت قبول کی جائے گی، اور اس طرح کا شخص دنیا میں ایک ہی ہے، اور وہ سفیان بن عیینہ ہیں، وہ تدلیس کیا کرتے تھے اور صرف ثقہ راویوں سے ہی تدلیس کیا کرتے تھے، ابن حجر ان کے بارے میں کہتے ہیں: الثانية (من احتمل الأئمة تدليسه وأخرجوا له في الصحيح لامامته وقلة تدليسه في جنب ما روى كالثوري أو كان لا يدلس الا عن ثقة كإبن عيينة)[2]

تدلیس کا دوسرا مرتبہ یہ ہے: جس کی تدلیس ائمہ کرام نے برداشت کی ہو، اور صحیح کتب میں ان کی امامت اور قلت تدلیس کی وجہ سے روایت نقل کی ہو، یا وہ صرف ثقہ راویوں سے تدلیس کرتا ہو جیسے ابن عیینہ. ابن حجر مزید کہتے ہیں: كان يدلس لكن لا يدلس الا عن ثقة وادعى بن حبان بأن ذلك كان خاصًا به[3]. وہ تدلیس کیا کرتے تھے، لیکن صرف ثقہ راویوں سے تدلیس کیا کرتے تھے، ابن حبان کی رائے ہے کہ یہ ان کے ساتھ مخصوص ہے.

۱- ابن حبان البستي: الصحيح ۱/۸۱، ۸۲

۲- ابن حجر: طبقات المدلسين ص۷

۳- ابن حجر: طبقات المدلسين ص۲۲

یحییٰ بن سعید القطان کے دعوے کے مطابق ابن عیینہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے[1]، بعض قرائن کی روشنی میں حافظ ابن حجر نے بھی ان کی تائید کی ہے،[2] لیکن حافظ ذہبی نے اس بات کی نفی کی ہے۔[3]

۷۔ یحییٰ القطان (۱۲۰-۱۹۸ھ)

نام: یحییٰ بن سعید بن فروخ التمیمی، البصری، الاحول، القطان۔

انہوں نے طلب علم میں بہت مشقت اٹھائی، وہ کہتے ہیں: **كنت اخرج من البيت وأنا أطلب الحديث فلا أرجع إلا بعد العتمة.**[4] میں گھر سے طلب حدیث کے لیے نکلتا تھا اور عشا کے بعد واپس لوٹتا تھا۔

عبدالرحمٰن بن مہدی ان کے طلب علم کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں: **ما رأيت أحسن أخذا للحديث ولا أحسن طلبا له من يحيى القطان أو سفيان بن حبيب.**[5] میں نے یحییٰ القطان یا سفیان بن حبیب سے زیادہ کسی کو روایت حدیث اور طلب حدیث میں اچھا نہیں پایا۔ ان کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زندگی انتہائی سادہ اور بلا تکلف تھی، ان کا پوتا احمد بن محمد بن سعید کہتا ہے: **قال لم يكن يمزح ولا يضحك إلا تبسما وما أعلم أني رأيته قهقه قط ولا دخل حماما قط**

۱- خطيب بغدادي: تاريخ بغداد ۱۸۳/۹

۲- ابن حجر: تهذيب التهذيب ۱۲۰/٤

۳- الذهبي: ميزان الاعتدال ۱۷۱/۲

۴- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح والتعديل ص۲٤۹-۲۵۰

۵- ابن حجر: تهذيب التهذيب ۲۱۷/۱۱

ولا اكتحل ولا ادهن.[1] وہ مذاق کرتے تھے نہ ہنستے تھے بلکہ صرف مسکراتے تھے، اور میں نہیں جانتا کہ میں نے انہیں کبھی قہقہہ لگاتے دیکھا ہو، وہ نہ کبھی حمام میں داخل ہوئے، نہ کبھی سرمہ لگایا اور نہ ہی کبھی تیل لگایا۔

ابن عمار ان کے بارے میں کہتے ہیں: کنت إذا نظرت إلی یحیی القطان ظننت أنه لا یحسن شیئا فإذا تکلم أنصت له الفقهاء.[2] میں جب یحییٰ القطان کو دیکھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ وہ کچھ نہیں جانتے، لیکن جب وہ بولنے لگتے ہیں تو فقہا غور سے سنتے ہیں۔

یحییٰ القطان کا شمار جرح و تعدیل کے اساطین میں سے ہوتا ہے، ابن المدینی کہتے ہیں: مَا رَأَیْتُ أَحَداً أَعْلَمَ بِالرِّجَالِ مَنْ یَحْیَی بنِ سَعِیْدٍ.[3] میں نے یحییٰ بن سعید سے بڑھ کر رجال کے بارے میں عالم نہیں دیکھا۔

امام احمد بن حنبل ان کی بہت تعریف کیا کرتے تھے، فرماتے ہیں: ما رأیت مثل یحیی بن سعید في هذا الشأن یعني - في معرفة الحدیث ومعرفة الثقات وغیر الثقات فقلت له ولا هشیم؟ فقال هشیم شیخ ما رأیت مثل یحیی وجعل یرفع أمره جدا.[4] اس معاملے میں یحییٰ بن سعید جیسا نہیں دیکھا، یعنی حدیث، ثقہ اور غیر ثقہ راویوں کی پہچان، میں نے پوچھا: ہشیم بھی نہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہشیم شیخ ہیں، میں نے یحییٰ جیسا عالم نہیں دیکھا اور ان کی تعریف کرتے رہے۔

۱- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح و التعدیل ص ۲۵۰--۲۵۱

۲- ابن حجر: تهذیب التهذیب ۲۱۹/۱۱

۳- الذهبي: سیر أعلام النبلاء ۱۷۷/۹

۴- ابن أبي حاتم: الجرح و التعدیل ۲۱/۲

عبد الرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں: اختلفوا يوما عند شعبة فقالوا اجعل بيننا وبينك حكما، فقال قد رضيت بالأحول - يعني يحيى بن سعيد القطان - فما برحنا حتى جاء يحيى فتحاكموا إليه فقضى على شعبة، فقال له شعبة، ومن يطيق نقدك - أو من له مثل نقدك يا أحول.[1] ایک دن شعبہ کے ہاں طلبہ کا ان سے اختلاف ہو گیا، تو وہ کہنے لگے: ہمارے اور اپنے درمیان کوئی منصف مقرر کر دیجئے! انہوں نے کہا: میں احول -یعنی یحییٰ بن سعید القطان -پر راضی ہوں، کچھ دیر گذرنے کے بعد یحییٰ آئے تو ان کے سامنے معاملہ پیش کیا گیا تو انہوں نے شعبہ کے خلاف فیصلہ دیا، شعبہ نے کہا: اے احول! تمہاری نقد کو کون برداشت کر سکتا ہے؟

رجال، علل پر حکم، اور حفظ حدیث میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے، ابن حبان فرماتے ہیں: كان من سادات أهل زمانه حفظا وورعا وفهما وفضلا ودينا وعلما وهو الذي مهد لأهل العراق رسم الحديث وأمعن في البحث عن الثقات وترك الضعفاءومنه تعلم أحمد ويحيى وعلي وسائر أئمتنا.[2] وہ حفظ حدیث، زہد و تقویٰ، ذہانت، فضل، دین اور علم میں اپنے زمانے میں بہت بلند درجے پر فائز تھے، انہوں نے اہل عراق کو حدیث کے لیے تیار کیا، ثقہ اور ضعیف راویوں کے بارے میں تحقیق کی، انہی سے احمد، یحییٰ، علی اور دیگر علمانے علم حاصل کیا.

حافظ ذہبی کی رائے ہے کہ یحییٰ القطان پہلے شخص ہیں جنہوں نے جرح و تعدیل کے بارے میں اقوال جمع کیے، وہ فرماتے ہیں: عبد الرحمن بن مهدي وكان هو ويحيى القطان المذكور قد انتدبا لنقد الرجال وناهيك بهما جلالة ونبلا وعلما وفضلا فمن جرحاه لا يكاد والله يندمل جرحه ومن وثقاه هو الحجة المقبول ومن

۱- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح والتعديل ص۲۳۲

۲- ابن حجر: تهذيب التهذيب ۲۱۷/۱۱

اختلفا فيه اجتهد في أمره ونزل عن درجة الصحيح الى الحسن وقد وثقا خلقا كثيرا وضعفا اخرين۔[1] عبدالرحمٰن بن مہدی اور یحییٰ القطان راویوں کی نقد کے لیے تیار کیے گئے تھے، اور ان کی علمی شان و شوکت اور فضیلت کی کوئی انتہا نہیں ہے، اگر وہ کسی کی تجریح کر دیں تو وہ زخم مندمل نہیں ہو سکتا، اور جس کی توثیق کر دیں وہ قابل قبول، حجت ہے، اور جس کے بارے میں وہ اختلاف کریں اس کے بارے میں اجتہاد کیا جائے گا، اور وہ راوی درجہ صحیح سے درجہ حسن پر اتر جاتا ہے، ان دونوں نے بے شمار لوگوں کی توثیق اور بے شمار کی تضعیف کی ہے۔

یحییٰ القطان صرف ثقہ راویوں سے روایت لیا کرتے تھے، عجلی اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے،[2]

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: یحییٰ بن سعید بہت متشدد تھے خاص طور پر ہم عصر راویوں کے حوالے سے،[3] یہاں تک کہ ذرا بھی شک ہوتا تو اس راوی سے روایت ترک کر دیتے، امام ترمذی فرماتے ہیں: وإن كان يحيى بن سعيد القطان قد ترك الرواية عن هؤلاء، فلم يترك الرواية عنهم أنه اتهمهم بالكذب، ولكنهم تركهم لحال حفظهم.

۱- الذهبي: **ذكر من يعتمد قوله في الجرح و التعديل** ص۱٦٧

۲- العجلي الكوفي: أبو الحسن أحمد بن عبد الله بن صالح (ف: ۲٦۱ھ)
معرفة الثقات من رجال أهل العلم والحديث ومن الضعفاء وذكر مذاهبهم وأخبارهم
تحقيق: عبد العليم عبد العظيم البستوي ط/۱- مكتبه الدار- المدينه المنورة- ۱٤۰۵ - ۱۹۸۵ - ۳۵۳/۲ ابن أبي حاتم: **مقدمة الجرح و التعديل** ص۲۳۲

۳- ابن حجر: **هدي الساري** ص٤۲٤

وذكر عن يحيى بن سعيد أنه كان إذا رأى الرجل يحدث عن حفظه مرة هكذا ومرة هكذا– لا يثبت على رواية واحدة– تركه.[1] باوجود اس کے کہ یحییٰ القطان نے ان راویوں سے روایت ترک کر دی تھی، لیکن اس لئے ترک نہیں کی تھی کہ وہ ان کو کذب کا الزام دیتے تھے بلکہ ان کے حفظ کی وجہ سے۔

یحییٰ القطان سے نقل کیا جاتا ہے کہ اگر وہ دیکھتے کہ راوی اپنے حفظ سے کبھی اس طرح روایت کرتا ہے اور کبھی اس طرح، یعنی ایک روایت پر قائم نہیں رہتا، وہ ایسے راوی سے روایت ترک کر دیتے تھے.

اس احتیاط کے باوجود وہ بھی وہم کا شکار ہو گئے، محمد بن عمرو بن علقمہ کی تجریح کرنے کے بعد اسی راوی سے روایت بھی کرتے ہیں.

جرح وتعدیل کے حوالے سے یحییٰ القطان کا شمار متشددین میں ہوتا ہے. علی بن المدینی کہتے ہیں: إذا اجتمع يحيى بن سعيد وعبد الرحمن بن مهدي على ترك رجل لم أحدث عنه فإذا اختلفا أخذت بقول عبدالرحمن لأنه أقصدهما وكان في يحيى تشدد.[2] "اگر یحییٰ بن سعید اور عبدالرحمٰن بن مہدی کسی راوی کو ترک کرنے پر متفق ہو جائیں تو میں اس سے روایت نہیں کرتا، اگر دونوں اختلاف کریں تو میں عبدالرحمٰن بن مہدی کا قول قبول کر لیتا ہوں اس لیے کہ وہ زیادہ متوازن ہوتا ہے اور یحییٰ میں تشدد ہے.

امام ذہبی یحییٰ القطان کا طریقہ کار بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: كَانَ يَحْيَى بنُ سَعِيدٍ مُتَعَنِّتاً فِي نَقدِ الرِّجَالِ، فَإِذَا رَأَيْتَهُ قَدْ وَثَّقَ شَيْخاً، فَاعْتَمِدْ عَلَيْهِ، أَمَّا إِذَا

۱– ابن رجب: شرح علل الترمذي ۱/۱۰٤

۲– ابن حجر: تهذيب التهذيب ٦/۲۸۰

لَيَّنَ أَحَداً، فَتَأَنَّ فِي أَمرِهِ حَتّٰى تَرَى قَوْلَ غَيْرِهِ فِيْهِ، فَقَدْ لَيَّنَ مِثْلَ إِسْرَائِيْلَ وَهَمَّامٍ، وَجَمَاعَةٍ.احْتَجَّ بِهِمُ الشَّيْخَانِ، وَلَهُ كِتَابٌ فِي الضُّعفَاءِ لَمْ أَقِفْ عَلَيْهِ، يَنْقُلُ مِنْهُ ابْنُ حَزْمٍ وَغَيْرُهُ، وَيَقَعُ كَلاَمُهُ فِي سُؤَالاَتِ عَلِيٍّ، وَأَبِي حَفْصٍ الصَّيْرَفِيِّ، وَابْنِ مَعِيْنٍ لَهُ.[1] یحییٰ بن سعید رجال کی نقد میں بہت شدید تھے، اگر تم دیکھتے ہو کہ وہ کسی راوی کی توثیق کرتے ہیں، تو اس پر اعتماد کرو، اگر وہ کسی کی تضعیف کریں تو انتظار کرو یہاں تک کہ کسی اور کا قول نہ دیکھ لو، اس لیے کہ انہوں نے اسرائیل اور ہمام وغیرہ راویوں کی تضعیف کی ہے، جبکہ شیخین نے ان کی روایت نقل کی ہے، ان کی ضعفا کے بارے میں کتاب ہے، میں نے نہیں دیکھی، ابن حزم اور دیگر اس سے نقل کرتے ہیں، ان کا کلام سوالات علی، ابو حفص الصیرفی اور ابن معین میں منقول ہے۔

۸- ابن مہدی (۱۳۵-۱۹۸ھ)

نام: عبدالرحمٰن بن مہدی بن حسان بن عبدالرحمٰن، ابو سعید العنبری۔[2]

ان کا تعلق بصرہ سے تھا، ابتدا میں قصہ خوانوں کے ساتھ وقت گذارنے لگے، ابو عامر العقدی نے نصیحت کی: ان لوگوں سے تمہیں کچھ نہیں ملے گا[3]، اس کے بعد وہ حدیث کی طرف متوجہ ہوئے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: انہوں نے طلب حدیث کا آغاز کیا تو ان کی

۱- الذهبي: سير أعلام النبلاء ۱۸۳/۹

۲- الخطيب البغدادي تاريخ بغداد تحقيق: الدكتور بشار عواد معروف ط/۱ دار الغرب الإسلامي بيروت، ۱٤۲۲ھ ۲۰۰۲م ۲٤۰/۱۰ الذهبي: سير أعلام النبلاء ۱۹۲/۹

۳- خطيب بغدادي: تاريخ بغداد ۲٤۰/۱۰

عمر دس پندرہ سال تھی،[1] سفیان[2] اور شعبہ[3] کے ساتھ رہے، ثوری کے سامنے اپنی کتابیں پیش کیں۔[4]

عبد الرحمٰن بن مہدی کا شمار عظیم محدثین میں ہوتا ہے، جو رجال کے بارے میں بہت گہری نظر اور مہارت رکھتے تھے۔ اور مکمل حفظ کے باوجود اپنی کتاب پر اعتماد کرتے تھے، امام احمد فرماتے ہیں: إذا اختلف وكيع وعبد الرحمن، فعبد الرحمن أثبت، لأنه أقرب عهدًا بالكتاب. اگر وکیع اور عبد الرحمٰن میں اختلاف ہو جائے تو عبد الرحمٰن اثبت ہوں گے، اس لیے کہ وہ کتاب سے قریبی تعلق رکھتے ہیں. امام احمد مزید فرماتے ہیں: "اختلف عبد الرحمن بن مهدي و وكيع بن الجراح في نحو من خمسين حديثًا من حديث الثوري، فنظرنا فإذا عامة الصواب في يد عبد الرحمن".[5] ثوری کی پچاس احادیث کے بارے میں عبد الرحمٰن بن مہدی اور وکیع بن الجراح کے درمیان اختلاف ہوگیا، تو ہم نے دیکھا کہ عمومی طور پر عبد الرحمٰن کی بات صحیح تھی۔

وہ اپنے حفظ سے روایت کیا کرتے تھے، قواریری کہتے ہیں: أملى عليّ عبد الرحمن بن مهدي عشرين ألف حديث حفظاً[6]. عبد الرحمٰن بن مہدی نے بیس ہزار احادیث اپنے حفظ سے مجھے املا کیں۔

۱- الذهبي: سير أعلام النبلاء ۹/۱۹۳

۲- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح والتعديل ص۲۵٦

۳- ابن عدي: مقدمة الكامل ص۱۷۷

۴- خطيب بغدادي: تاريخ بغداد ۱۰/۲٤۳

۵- الذهبي: سير أعلام النبلاء ۹/۱۹٤

٦- ابن رجب: شرح علل الترمذي ۱/۱۹۸

وہ پسند کرتے تھے کہ احادیث روایت بالمعنی کے بجائے روایت باللفظ ہو، امام احمد فرماتے ہیں:وکان یتوقی کثیرًا، کان یحب أن یحدث باللفظ.[1] بہت احتیاط سے کام لیتے تھے، وہ پسند کرتے تھے کہ روایت باللفظ ہو۔

ابن مہدی رجال کے بارے میں بہت حساس تھے، صرف ثقہ راویوں سے روایت کرتے تھے، عمرو بن علی کہتے ہیں:سألت عبد الرحمن بن مهدي عن حديث لعبد الكريم المعلم فقال: هو عن عبد الكريم، فلما قام سألته فيما بيني وبينه، قال: فأين التقوى؟.قال أبو محمد يعني أن التقوى تحجزه عن الرواية عمن ليس بثقة عنده في السر والعلانية، وكان عبد الكريم المعلم عنده غير قوي، فكره أن يحدث عنه.[2] میں نے عبدالرحمٰن بن مہدی سے عبدالکریم کی روایت کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے کہا: یہ عبدالکریم کی روایت ہے، جب وہ اٹھے تو میں نے رازدارانہ انداز میں پوچھا، تو کہنے لگے: پھر تقوی کہاں ہے؟ ابو محمد (ابن ابی حاتم) کہتے ہیں: یعنی اس ضعیف راوی سے روایت کرنے میں تقوی حائل ہے، عبدالکریم المعلم ان کے نزدیک قوی نہیں تھے، تو انہوں نے اس سے روایت کرنا پسند نہ کیا۔

عبدالرحمٰن بن مہدی کو ائمہ نقد نے رجال کے بارے میں ان کی مہارت کا اعتراف کیا ہے، امام ذہبی فرماتے ہیں: عبد الرحمن بن مهدي وكان هو ويحيى القطان المذكور قد انتدبا لنقد الرجال وناهيك بهما جلالة ونبلا وعلما وفضلا فمن جرحاه لا يكاد والله يندمل جرحه ومن وثقاه هو الحجة المقبول ومن اختلفا

۱- خطیب بغدادي: **تاريخ بغداد** ۲۴۱/۱۰ ابن حجر: **تهذيب التهذيب** ۲۸۰/۶

۲- ابن أبي حاتم: **مقدمة الجرح والتعديل** ص۲۵۳

فيه اجتهد في أمره ونزل عن درجة الصحيح الى الحسن وقد وثقا خلقا كثيرا وضعفا اخرين.[1]

عبدالرحمٰن بن مہدی اور یحییٰ القطان راویوں کی نقد کے لیے تیار کے گئے تھے، اور ان کی علمی شان و شوکت اور فضیلت کی کوئی انتہا نہیں ہے، اگر وہ کسی کی تجریح کر دیں تو وہ زخم مندمل نہیں ہو سکتا، اور جس کی توثیق کر دیں وہ قابل قبول، حجت ہے، اور جس کے بارے میں وہ اختلاف کریں اس کے بارے میں اجتہاد کیا جائے گا، اور وہ راوی درجہ صحیح سے درجہ حسن پر اتر جاتا ہے، ان دونوں نے بے شمار لوگوں کی توثیق اور بے شمار کی تضعیف کی ہے.

ابن ابی حاتم،[2] ابن عدی،[3] ابن حبان[4] اور خطیب بغدادی[5] نے انہیں نقاد رجال میں شمار کیا ہے.

ابن مہدی کے اقوال:

وليس بإمام من حدث بكل ما سمع، وحدث عن كل ما لقي، ويجيب بكل ما يسأل عنه، وحدث كل من سأله، ويكتب حديث النبي ﷺ ما وجدته عن ثقة، ثم تتبع أصحاب رسول الله ﷺ عن الثقات، ثم يكتب حديث التابعين، ثم لا كتاب بعد ذلك.[6] وہ شخص امام نہیں ہو سکتا جو سنے وہ روایت

۱- الذهبي: ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل ص١٦٧

۲- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح و التعديل ص٢٥١

۳- ابن عدي: مقدمة الكامل ص١٧٣

۴- ابن حبان البستي: مقدمة المجروحين ٥٢/١

۵- خطيب بغدادي: تاريخ بغداد ٢٤٠/١٠

۶- ابن عدي: مقدمة الكامل ص١٧٥

کردے، اور جس سے ملے اس سے روایت شروع کردے، اور جو اس سے پوچھا جائے اس کا جواب دینے لگے، اور جو اس سے طلب کرے اس سے تحدیث شروع کردے، جبکہ نبی کریم ﷺ کی حدیث ثقہ راوی سے لکھی جاتی ہے، پھر صحابہ کی روایات ثقہ راویوں سے، پھر تابعین کی حدیث لکھی جاتی ہے اور اس کے بعد کوئی کتاب نہیں ہے۔

عبد الرحمن بن مهدي يقول: خصلتان لا يستقيم فيهما حسن الظن، الحكم والحديث يعني لا يستعمل حسن الظن في قبول الرواية عمن ليس بمرضي.[1] عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں: دو خصلتیں ایسی ہیں جن میں خوش گمانی کام نہیں آتی، فیصلہ اور حدیث، یعنی ضعیف راوی سے روایت قبول کرنے میں خوش گمانی سے کام نہیں لیا جاسکتا۔

وقال ابن مهدي: لا يجوز أن يكون الرجل إماماً حتى يعلم ما يصح وما لا يصح، وحتى لا يحتج بكل شئ، وحتى يعلم مخارج العلم.[2] وہ کہتے ہیں: کوئی شخص اس وقت تک امام نہیں ہوسکتا جب تک صحیح اور غیر صحیح نہ جان لے، اور جب تک ہر چیز سے حجت نہ لے لے، اور جب تک حدیث کے مصادر کا علم نہ حاصل کرلے۔

ابن مہدی کا شمار ان نقاد میں ہوتا ہے جو اپنے اقوال میں انصاف اور اعتدال سے کام لیتے ہیں، علی بن المدینی کہتے ہیں: إذا اجتمع يحيى بن سعيد وعبد الرحمن بن مهدي على ترك رجل لم أحدث عنه فإذا اختلفا أخذت بقول عبد الرحمن لأنه أقصدهما وكان في يحيى تشدد.[3] اگر یحییٰ بن سعید اور عبدالرحمٰن بن مہدی

۱- ابن أبي حاتم: الجرح و التعديل ۳۵/۲

۲- ابن رجب: شرح علل الترمذي ۱۹۹/۱

۳- ابن حجر: تهذيب التهذيب ۲۸۰/٦

کسی راوی کو ترک کرنے پر متفق ہو جائیں تو میں اس سے روایت نہیں کرتا، اگر دونوں اختلاف کریں تو میں عبدالرحمٰن بن مہدی کا قول قبول کرلیتا ہوں اس لیے کہ وہ زیادہ متوازن ہوتا ہے اور یحییٰ میں تشدد ہے۔

قبول اور رد کے حوالے سے وہ خود فرماتے ہیں: احفظ عن الرجل الحافظ المتقن فهذا لا يختلف فيه، وآخريهم والغالب على حديثه الصحه فهذا لا يترك حديثه، لو ترك حديث مثل هذا للذهب حديث الناس، وآخر يهم والغالب على حديثه الوهم فهذا يترك حديثه - يعني لا يحتج بحديثه.[1] میں حافظ اور متقن راوی سے حدیث لیتا ہوں، اس میں تو کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے، دوسرا وہ راوی ہے جو وہم کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کی حدیث پر صحت غالب ہے تو اس کی حدیث ترک نہیں کی جا سکتی، اگر اس قسم کے راویوں کی احادیث ترک کر دی جائیں تو بہت سے لوگوں کی احادیث ضائع ہو جائیں گی، اور تیسرا شخص وہ ہے جو وہم کا شکار ہے اور اس کی حدیث پر وہم غالب ہے تو اس کی حدیث ترک کر دی جائے گی، یعنی اس کی حدیث قابل احتجاج نہیں ہے۔

۱- ابن أبي حاتم: **الجرح والتعديل** ۳۸/۲ ابن عدي: **مقدمة الكامل** ص۲۵۱

تیسری صدی ہجری کے بعض نقاد

جرح و تعدیل

اس صدی کے مشہور نقاد:

1. یحییٰ بن معین ---------- (۱۵۸-۲۳۳ھ)
2. علی بن المدینی ---------- (۱۶۱-۲۳۴ھ)
3. احمد بن حنبل ---------- (۱۶۴-۲۴۱ھ)
4. دحیم ---------- (۱۷۰-۲۴۵ھ)
5. الفلاس ---------- (۱۶۰-۲۴۹ھ)
6. البخاری ---------- (۱۹۴-۲۵۶ھ)
7. الجوزجانی ---------- (-- - ۲۵۹ھ)
8. العجلی ---------- (۱۸۲-۲۶۱ھ)
9. مسلم ---------- (۲۰۴-۲۶۱ھ)
10. ابوزرعہ ---------- (۲۰۰-۲۶۴ھ)

۱۱. ابوداود---------------------------- (۲۰۲-۲۷۵ھ)

۱۲. ابو حاتم الرازی------------------------(۱۹۵-۲۷۷ھ)

۱۳. الفسوی-------------------------------(-- - ۲۷۷ھ)

۱۴. الترمذی-----------------------------(۲۰۹-۲۷۹ھ)

۱۵. ابن خراش-------------------------- (-- - ۲۸۳ھ)

۱. یحییٰ بن معین ---------------- (۱۵۸-۲۳۳ھ)

نام: یحییٰ بن معین بن عون بن زیاد بن بسطام بن عبد الرحمٰن، ابوزکریا المری مولاہم، الغطفانی، البغدادی[۱]۔

صاحب حیثیت وثروت باپ کے ہاں پرورش پائی، ابن عدی کہتے ہیں: ان کے والد نے ان کے لیے پندرہ لاکھ درہم چھوڑے تھے، تمام ترکہ حدیث کی خدمت میں خرچ کردیا یہاں تک کہ اپنے پہننے کے لیے چپل تک نہ چھوڑے۔[۲]

بیس سال کی عمر میں کتابت حدیث شروع کی،[۳] مختلف مراکز حدیث کا سفر کیا، بے شمار اساتذہ سے علم حاصل کیا، اور حدیث لکھی. ابن المدینی کہتے ہیں: لا نعلم أحدا من لدن آدم عليه السلام كتب من الحديث ما كتب يحيى بن معين.[۴] میں نہیں جانتا کہ آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک کسی نے اتنی حدیث لکھی ہو جتنی یحییٰ بن معین نے لکھی.

خلیلی کہتے ہیں: ارتحل الى بلاد الحجاز وأقام بها وأتى على حديثهم ثم دخل اليمن فأتى على حديثهم ثم رجع الى البصرة والكوفة فاقام عند ائمة ذلك الوقت ثم خرج الى الشام ومصر.[۵] انہوں نے حجاز کا سفر کیا اور وہیں قیام کیا اور اہل حجاز کی حدیث حاصل کی، وہاں سے یمن گئے اور اہل یمن کی حدیث لی، وہاں سے بصرہ اور کوفہ واپس آئے، اور اس عہد کے ائمہ کرام سے شرف تلمذ حاصل کیا، پھر شام

۱- ابن حجر: تهذيب التهذيب ۱۱/۲۸۰

۲- ابن عدي: مقدمة الكامل ص۲۰۰، الذهبي: تذكرة الحفاظ ۲/۴۳۰

۳- الذهبي: سير أعلام النبلاء ۱۱/۷۱

۴- الذهبي: تذكرة الحفاظ ۲/۴۳۰

۵- ابو يعلي الخليلي :الإرشاد في معرفة علماء الحديث ۲/۵۹۵

اور مصر کا سفر اختیار کیا.

ابن معین صحیح اور ضعیف حدیث جاننے کے بہت شوقین تھے، اس شوق کی وجہ سے ضعفا اور متروکین سے بھی حدیث لکھ لیتے تھے، امام احمد نے انہیں صنعا میں صحیفۂ معمر عن ابان عن انس لکھتے دیکھا تو کہا: تكتب هذه الصحيفة وتعلم أنها موضوعة فلو قال لك قائل أنت تتكلم في أبان ثم تكتب حديثه على الوجه فقال نعم أكتبها فاحفظها وأعلم أنها موضوعة حتى لا يجيء إنسان بعده فيجعل لنا ثانيا.[1] یہ جانتے ہوئے کہ یہ موضوع احادیث کا مجموعہ ہے، تم اسے لکھ رہے ہو، اگر تم سے کسی نے کہا کہ تم ابان کے بارے میں بات کرتے ہو اور پھر اس کی احادیث لکھتے ہو،؟ تو ابن معین نے جواب دیا: ہاں! میں اس لیے لکھ رہا ہوں اور یاد کر رہا ہوں یہ جانتے ہوئے کہ یہ موضوع ہے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص دوبارہ اس کی ہم سے روایت شروع کر دے.

ابن معین جرح و تعدیل کے کبار اہل علم میں سے تھے، امام احمد کہا کرتے تھے: ابن معین ہم میں سے سب سے زیادہ علم رجال کو جاننے والے ہیں.[2] اگر کسی حدیث میں غلطی کا اندیشہ ہوتا تو امام احمد ابن معین سے رجوع کرنے کا مشورہ دیتے تھے.[3]

خلیلی،[4] ابوداود،[5] ابن رجب[6] اور ذہبی[7] نے ان کی اسماء الرجال میں مہارت کی تعریف کی ہے اور اس فن کا امام قرار دیا ہے.

۱- ابن حجر: تهذيب التهذيب ۲۸۶/۱۱

۲- الذهبي: ميزان الاعتدال ۲۰۵/۲

۳- ابن حجر: تهذيب التهذيب ۲۸۵/۱۱

۴- ابو يعلي الخليلي :الإرشاد ۵۹۵/۲

۵- ابن حجر: تهذيب التهذيب ۲۸۳/۱۱

۶- ابن رجب: شرح علل الترمذي ۲۱۹/۱

۷- الذهبي: ذكر من يعتمد قوله في الجرح و التعديل ص۱۵۸

ابن معین کی رجال کے بارے میں احتیاط اور اللہ تعالی کے ہاں اجر کی خواہش پر ان کے یہ الفاظ کافی ہیں: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ تَكَلَّمْتُ فِي رَجُلٍ، وَلَيْسَ هُوَ عِنْدِي كَذَّاباً، فَلاَ تَغْفِرْ لِي.[1]

ابن معین اپنے اقوال کی تدوین پسند نہیں کرتے تھے، ابو حاتم کہتے ہیں: أتيت يحيى بن معين أيام العشر عشر ذي الحجة وكان معي شئ مكتوب يعني تسمية ناقلي الآثار وكنت أسأله خفيا فيجيبني فلما أكثرت عليه قال: عندك مكتوب؟ قلت: نعم، فأخذه فنظر فيه فقال: أياما مثل هذا وذكر الناس فيها، فأبى أن يجيبني، وقال: لو سألت من حفظك شيئا لأجبتك، فأما أن تدونه فإني أكره.[2] عشر ذی الحجہ کے موقع پر میں ابن معین کے پاس آیا اور میرے پاس راویان حدیث کے نام تحریری طور پر لکھے ہوئے تھے، میں ان سے چھپا کر سوال کر رہا تھا اور وہ جواب دیے رہے تھے، جب میں نے کثرت سے سوال کیے، کہنے لگے: کیا تمہارے پاس لکھے ہوئے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں، تو مجھ سے لیکر دیکھنے لگے، اور کہا: اس طرح کی تحریر اتنے عرصے سے اور اس میں لوگوں کے نام، اور انہوں نے مزید جواب دینے سے انکار کر دیا، اور فرمایا: اگر تم اپنے حفظ سے سوال کرتے تو میں جواب دیتا، لیکن تحریری طور پر میں پسند نہیں کرتا.

ابن رجب کہتے ہیں: ابن معین اپنے کلام کی تحریری تدوین پسند نہیں کرتے تھے، اسی لیے انہوں نے کوئی چیز نہیں لکھی، ان کے شاگردوں نے ان سے سوالات کرکے ان کا کلام مدون کیا، ان میں عباس الدوری، ابراہیم بن الجنید، مضر بن محمد، مفضل الغلابی،

۱- الذهبي: سير أعلام النبلاء ۹۲/۱۱ (ذہبی نے اس بات کو منکر قرار دیا ہے)

۲- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح و التعديل ص۳۱۷

عثمان بن سعید الدارمی اور یزید بن الہیثم شامل ہیں۔[1]

ابن معین تجریح کے معاملے میں متشدد واقع ہوئے ہیں، کتنے ثقہ راوی جنہیں شیخین نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے، انہیں ابن معین نے مجروح قرار دیا ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے، ابن معین کی جرح بغیر تفسیر کے قبول نہ کی جائے. امام ذہبی نے اپنی کتاب میں ان کا ذکر کیا ہے اور انہیں متشدد قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں: قسم منهم متعنت في الجرح، متثبت في التعديل، يغمز الراوي بالغلطتين والثلاث، ويلين بذلك حديثه، فهذا اذا وثق شخصا فعض على قوله بناجذيك وتمسك بتوثيقه، وإذا ضعف رجلا فانظر هل وافقه غيره على تضعيفه، إن وافقه ولم يوثق ذلك أحد من الحذاق فهو ضعيف، وإن وثقه أحد فهذا الذي قالوا فيه لا يقبل جرحه إلا مفسرا يعني لا يكفي أن يقول فيه ابن معين مثلا:هو ضعيف ولم يوضح سبب ضعفه، وغيره قد وثقه، فمثل هذا يتوقف في تصحيح حديثه وهو إلى الحسن اقرب، وابن معين وأبو حاتم والجوزجاني متعنتون.[2] ان میں ایک قسم وہ ہے جو تجریح میں شدید اور تعدیل میں منصف ہیں، راوی کو ایک یا دو غلطیوں پر بھی معاف نہیں کرتے اور اس کی حدیث کو ضعیف قرار دے دیتے ہیں، اس قسم میں سے اگر کوئی کسی راوی کی توثیق کرتا ہے تو اس کو دانتوں سے پکڑ لو اور اس کی توثیق کا اعتبار کرو، اور اگر وہ کسی راوی کو ضعیف قرار دیے تو دیکھو اور کسی نے اس کی موافقت کی ہے یا نہیں؟ اگر کسی نے موافقت کی ہے اور ماہرین فن میں سے کسی نے توثیق نہیں کی تو وہ راوی ضعیف ہے، اور اگر توثیق کی ہے تو اسی قسم کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کی تجریح بغیر تفسیر کے قبول نہ کی جائے، یعنی ایسی حالت میں ابن معین کا

۱- ابن رجب: شرح علل الترمذي ۱/۴۹۱

۲- الذهبي: ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل ص۱۵۸-۱۵۹

صرف ضعیف کہنا کافی نہیں ہوگا جب تک وہ ضعف کا سبب نہ بتادیں جبکہ دیگر اہل علم نے اس کی توثیق کی ہو، اس قسم کے معاملوں میں توقف بہتر ہے اور وہ حدیث حسن سے قریب تر ہوگی، ابن معین، ابو حاتم اور جوزجانی متشدد نقاد میں سے ہیں.

ابن معین کے اقوال میں اختلاف اور تضاد کے بارے میں حافظ منذری کہتے ہیں:

وأما مانقل عن يحيى بن معين من توثيق شجاع مرة، وتوهينه أخرى، فهذان القولان في زمانين بلا شك، ولا يعلم السابق منهما، ويحتمل أنه وثقه ثم وقف على شي من حاله بعد ذلك يسوغ له الإقدام على ما قاله، ويحتمل أن يكون تكلم فيه أولا، ثم وقف من حاله بعد ذلك على ما اقتضى توثيقه. وقد نقل مثل هذا عن يحيى بن معين في غيرشجاع بن الوليد من الرواة، ونقل مثله أيضا عن غير يحيى بن معين من الحفاظ، في حق بعض الرواة، وكل هذا محمول على اختلاف الأحوال.[1] ابن معین سے شجاع بن الولید کے بارے میں جو نقل کیا گیا ہے، کبھی توثیق اور کبھی تضعیف، بغیر کسی شک کے یہ دونوں اقوال دو مختلف زمانوں میں ہیں، اور نہیں معلوم کہ کونسا متقدم ہے اور کونسا متاخر؟ ممکن ہے کہ انہوں نے توثیق کی ہو پھر راوی کے بارے میں نئی بات معلوم ہو جس کی وجہ سے ان کے لیے نیا قول کہنا جائز ہوگا، یہ بھی ممکن ہے کہ پہلے انہوں نے اس کے بارے میں کلام کیا ہو، پھر انہیں راوی کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں جس کی بنیاد پر اس کی توثیق کی، اس قسم کے مختلف اقوال ابن معین کی طرف سے شجاع بن الولید کے علاوہ دیگر کے بارے راویوں میں بھی نقل کیے گئے ہیں، اور دوسرے راویوں کے بارے میں دیگر اہل علم سے

1- المنذري المصري: الحافظ ابی محمدعبد العظيم(٦٥٦هـ) **جواب الحافظ ابی محمدعبد العظيم المنذري المصري عن اسئلة فی الجرح و التعديل** تحقيق : عبد الفتاح ابو غدة - مكتب المطبوعات الاسلاميه حلب ص٨٦-٨٧

بھی مختلف اقوال صادر ہوئے ہیں، اس اختلاف کو احوال کے اختلاف پر محمول کیا جا سکتا ہے. اسی طرح کے خیالات کا اظہار ذہبی نے بھی کیا ہے،[1] اس اختلاف کی بنیادی وجہ مختلف لوگوں کی طرف سے مختلف اوقات میں سوال کرنا ہے، اور علم میں اضافے اور تجدید کی وجہ سے جوابات میں تضاد پیدا ہوا ، اور خاص طور پر ابن معین کے کثرت رحلہ کی وجہ سے، ان اقوال میں سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کونسا متقدم ہے اور کونسا متاخر ؟ اور متاخر قول ہی ان کا معتبر قول ہو سکتا ہے.

نقد رجال میں وہ ان اساتذہ کے اقوال پر اعتماد کرتے ہیں: یحییٰ بن سعید القطان، عبدالرحمٰن بن مہدی، وکیع بن الجراح، حجاج الاعور، محمد بن ابراہیم بن ابی عدی، ابو محمد، ابو کامل، اور انہوں نے کبار شیوخ سے اپنے اساتذہ کے واسطے سے علم حاصل کیا، جیسے شعبہ سے وکیع کے واسطے سے، ہشام بن یوسف کے واسطے سے حجاج اور معمر سے، یحییٰ بن بکیر کے واسطے سے حماد بن سلمہ سے.

ابن معین کا شمار ان اہل علم میں سے ہوتا ہے جنہوں نے فتنہ خلق قرآن کی حمایت کی تھی، اسی لیے امام احمد بن حنبل نے ان سے روایت ترک کر دی تھی، ابو زرعہ کہتے ہیں: كان أحمد بن حنبل لا يرى الكتابة عن أبي نصر التمار، ولا يحيى بن معين، ولا أحد ممن امتحن فاجاب.[2] احمد بن حنبل ابو نصر التمار اور یحییٰ بن معین سے روایت لکھنا جائز نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہر اس شخص سے جس نے فتنہ میں ساتھ دیا ہو. ذہبی کہتے ہیں: یہ مبالغہ اور زیادتی ہے، یہ لوگ معذور تھے، صرف افضل کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے.[3] ابن معین اپنی زندگی کے آخری وقت تک اس بات پر ندامت محسوس

١- الذهبي: ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل ص١٧٢

٢- الذهبي: ميزان الاعتدال ٢/٦٥٨

٣- الذهبي: ميزان الاعتدال ٢/٦٥٨

کرتے رہے، اور اپنی مجالس میں اس کا اظہار کرتے تھے، ان کی وفات کے بارے میں ابو حاتم کہتے ہیں: مدینہ رسول ﷺ میں انتقال ہوا، نبی کریم ﷺ کے پلنگ پر ان کا جسم رکھا گیا، جم غفیر نے ان کے جنازے میں شرکت کی، اسی دوران ایک شخص نے کہا: یہ یحییٰ بن معین کا جنازہ ہے جو نبی کریم ﷺ سے جھوٹ دفع کیا کرتے تھے، اور لوگ اپنے آنسو بہا رہے تھے۔[1]

۲۔ علی بن المدینی--------------(۱۶۱-۲۳۴ھ)

نام: علی بن عبداللہ بن جعفر بن نجیح السعدی، ابو الحسن بن المدینی مولی عروۃ بن عطیۃ السعدی۔

بصرہ میں پیدائش ہوئی، بچپن میں حماد بنُ زید کے پاس لائے گئے،[2] وہاں سے طلب الحدیث کا سفر شروع کیا اور حجاز، صنعا، پھر بصرہ، کوفہ اور واسط کے علما سے علم حدیث حاصل کیا، یمن میں تین سال تک رہے،[3] خطیب بغدادی نے ان کے بغداد آنے کا ذکر کیا ہے۔[4] ابن المدینی کہا کرتے تھے: حدیث کی محبت کی وجہ سے میرا دل چاہتا ہے کہ صرف اس لیے حج کروں تاکہ محمد بن خنیس سے حدیث سن سکوں۔[5]

ابن المدینی کا شمار ائمہ جرح و تعدیل میں ہوتا ہے، ان کی علمی شان و شوکت اور

۱- ابن أبي حاتم: **مقدمة الجرح والتعديل** ص۳۱۷

۲- الذهبي: **ميزان الاعتدال** ۸۲/۳

۳- ابو يعلي الخليلي: **الإرشاد** ۵۹۷/۲

۴- خطيب بغدادي: **تاريخ بغداد** ٤٦٢/١١

۵- ابن عدي: **مقدمة الكامل** ص١٩٤

مہارت کے بارے میں سبکی،[1] ابو حاتم،[2] ہارون بن اسحاق،[3] خطیب،[4] ذہبی،[5] بخاری[6] اور ابن حبان[7] نے تعریفی کلمات ذکر کیے ہیں۔

ابن ابی حاتم نے انہیں بصرہ کے جلیل القدر علما میں ذکر کیا ہے۔[8] ابن عدی نے الکامل کے مقدمہ میں[9] اور ذہبی نے **من يعتمد قوله في الجرح و التعديل** میں[10] انہیں جرح و تعدیل کے نقاد میں شمار کیا ہے۔

ابن المدینی اس علم کو دین کا حصہ تصور کرتے تھے، اور کسی کے بارے میں تجریح کا ذکر کرنے میں ان کو کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا تھا، یہاں تک کہ انہوں نے اس معاملے میں اپنے والد کو بھی معاف نہیں کیا. حافظ ابن حجر کہتے ہیں: **وقال ابن المديني: أبي**

۱- السبكي: تاج الدين عبد الوهاب بن تقي الدين (ف: ۷۷۱ھ) **طبقات الشافعية الكبرى** تحقيق: د. محمود محمد الطناحي د. عبد الفتاح محمد الحلو ط/۲ .. هجر للطباعة والنشر والتوزيع، ۱٤۱۳ – ۲/۱٥٤

۲- ابن أبي حاتم: **مقدمة الجرح و التعديل** ص۳۱۹

۳- مصدر سابق ص۳۱۹

۴- خطيب بغدادي: **تاريخ بغداد** ۱۱/٤٦۳

۵- الذهبي: **ميزان الاعتدال** ۳/۱٤۱

۶- الذهبي: **سير أعلام النبلاء** ۱۱/٤٦

۷- ابن حبان البُستي: **المجروحين** ۱/٥٤

۸- ابن أبي حاتم: **مقدمة الجرح والتعديل** ۳۱۹، ۳۲۰

۹- ابن عدي: **مقدمة الكامل** ص۱۹۲-۱۹٦

۱۰- الذهبي: **ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل** ص۱۷۲

ضعیف[1]. ابن المدینی کہتے ہیں: میرے والد ضعیف ہیں.

ابن المدینی کہتے ہیں: إذا اجتمع يحيى بن سعيد وعبد الرحمن بن مهدي على ترك رجل لم أحدث عنه فإذا اختلفا أخذت بقول عبد الرحمن لأنه أقصدهما وكان في يحيى تشدد.[2] اگر یحییٰ بن سعید اور عبد الرحمٰن بن مہدی کسی راوی کو ترک کرنے پر متفق ہو جائیں تو میں اس سے روایت نہیں کرتا، اگر دونوں اختلاف کریں تو میں عبدالرحمٰن بن مہدی کا قول قبول کرلیتا ہوں اس لیے کہ وہ زیادہ متوازن ہوتا ہے اور یحییٰ میں تشدد ہے.

ان کا یہ قول ان کے منصف اور عدم شدت کی دلیل ہے، ان کے اقوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صرف ثقہ راویوں سے روایت کرتے تھے، تعدیل میں انصاف سے کام لیتے تھے، ابن رجب نے یحییٰ بن سعید کا ذکر کرتے ہوئے ابن المدینی اور امام بخاری کے بارے میں کہا ہے، یہ دونوں بھی یحییٰ بن سعید کی طرح صرف ثقہ اور متقن راویوں سے روایت کرتے تھے.[3]

ابن عیینہ انہیں حیۃ الوادی کے نام سے پکارا کرتے تھے اور جب ان سے کسی کے بارے میں پوچھا جاتا یا تاکید حاصل کی جاتی تو کہا کرتے تھے: اگر حیہ الوادی موجود ہوتا (لَوْ كَانَ حَيَّةُ الوَادِي.)[4]

۱- ابن حجر: تهذيب التهذيب ١٧٤/٥

۲- ابن حجر: تهذيب التهذيب ٢٨٠/٦

۳- ابن رجب: شرح علل الترمذي ٤٠١/١

۴- الذهبي: ميزان الاعتدال ١٣٨/٣

ابن المدینی کا شمار ان اہل علم میں سے ہوتا ہے جنہوں نے فتنہ خلق قرآن میں حمایت کی تھی، اسی لیے امام احمد بن حنبل اور ابوزرعہ نے ان سے روایت ترک کردی تھی،[1] ابو حاتم اور ابن معین نے ان کا عذر قبول کرتے ہوئے ان سے روایت کا سلسلہ دوبارہ شروع کردیا،[2] سبکی کہتے ہیں: كان علي بن المديني ممن أجاب إلى القول بخلق القرآن في المحنة فنقم ذلك عليه وزيد عليه في القول والصحيح عندنا أنه إنما أجاب خشية السيف.[3] علی بن المدینی ان میں سے تھے جنہوں نے فتنہ خلق قرآن کی حمایت کی تھی، اسی لیے ان سے لوگ ناراض ہوئے اور ان کے بارے میں باتیں کی گئیں، اور ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ انہوں نے تلوار کے خوف سے حمایت کی تھی۔

ابن المدینی آخر عمر میں اپنی اسی غلطی پر تاسف کا اظہار کیا کرتے تھے اور موت سے پہلے توبہ کر چکے تھے۔[4] وہ کہا کرتے تھے: إن الله عزوجل أعز هذا الدين برجلين ليس لهما ثالث: أَعَزَّ اللهُ الدِّيْنَ بِالصِّدِّيْقِ يَوْمَ الرِّدَّةِ، وَبِأَحْمَدَ يَوْمِ المِحْنَةِ.[5] اللہ تعالیٰ نے اس دین کو دو آدمیوں سے عزت بخشی، ارتداد کے موقع پر ابوبکر صدیق سے، اور احمد بن حنبل سے فتنہ خلق قرآن کے موقع پر، یہی وجہ ہے کہ ابن المدینی امام احمد کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔

۱- الذهبي: ميزان الاعتدال ۱۳۸/۳

۲- ابن رجب: شرح علل الترمذي ۲۱۷/۱، ابن أبي حاتم: الجرح و التعديل ۱۹٤/٦

۳- السبكي: طبقات الشافعية الكبرى ۱٤۷/۲

٤- الذهبي: ميزان الاعتدال ۱٤۰/۳

۵- الذهبي: سير أعلام النبلاء ۲۳٩/۲۱

عقیلی نے ابن المدینی کو اسی لیے ضعفا میں شمار کیا ہے، ذہبی نے انتہائی سخت لہجے میں اس کارد کیا ہے وہ کہتے ہیں: أفما لك عقل يا عقيلي، أتدری فيمن تتكلم،[1] او عقیلی! تیری عقل کہاں گئی؟ تجھے معلوم ہے تو کس کے بارے میں بات کر رہا ہے؟

ابن المدینی علم حدیث کے مختلف پہلوؤں پر بیش بہا تصانیف تحریر کی ہیں، ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں ان کا تذکرہ کیا ہے:هَذِهِ أَسَامِي مُصَنَّفَاتِ عَلِيِّ بنِ المَدِينِيِّ: (الأَسْمَاءُ وَالكُنَى) ثَمَانِيَةُ أَجْزَاءٍ، (الضُّعَفَاءُ) عَشْرَةُ أَجزَاءٍ، (المُدَلِّسُوْنَ) خَمْسَةُ أَجْزَاءٍ، (أَوَّلُ مَنْ فَحَصَ عَنِ الرِّجَالِ) جُزْءٌ، (الطَّبَقَاتُ) عَشْرَةُ أَجْزَاءٍ، (مَنْ رَوَى عَمَّنْ لَمْ يَرَهُ) جُزْءٌ، (عِلَلُ المُسْنَدِ) ثَلاَثُوْنَ جُزْءاً، (العِلَلُ مِنْ رِوَايَةِ إِسْمَاعِيْلَ القَاضِي) أَرْبَعَةَ عَشَرَ جُزْءاً، (عِلَلُ حَدِيْثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ) ثَلاَثَةَ عَشَرَ جُزْءاً، (مَنْ لاَ يُحْتَجُّ بِهِ وَلاَ يَسْقُطُ) جُزْآنِ، (مَنْ نَزَلَ مِنَ الصَّحَابَةِ النَّوَاحِيَ) خَمْسَةُ أَجْزَاءٍ، (التَّارِيْخُ) عَشْرَةُ أَجْزَاءٍ، (العَرْضُ عَلَى المُحَدِّثِ) جُزْآنِ، (مَنْ حَدَّثَ وَرَجَعَ عَنْهُ) جُزْآنِ، (سُؤَالُ يَحْيَى وَابْنِ مَهْدِيٍّ عَنِ الرِّجَالِ) خَمْسَةُ أَجْزَاءٍ.(سُؤَالاَتُ يَحْيَى القَطَّانِ) أَيْضاً جُزْآنِ، (الأَسَانِيْدُ الشَّاذَّةُ) جُزْآنِ، (الثِّقَاتُ) عَشْرَةُ أَجْزَاءٍ، (اخْتِلاَفُ الحَدِيْثِ) خَمْسَةُ أَجْزَاءٍ، (الأَشْرِبَةُ) ثَلاَثَةُ أَجْزَاءٍ، (الغَرِيْبُ) خَمْسَةُ أَجْزَاءٍ، (الإِخْوَةُ وَالأَخَوَاتُ) ثَلاَثَةُ أَجْزَاءٍ، (مَنْ عُرِفَ بِغَيْرِ اسْمِ أَبِيْهِ) جُزْآنِ، (مَنْ عُرِفَ بِلَقَبِهِ)، (العِلَلُ المُتَفَرِّقَةُ) ثَلاَثُوْنَ جُزْءاً، (مَذَاهِبُ المُحَدِّثِيْنَ) جُزْآنِ.[2]

ڈاکٹر فواد سزگین نے عالمی مکتبات میں ابن المدینی کی کتابیں تلاش کیں تو انہیں صرف تین کتابوں کا سراغ مل سکا:

۱۔ علل الحديث ومعرفة الرجال ،ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی نے موجودہ حصے کی تحقیق کی ہے۔

۱۔ الذهبي: ميزان الاعتدال ۳/۱۳۸-۱۴۰

۲۔ الذهبي: سير أعلام النبلاء ۱۱/۶۰

٢. تسمية أولاد العشرة و غيرهم من أصحاب رسول اللهﷺ.

٣. آراؤه في علماء البصره الذين وصفههم يحيي بن معين بالقدرية[١].

ذی قعدہ ۲۳۴ھ میں ابن المدینی کا سامرا میں انتقال ہوا.

٣. احمد بن حنبل---------------(۱۶۴-۲۴۱ھ)

نام: ابو عبد اللہ احمد بن حنبل بن ہلال بن اسد الشیبانی، المروزی الاصل، البغدادی[۲]۔

مرو میں پیدائش ہوئی، والد کی وفات کے بعد بغداد لائے گئے[۳] اور سن ۱۹۷ھ میں جبکہ ان کی عمر پندرہ سال تھی، انہوں نے طلب علم کا سفر شروع کیا،[۴] خلیلی کہتے ہیں: واتی علی حدیث اهل بغداد ثم خرج الی مکة وصحبه علي ابن المديني ويحيى بن معين ثم خرجوا الى صنعاء ثم رجعوا الى بلاد العراق والكوفة والبصرة وواسط ثم خرج احمد الى الشام وحده[٥]. پہلے اہل بغداد کی حدیث حاصل کی، پھر ابن المدینی اور ابن معین کے ساتھ مکہ تشریف لے گئے، وہاں سے صنعا کا

۱- سزگین: فؤاد تاريخ التراث العربي مطابع الهيئه المصريه العامه للكتاب ١٩٧٧م/١/١٦٠

۲- تفصیل کے لیے دیکھیے: خطيب بغدادي: تاريخ بغداد ٤/٤١٣، ابن خلكان: وفيات الاعيان ١/٦٣-٦٤، ابو يعلي الحنبلي: طبقات الحنابلة ١/٤، السبكي: طبقات الشافعية ٢/٢٧، الذهبي: سير أعلام النبلاء ١١/١٧٧

۳- ابو يعلي الخليلي: الإرشاد ٢/٥٩٧

۴- خطيب بغدادي: تاريخ بغداد ٤/٤١٦

۵- ابو يعلي الخليلي: الإرشاد ٢/٥٩٧

رخ کیا، پھر واپس عراق میں کوفہ، بصرہ اور واسط آئے، اس کے بعد امام احمد نے اکیلے شام کا سفر کیا۔

امام احمد حدیث اور اسماء الرجال میں بہت وسیع علم کے حامل تھے، خداداد ذہانت اور عجیب و غریب حافظے کی وجہ سے محدثین کے درمیان نمایاں مقام رکھتے ہیں، اکثر ائمہ کرام نے ان کے حافظے کی تعریف کی ہے، ابوزرعہ کہتے ہیں: امام احمد ایک لاکھ احادیث کے حافظ تھے، ان سے پوچھا گیا: آپ کو کیسے پتہ چلا؟ وہ فرماتے ہیں: میں نے ان کے ساتھ مذاکرہ کیا ہے اور ابواب کے ذریعے ان کو پہچانا۔[1] اسی طرح علی ابن المدینی اور ابراہیم الحربی نے ان کی تعریف کی ہے۔[2]

ان کے فقید المثال حافظے کے بارے میں ابوزرعہ کہتے ہیں: أتيت أحمد بن حنبل فقلت: أخرج إليّ حديث سفيان، فأخرج إليّ أجزاء كلها سفيان سفيان، ليس على حديث منها ثنا فلان! فظننت أنها عن رجل واحد، فجعلت أنتخب، فلما قرأ عليّ، جعل يقول في الحديث: ثنا وكيع ويحيى، وثنا فلان قال: فعجبت من ذلك!. قال أبو زرعة: فجهدت في عمري أن أقدر على شئ من هذا فلم أقدر.[3]

میں احمد بن حنبل کے پاس آیا اور کہا: سفیان کی حدیث نکالیے، تو انہوں نے اجزا نکالے جو سب سفیان سے شروع ہو رہے تھے، کسی بھی حدیث میں حدثنا فلان نہیں تھا،

۱- أبي يعلى الحنبلي: أبو الحسين، محمد بن محمد (ف: ٥٢٦ھ) طبقات الحنابلة تحقيق: محمد حامد الفقي — دار المعرفة — بيروت ١/٦، السبكي: طبقات الشافعيه ٢/٢٧، خطيب بغدادي: تاريخ بغداد ٤/٤١٩

۲- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح والتعديل ص ٢٩٥، الذهبي: تذكرة الحفاظ ٢/٤٣١

۳- ابن رجب: شرح علل الترمذي ١/٢٠٩ - ٢١٠

میں سمجھا کہ یہ ایک ہی شخص کی روایت ہیں، تو میں اس میں سے انتخاب کرنے لگا، اور جب انہوں نے پڑھنا شروع کیا تو وہ کہنے لگے : حدثنا وکیع و یحییٰ، و حدثنا فلان، تو مجھے بہت تعجب ہوا، ابو زرعہ کہتے ہیں: میں نے اپنی زندگی میں پوری کوشش کر لی مگر ایسا حفظ نہ کر سکا۔

امام احمد اپنے بیٹے عبد اللہ سے فرماتے ہیں: خذ أي كتاب شئت من كتب وكيع ، من المصنف ، فإن شئت أن تسألني عن الكلام حتى أخبرك بالإسناد، وإن شئت بالإسناد حتى أخبرك بالكلام[1]، وکیع کی کتابوں میں سے کوئی کتاب لے لو ، تو چاہو تو متن کے بارے میں پوچھ لو میں اس کی سند بتادوں گا، چاہے سند کے بارے میں سوال کر لو میں تمہیں اس کے متن کے بارے میں بتادوں گا۔

اس حیران کن حافظے کے باوجود وہ کتاب سے روایت کرتے تھے جیسا کہ ابن المدینی کا بیان ہے۔[2]

ائمہ کرام نے ان کے حفظ سے زیادہ ان کے تفقہ کی تعریف کی ہے، ابو حاتم ابن المدینی اور امام احمد میں تقابل کرتے ہوئے کہتے ہیں: حفظ میں دونوں قریب ہیں، لیکن تفقہ میں احمد ان سے بڑھ کر تھے۔[3]

امام شافعی فرماتے ہیں: خرجت من بغداد فما خلفت بها رجلا أفضل ولا أعلم ولا أفقه من أحمد بن حنبل.[4] میں بغداد سے نکلا تو میرے بعد وہاں احمد بن

۱- ابن رجب: شرح علل الترمذي ۲۱۰/۱

۲- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح و التعديل ص۲۹۵

۳- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح والتعديل ص۲۹٤

۴- الذهبي:تذكرة الحفاظ ٤٣٢/٢

حنبل سے فضل، علم اور فقہ کے لحاظ سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں تھا.

ابو عبید القاسم بن سلام کہتے ہیں: انتهى العلم إلى أربعة أَحْمَد بْن حنبل وعلي بْن المديني وَيَحْيَى بْن معين وأبي بَكْر بْن أَبِي شَيْبَة وكان أَحْمَد بْن حنبل أفقههم فِيهِ.[1] علم کی انتہا چار پر ہوتی ہے: احمد بن حنبل، علی بن المدینی، یحیٰ بن معین، اور ابو بکر بن ابی شیبہ، اور احمد بن حنبل فقہی طور پر سب سے بلند ہیں.

ابو زرعہ کہتے ہیں: ما رأيت أحدا أجمع من أحمد بن حنبل، وما رأيت أكمل منه، اجتمع فيه زهد وفضل وفقه وأشياء كثيرة.[2] میں نے احمد بن حنبل سے زیادہ جامع اور کامل شخص نہیں دیکھا، ان میں زہد، فضل، تفقہ اور بہت سی خصوصیات جمع تھیں.

امام احمد اور جرح و تعدیل: امام احمد اسماء الرجال اور علل حدیث میں بہت بلند مقام رکھتے تھے، ابو یعلی،[3] ابو حاتم[4] اور امام شافعی نے ان کی مہارت کی تعریف کی ہے،[5] ذہبی نے اپنی کتاب میں ان کا شمار منصف معتدل نقاد میں کیا ہے،[6] ابن حجر کی بھی یہی رائے ہے.[7] امام احمد کی کتاب العلل، ان کی مہارت کی شہادت کے لیے کافی ہے.

۱- ابو يعلى الحنبلي: طبقات الحنابله ۶/۱

۲- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح والتعديل ص۲۹۴

۳- ابو يعلى الحنبلي :طبقات الحنابلة ۵/۱

۴- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح والتعديل ص۳۰۲

۵- ابو يعلى الحنبلي :طبقات الحنابلة ۶/۱

۶- الذهبي:ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل ص۱۵۹

۷- ابن حجر: النكت على ابن الصلاح ۴۸۲/۱

امام احمد کی بلند و بالا شخصیت کے باوجود ابن جریر الطبری (۲۲۴-۳۱۰ھ) نے ان کا ذکر اپنی کتاب اختلاف الفقهاء میں نہیں کیا، اسی طرح ان کی اتباع میں ابو جعفر طحاوی (ف ۳۲۱ھ) نے بھی اپنی کتاب اختلاف العلماء، اور ابن عبد البر المالکی (ف ۴۶۳ھ) نے اپنی کتاب الانتقاء فی فضائل الثلاثة الفقهاء میں ان کا ذکر نہیں کیا، اسی طرح بعض دیگر اہل علم نے بھی امام احمد کا تذکرہ ان فقہا میں نہیں کیا جن کی رائے اختلافِ فقہا میں بہت اہمیت رکھتی ہے، جبکہ ان کے برعکس حافظ ابو عبد اللہ محمد بن نصر المروزی (ف ۲۹۴ھ) نے امام احمد کے بے شمار اقوال اپنی کتاب اختلاف العلماء میں ذکر کیے ہیں۔[1]

امام احمد کے اصول مذہب: امام احمد کے فقہی مذہب کے پانچ اصول ہیں:

۱. **کتاب و سنت کے نصوص:** اگر انہیں کتاب و سنت سے کوئی نص مل جاتا ہے تو اس کے مطابق فتوی دیتے ہیں، اور اس کے خلاف کسی دلیل کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

۲. **صحابہ کرام کے فتاوی:** اگر کسی صحابی کا فتوی مل جاتا ہے تو اس کے مطابق فتوی دیتے ہیں، بشرطیکہ اس کے خلاف کسی اور صحابی کا فتوی نہ ہو۔

۳. اگر صحابہ میں اختلاف پایا جائے تو ان کے اقوال میں سے کتاب و سنت سے قریب ترین قول کو اختیار کرتے ہیں۔

۴. ضعیف حدیث، جس کا ضعف محتمل ہو، وہ رائے سے بہتر ہے۔

۱- المَرْوَزِي: أبو عبد الله محمد بن نصر بن الحجاج (ف: ۲۹٤ھ) **اختلاف الفقهاء** تحقيق: الدُكْتُوْر محَمد طَاهِر حَكِيْم، ط/۱ - مكتبه أضواءالسلف - الرياض، ۱٤۲۰ھ-۲۰۰۰م ص ۲٤، ۲٥، ۲٦، ۸۰، ۱۰۰، ۱۰۷، ۱۱۱، ۱۳۱، ۱۳۸، ۱٤٤، ۱٤٥، ۱٤۸، ۱۷۷، ۱۹۸، ۲۰۰، ۲۰۳، ۲۲۱، ۲۲۹، ۲۷۰، ۲۷٥، ۲۸۷، ۲۸۸.

۵۔ ضرورت کے وقت قیاس سے کام لیتے ہیں۔

ان کی اولاد اور شاگردوں نے ان کے فتاوی اور مسائل جمع کیے ہیں، جمع کرنے والے راویوں کی تعداد ۱۳۰ کے لگ بھگ ہے۔ابو بکر الخلال (ف۳۱۱ھ) نے ان کی روایات موضوعی ترتیب کے ساتھ کئی مجلدات میں جمع کی ہیں، جیسے ذہبی نے ابو بکر الخلال کے تذکرے میں نقل کیا ہے۔[1]

امام احمد کی مطبوعہ کتب مسائل:

۱۔ مسائل الإمام أحمد رواية أبي داود السجستاني ،تحقيق: أبي معاذ طارق بن عوض الله بن محمد.

۲۔ مسائل الإمام أحمد بن حنبل رواية ابن أبي الفضل صالح [۲۰۳ھ - ۲۶۶ھ].

۳۔ مسائل أحمد بن حنبل رواية ابنه عبد الله تحقيق: زهير الشاويش.

۴۔ مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه.

۵۔ المؤلف: إسحاق بن منصور بن بهرام، أبو يعقوب المروزي، المعروف بالكوسج (المتوفى: ۲۵۱ھ).

۶۔ جزء في مسائل عن أبي عبد الله أحمد بن حنبل.

۷۔ المؤلف: أبو القاسم عبد الله بن محمد بن عبد العزيز بن المَرْزُبان بن سابور بن شاهنشاه البغوي (المتوفى: ۳۱۷ھ)تحقيق: أبي عبد الله

۱- الذهبي:سير أعلام النبلاء ١٤/٢٩٧-٢٩٨

محمود بن محمد الحداد.

٨. المسائل التي حلف عليها أحمد بن حنبل.

٩. المؤلف: أبو الحسين ابن أبي يعلى، محمد بن محمد (المتوفى: ٥٢٦هـ)،تحقيق: أبو عبد الله محمود بن محمد الحداد.

١٠. مسائل أحمد بن حنبل رواية ابنه عبد الله ،تحقيق : زهير الشاويش.

١١. مسائل الإمام أحمد بن حنبل رواية ابن أبي الفضل صالح.

١٢. مسائل الإمام أحمد في الأموال برواية أبي داود[1].

امام احمد کی مطبوعہ کتب علل:

١. العلل ومعرفة الرجال ،تحقيق: وصي الله بن محمد عباس.

٢. من كلام أحمد بن حنبل في علل الحديث ومعرفة الرجال، تحقيق: صبحي البدري السامرائي.

٣. الجامع في العلل ومعرفة الرجال لأحمد بن حنبل، رواية: المروذي وغيره ، تحقيق: الدكتور وصى الله بن محمد عباس.

٤. سؤالات أبي داود للإمام أحمد بن حنبل في جرح الرواة وتعديلهم. تحقيق: د. زياد محمد منصور.

٥. من سؤالات أبي بكر أحمد بن محمد بن هانئ الأثرم أبا عبد الله

١۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: المکتبۃ الشاملۃ

أحمد بن محمد بن حنبل ،تحقيق: د. عامر حسن صبري.[1]

الخلال کی مطبوعہ کتب:

٦. الوقوف والترجل من الجامع لمسائل الإمام أحمد بن حنبل، تحقيق: سيد كسروي حسن.

٧. أحكام أهل الملل والردة من الجامع لمسائل الإمام أحمد بن حنبل،تحقيق: سيد كسروي حسن.

٨. القراءة عند القبور، تحقيق: الدكتور يحيى مراد.

٩. السنة، تحقيق: د. عطية الزهراني.

١٠. الحث على التجارة والصناعة والعمل والإنكار على من يدعي التوكل في ترك العمل والحجة عليهم في ذلك ، تحقيق: أبو عبد الله محمود بن محمد الحداد.

١١. الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر،تحقيق: الدكتور يحيى مراد[2].

۴. دحیم ---------------- (۱۷۰-۲۴۵ھ)

نام: عبد الرحمٰن بن ابراہیم بن عمرو بن میمون القرشی، ابو سعید الدمشقی، المعروف ب: دحیم ابن الیتیم[3]

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: المکتبہ الشاملہ

۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: المکتبہ الشاملہ ۳٫۴۷

۳۔ خطيب البغدادي: تاريخ بغداد ۲٦٦/۱۰، ابن حجر: تهذيب التهذيب ۱۳۰/٦

حجاز، شام، مصر، کوفہ، بصرہ کے علما سے علم حاصل کیا[1]، بغداد کا بھی سفر کیا۔[2]

دحیم فقہی مسائل میں امام اوزاعی کے مذہب پر عمل کرتے تھے، ان کا شمار بلند پایہ محدثین میں ہوتا ہے اور تمام ائمہ کے نزدیک باعتماد ہیں، حسن بن علی بن بحر کہتے ہیں: **قدم دحيم بغداد سنة اثنتي عشرة، فرأيت أبي، ويحيى بن معين، وأحمد بن حنبل ، وخلف بن سالم بين يديه كالصبيان.**[3] دحیم سن ۲۱۲ھ میں بغداد آئے تھے، میں نے اپنے والد، یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل اور خلف بن سالم کو ان کے سامنے بچوں کی طرح بیٹھے دیکھا۔ ذہبی کہتے ہیں: یہ لوگ ان سے بڑے تھے، لیکن ان کے بطور مہمان اور حفظ حدیث کی وجہ سے اکرام اور احترام کر رہے تھے۔[4]

اکثر اہل علم نے دحیم کی تعریف کی ہے، جن میں ابوداود[5]، امام احمد[6]، ابو حاتم[7]، الخلیلی[8] اور ابن حبان[9] شامل ہیں، ذہبی نے انہیں جرح و تعدیل کے نقاد میں شمار کیا ہے۔[10]

۱- الذهبي: **سير أعلام النبلاء** ۱۱/۵۱۵، الذهبي: **تذكرة الحفاظ** ۲/۴۸۰

۲- خطيب البغدادي: **تاريخ بغداد** ۱۰/۲۶۶

۳- ابن عدي: **مقدمة الكامل** ص ۲۰۱

۴- الذهبي: **سير أعلام النبلاء** ۱۱/۵۱۶

۵- خطيب البغدادي: **تاريخ بغداد** ۱۰/۲۶۶، ۲۶۷

۶- ابن حجر: **تهذيب التهذيب** ۶/۱۳۱-۱۳۲

۷- ابن أبي حاتم: **الجرح و التعديل** ۵/۲۱۱

۸- ابن حجر: **تهذيب التهذيب** ۶/۱۳۲

۹- ابن حجر: **تهذيب التهذيب** ۶/۱۳۲

۱۰- الذهبي: **ذكر من يعتمد قوله في الجرح و التعديل** ص۱۷۳

فلسطین کے شہر رملہ میں سن ۲۴۵ھ میں ان کا انتقال ہوا، جبکہ ان کی عمر پچھتر سال سے زائد تھی.

۵. الفلاس-------------- (۱۶۰- ۲۴۹ھ)

نام: عمرو بن علی بن بحر بن کثیر، ابو حفص الصیرفی البصری الفلاس.

بچپن میں طلب علم کا آغاز کیا،[1] تمام اطراف واکناف کا سفر کیا، کئی مرتبہ اصفہان گئے، آخر عمر میں بغداد کا رخ کیا، ان کا شمار کبار محدثین میں ہوتا ہے. دارقطنی کہتے ہیں: كان من الحفاظ وبعض أصحاب الحديث يفضلونه على بن المديني ويتعصبون له وقد صنف المسند والعلل والتاريخ وهو إمام متقن.[2] حفاظ حدیث میں سے تھے، بعض اصحاب حدیث انہیں علی بن المدینی پر ترجیح دیتے ہیں اور ان کے لیے تعصب سے کام لیتے ہیں، انہوں نے مسند، علل اور تاریخ لکھی، وہ حدیث میں امام اور متقن تھے.

حدث عمرو بن علي بحديث عن يحيى القطان فبلغه: أن بندارا قال ما نعرف هذا من حديث يحيى! فقال أبو حفص: وبلغ بندار إلى أن يقول ما نعرف! قال إبراهيم: وصدق أبو حفص، بندار رجل صاحب كتاب وأما أن يأخذ على أبي حفص فلا.[3] عمرو بن علی فلاس نے یحییٰ القطان سے روایت بیان کی، ان تک یہ بات پہنچی کہ بندار کہتے ہیں: یحییٰ کی احادیث میں ہم یہ حدیث نہیں جانتے، ابو حفص فلاس کہتے ہیں: بندار اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ یہ کہے ہم نہیں جانتے، ابراہیم

---

۱ الخطيب البغدادي: تاريخ بغداد ۱۲/۲۰۹

۲- الذهبي: سير اعلام النبلاء ۱۱/۴۷۰

۳- ابن حجر: تهذيب التهذيب ۸/۸۱

۴- الخطيب البغدادي: تاريخ بغداد ۱۲/۲۰۹-۲۱۰

کہتے ہیں: ابو حفص سچ کہتے ہیں، بندار صاحب کتاب شخصیت ہیں لیکن ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ابو حفص پر اعتراض کریں۔

ان کی مہارت حدیث کا اظہار اس سے ہوتا ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان نے حدیث بیان کی اور اس میں غلطی کر گئے۔ اگلے دن ان کے ساتھی جن میں علی بن المدینی وغیرہ، جمع ہوئے تو یحییٰ القطان نے کہا: میں حدیث میں غلطی کرتا ہوں اور تم موجود ہو، اس پر انکار بھی نہیں کرتے؟[1]

علی بن المدینی اور فلاس کے درمیان غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی، دونوں نے ایک دوسرے کے خلاف بات کی، لیکن ہم عصر افراد کی ایک دوسرے کے خلاف عیب جوئی کوئی قیمت نہیں رکھتی، اسی کی طرف حافظ ابن حجر اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **أن كلام الأقران غير معتبر في حق بعضهم بعضا إذا كان غير مفسر لا يقدح.**[2] ہم عصر افراد کا کلام ایک دوسرے کے لیے معتبر نہیں ہے، اگر بغیر سبب کے ہو تو قادح نہیں ہے۔

ابو حفص فلاس کو ابن عدی،[3] اور ذہبی[4] نے نقاد جرح وتعدیل میں شمار کیا ہے۔ ابن خیر نے اپنی فہرست میں ان کا ضعفاء کے بارے میں ایک مختصر جزو کا ذکر کیا ہے۔[5]

۱- ابن حجر: **تهذيب التهذيب** ۸۲/۸ ، خطيب البغدادي: **تاريخ بغداد** ۲۱۰/۱۲

۲- ابن حجر: **تهذيب التهذيب** ۸۱/۸

۳- ابن عدي: **مقدمة الكامل** ص۲۰۹

۴- الذهبي: **سير أعلام النبلاء** ۴۷۰/۱۱، الذهبي: **ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل** ص ۷۴

۵- أبو بكر محمد بن خير بن عمر بن خليفة اللمتوني الأموي الإشبيلي (المتوفى: ۵۷۵ھ) **فهرست ابن خير** المحقق: محمد فؤاد منصور دار الكتب العلمية - بيروت/ لبنان ط/۱ ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸م ص۲۱۲

۶. البخاری ------------ (۱۹۴- ۲۵۶ھ)

نام: ابو عبد اللہ محمد بن ابو الحسن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ الجعفی ولاء [1]۔

۱۳ شوال جمعہ کے دن پیدائش ہوئی، بچپن میں والد کی وفات کا صدمہ اٹھانا پڑا، ہوش سنبھالتے ہی حصول علم میں مشغول ہو گئے، ۲۰۵ھ میں پہلی مرتبہ حدیث سنی اور اطراف واکناف میں ان کے علمی اسفار شروع ہو گئے، ہزاروں محدثین سے ملاقات کی اور ان سے براہ راست حدیث سنی، فرماتے ہیں: كَتَبْتُ عَنْ أَلفِ وَثَمَانِيْنَ رَجُلاً، لَيْسَ فِيْهِم إلاَّ صَاحِب حَدِيْثٍ، كَانُوا يَقُوْلُوْنَ: الإِيْمَانُ قَوْلٌ وَعملٌ، يَزِيْدُ وَينقصُ.[2] میں نے ایک ہزار اسی راویوں سے حدیث لکھی، ان میں صرف محدثین شامل تھے، اور سب کہتے تھے: ایمان قول اور عمل کا نام ہے جو بڑھتا اور گھٹتا ہے۔ صحیح بخاری میں ۲۸۹ شیوخ سے روایات بیان کی ہیں۔[3]

سبکی نے ان علاقوں کی نشاندہی کی ہے جہاں امام بخاری تشریف لے گئے: بلخ، سمرقند، نیشاپور، ری، بغداد، بصرہ، کوفہ، مکہ، مدینہ، واسط، مصر، دمشق، عسقلان، حمص وغیرہ۔[4] امام بخاری اپنے اسفار کے بارے میں فرماتے ہیں: دخلت إِلَى الشَّام ومصر والجزيرة مرَّتَيْنِ وَإِلَى الْبَصْرَة أربع مَرَّات وأقمت بالحجاز سِتَّة أَعْوَام وَلَا

۱- الذهبي: **سير أعلام النبلاء** ۳۹۵/۱۲

۲- ابو شهبه: محمد بن محمد ابو شهبه- **أعلام المحدثين** ط/۱ — ۱۹۶۳م القاهره ص ۱۱۲

۳- ابن خلكان: أبو العباس شمس الدين أحمد بن محمد بن إبراهيم بن أبي بكر البرمكي الإربلي (ف: ۶۸۱ھ) **وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان** تحقيق: إحسان عباس - دار صادر - بيروت ۱۸۸/۴، الذهبي: **سير أعلام النبلاء** ۳۹۱/۱۲، الذهبي: **تذكرة الحفاظ** ۵۵۵/۲، ابن كثير: **البداية والنهاية** ۲۴/۱۱، السبكي: **طبقات الشافعية** ۲/۲

۴- السبكي: **طبقات الشافعية** ۲/۲

أحصي كم دخلت إلَى الْكُوفَة وبغداد مَعَ الْمُحدثين.[1] میں نے شام، مصر، اور جزیرہ کا سفر دو مرتبہ، بصرہ کا چار مرتبہ اور حجاز میں چھ سال قیام کیا، اور مجھے نہیں معلوم کوفہ اور بغداد میں کتنی مرتبہ محدثین کے ساتھ گیا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے امام بخاری کو زبردست ذہانت اور فقید المثال حافظے سے نوازا تھا، یہی وجہ ہے کہ نوجوانی میں ہی ان کی ذہانت اور بے مثال حافظے کا چرچا ہو گیا تھا، ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں: كتبنا عَن مُحَمَّد بن إسْمَاعِيل وَهُوَ أَمْرَد على بَاب مُحَمَّد بن يُوسُف الْفريَابِيّ، قلت: كَانَ موت الْفريَابِيّ سنة اثْنَتَيْ عشرَة وَمِائَتَيْنِ، وَكَانَ سنّ الْبُخَارِيّ إِذْ ذَاك نَحوا من ثَمَانِيَة عشر عَاما أَو دونهَا.[2] ہم نے محمد بن یوسف فریابی کے دروازے پر محمد بن اسماعیل سے حدیث لکھی جبکہ وہ نوجوان تھے، ابن حجر کہتے ہیں: فریابی کا انتقال ۲۱۲ھ میں ہوا اور بخاری کی عمر اس وقت اٹھارہ سال یا اس سے کم ہوگی۔

تاریخ حدیث کا عجیب وغریب واقعہ، عراق کے محدثین کی طرف سے امام بخاری کا امتحان لینے کا واقعہ ہے،[3] حافظ ابن حجر کہتے ہیں: یہاں امام بخاری کی عظمت کے سامنے سر جھک جاتے ہیں، ان کا غلط کو صحیح کر دینا اتنا عجیب نہیں ہے، اس لیے کہ وہ حافظ حدیث تھے، لیکن عجیب یہ ہے ان کی غلط روایات کو اسی ترتیب سے یاد رکھنا جس طرح سے انہوں نے بیان کیا تھا، روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ سمرقند میں بھی ہوا تھا۔[4]

امام بخاری کی تصانیف: سیرۃ البخاری کے مؤلف مولانا عبدالسلام مبارکپوری نے ان تصانیف کا ذکر کیا ہے:

۱- ابن حجر: **هدي الساري** ص۴۷۸

۲- ابن حجر: **هدي الساري** ص۴۷۸

۳- تفصیل کے لیے دیکھیے: خطیب البغدادي: **تاريخ بغداد**، ابن خلكان: **وفيات الاعيان**، الذهبي: **سير أعلام النبلاء**، السبكي: **طبقات الشافعيه**، ابن حجر: **هدي الساري**.

۴- ابن کثیر: **البداية والنهاية** ۱۱/۲۵، ابن حجر: **هدي الساري** ص۴۸۶

۱۔ التاریخ الکبیر: اس کتاب میں صحابہ وتابعین وتبع تابعین رواۃ حدیث کا مکمل تذکرہ کیا گیا ہے، اور ناموں کی ترتیب میں حروف تہجی کا اعتبار کیا گیا ہے، اگر ایک ہی نام کے متعدد لوگ ہیں تو ان کے باپ کے ناموں میں حروف تہجی کی ترتیب رکھی ہے، اگر باپ کا نام نہیں معلوم ہے جیسے مولی وغیرہ تو ان کو ردیف کے خاتمہ میں (من أفناء الناس) کے تحت لکھا ہے، تاریخ کبیر میں زیادہ سلسلہ روایت، تلمذ اور سماعت کا ذکر ہے، اکثر جرح وتعدیل بھی ہے، مگر بالاستیعاب نہیں ہے۔[۱] مطبوعہ نسخہ موجود ہے۔

۲۔ التاریخ الاوسط: اس کتاب کو امام بخاری سے عبد اللہ بن احمد بن عبد السلام الخفاف اور ابو محمد زنجویہ بن محمد اللباد روایت کرتے ہیں، یہ کتاب غلطی سے تاریخ الصغیر کے نام سے شائع ہوتی رہی، اب اس کا محقق نسخہ محمد بن ابراہیم اللحیدان کی تحقیق سے دو جلدوں میں شائع ہو چکا ہے[۲]، ایک اور نسخہ تیسیر بن سعد ابو حمید اور یحیٰ بن عبد اللہ الثمالی کی تحقیق سے پانچ جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔[۳] اس کتاب کے بارے میں امام بخاری آغاز میں فرماتے ہیں:

كتاب المختصر من تاريخ هجرة رسول الله ﷺ و المهاجرين و الأنصار، وطبقات التابعين باحسان، ومن بعدهم ووفاتهم وبعض نسبهم و كناهم و من يرغب عن حديثه، وقد استفاض أنساب قوم

۱۔ مباركپوري: عبد السلام **سيرة البخاري** ط/۱ مكتبه قدوسيه لاهور ۲۰۰۹م نشريات لاهور ص۱۴۲۔۱۴۳

۲۔ دار الصميعي الرياض

۳۔ مكتبة الرشد الرياض

عند أهليهم فتداولوها وعرفها الناس لشهرتها، فان تنازعوا في شئ احتيج حينئذ الى البيان و الحجة.

امام بخاری کے اس قول سے واضح ہوتا ہے کہ اس کتاب میں رسول اللہ ﷺ مہاجرین، انصار، تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کی تاریخ، طبقات، وفیات، انساب اور کنیتوں کا تذکرہ ہے۔[1]

۳۔ **التاریخ الصغیر:** فن تاریخ میں امام بخاری کی یہ بھی ایک بے مثل تصنیف ہے، فن حدیث کو فن رجال کے ساتھ وہی تعلق ہے جو روح کو جسد سے ہے، اس لیے امام بخاری کو اس کے ساتھ خاص شغف تھا، اس کتاب کا موضوع تراجم صحابہ ہے، اس کو امام بخاری سے عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمٰن الاشقر نے روایت کیا ہے، التاریخ الاوسط شائع ہو چکی ہے، اس پر التاریخ الصغیر کا نام لکھا جاتا رہا جو غلط ہے۔

۴۔ **الجامع الکبیر:** اس کا ذکر ابن طاہر نے کیا ہے، اس کتاب کا مفصل حال معلوم نہیں ہو سکا، نہ اس کے کسی قلمی نسخہ کا علم ہو سکا، صاحب کشف الظنون نے اسی قدر معلومات دی ہیں۔

۵۔ **خلق افعال العباد:** صحابہ و تابعین جس طرح آیات و احادیث سے فرق باطلہ کا رد کرتے تھے، وہی طرز عنوان اس کتاب کا بھی ہے، اور یہی علم کلام قدیم ہے، امام بخاری سے اس کو یوسف بن ریحان اور علامہ فربری نے روایت کیا ہے، اس کتاب میں فرق باطلہ، جہمیہ اور معطلہ کا رد ہے، آیات اور احادیث کے ساتھ آثار صحابہ و اقوال تابعین بھی درج ہیں۔

۶۔ **کتاب الضعفاء الصغیر:** حروف تہجی کی ترتیب پر ضعیف راویوں کے نام گنائے ہیں، وجہ تضعیف اور راوی کے تلمذ کا بھی ذکر ہے، تضعیف میں جیسی احتیاط برتی ہے وہ

۱- البخاري: **التاريخ الاوسط** - مقدمة ۵۸/۱ - دار الصميعي الرياض

اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتی ہے، صغیر کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری نے کتاب الضعفاء الکبیر بھی لکھی ہے، یا لکھنے کا ارادہ کیا ہو، اس کتاب کو امام بخاری سے ابو بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی، ابو جعفر بن سعید اور موسیٰ الخواری وغیرہ روایت کرتے ہیں. آخر الذکر کی روایت سے طبع ہوئی ہے، ۴۱۹ تراجم دیے گئے ہیں.

۷۔ **المسند الکبیر**۔

۸۔ **التفسیر الکبیر** : ان دونوں کا ذکر علامہ فربری نے کیا ہے، ان دونوں کا مفصل حال نہیں معلوم ہو سکا نہ ان کے کسی قلمی نسخہ کا علم ہو سکا، نہ راوی کا پتہ چل سکا.

۹۔ **کتاب الہبہ** : اس کا ذکر امام بخاری کے کاتب محمد بن ابو حاتم نے کیا ہے، اس کتاب میں امام بخاری نے پانچ سو کے لگ بھگ احادیث نقل کی ہیں، اس کے نسخہ کا پتہ نہیں چل سکا.

۱۰۔ **اسامی الصحابہ**: اس کا ذکر ابو القاسم بن مندہ نے کیا ہے، اور وہ خود اس کو ابن فارس کے طریق سے روایت کرتے ہیں، اور اکثر اس سے نقل کرتے ہیں، ابو القاسم البغوی بھی اس سے اپنی کتاب معجم الصحابہ میں نقل کرتے ہیں، اس موضوع پر پہلے کسی تصنیف کا پتہ نہیں چلتا، اس کے بعد ابن مندہ، ابن عبد البر، ابن الاثیر، اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے اسماء صحابہ اور ان کے تاریخی حالات میں تصانیف لکھی ہیں.

۱۱۔ **کتاب الوحدان**: اس کتاب سے ابن مندہ اکثر نقل کرتے ہیں، اس کتاب میں امام بخاری نے ان راوی صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے جن سے صرف ایک حدیث مروی ہے، امام نسائی اور امام مسلم نے بھی اس موضوع پر لکھا ہے، غالباً امام بخاری سے پہلے کسی نے اس موضوع پر کوئی تصنیف نہیں لکھی.

۱۲۔ **کتاب المبسوط** : اس کا ذکر خلیلی نے الارشاد میں کیا ہے، مہیب بن اسلم نے اس کو امام بخاری سے روایت کیا ہے، کتاب المبسوط کے موضوع بحث کا کچھ پتہ نہیں

چلتا، لیکن قیاس یہ کہتا ہے کہ اس کتاب میں تفصیل کے ساتھ وہ فقہی مسائل بیان کیے گئے ہوں گے جو احادیث سے مستنبط کئے گئے ہیں.

۱۳. **کتاب العلل**: ابو القاسم بن مندہ نے اس کا ذکر کیا ہے، وہ اس کو محمد بن عبد اللہ بن حمدون سے، اور وہ ابو محمد عبد اللہ بن الشرقی سے، اور وہ امام بخاری سے روایت کرتے ہیں، غالباً اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے.

۱۴. **کتاب الکنی**: اس کا ذکر ابو احمد حاکم نے کیا ہے، اور وہ اس سے اپنی تصنیفات میں نقل بھی کرتے ہیں.

۱۵. **کتاب الفوائد**: اس کا ذکر امام ترمذی نے اپنی جامع کی کتاب المناقب میں کیا ہے. لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کتاب الفوائد میں امام المحدثین نے کس قسم کے فوائد ودیعت کر رکھے ہیں، لیکن قرینہ یہ ہے کہ اس میں وہ نکات حدیثیہ ہیں جو فن علل سے تعلق رکھتے ہیں.

۱۶. **الادب المفرد**: اس کتاب کو امام بخاری سے احمد بن محمد بن الجلیل البزار روایت کرتے ہیں، شیخ فضل اللہ الجیلانی نے (**فضل الله الصمد في توضيح الادب المفرد**) نام کے ساتھ ایک شرح لکھی ہے جو کہ مطبوع ہے، اور اس احادیث کی تحقیق علامہ ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ نے صحیح الادب المفرد اور ضعیف الادب المفرد نام کے ساتھ کی ہے.

۱۷. **جزء رفع الیدین**: امام بخاری سے اس کتاب کو محمود بن اسحاق الخزاعی روایت کرتے ہیں، یہ امام بخاری کے ان شاگردوں میں سے ہیں، جنہوں نے بخارا شہر میں سب سے پیچھے امام بخاری سے شرف تلمذ حاصل کیا، اس کی احادیث کی تخریج علامہ شیخ بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ نے (**اجلاء العينين بتخريج روايات البخاري في جزءرفع اليدين**) نام سے کی ہے.

۱۸. **بر الوالدین**: امام بخاری سے محمد بن دلویہ روایت کرتے ہیں.

۱۹. کتاب الاشربہ: اس کا ذکر امام دارقطنی نے اپنی کتاب (المؤتلف و المختلف) کیسہ راوی کے ترجمہ میں کیا ہے۔

۲۰. قضایا الصحابہ و التابعین: امام بخاری نے یہ کتاب تاریخ کبیر سے قبل ۲۱۲ھ میں تصنیف کی۔

۲۱. کتاب الرقاق: اس کتاب کا ذکر صاحب کشف الظنون نے کیا ہے۔

۲۲. ایک لاکھ احادیث کا مجموعہ: علامہ ابن الملقن اپنی شرح توضیح میں امام بخاری کی ایک اور تصنیف کا پتہ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں: ایک غیر مشہور بات امام ابو سعد اسماعیل بن ابی القاسم البوشنجی اپنی کتاب (کتاب الجهر بالبسمله) میں امام بخاری کے متعلق کہتے تھے کہ انہوں نے ایک حدیث کی کتاب تصنیف کی تھی جس میں ایک لاکھ حدیثیں جمع کی تھیں، لیکن اس کتاب کا وجود نہیں ملتا۔

۲۳. الجامع الصغیر فی الحدیث: صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں: کہ بقول ابن حجر اس کتاب کو امام بخاری سے عبداللہ بن محمد الاشقر نے روایت کیا ہے۔

۲۴. جزء القراءۃ خلف الامام: امام بخاری سے ان کے شاگرد محمود بن اسحاق الخزاعی نے روایت کی ہے، کثرت سے طبع ہو چکی ہے۔[۱]

محقق کتاب ڈاکٹر عبدالعلیم بستوی نے حاشیہ میں ان کتب کا اضافہ کیا ہے:

۲۵. الضعفاء الكبير.

۲۶. الكني المجرده.

۲۷. كتاب الاعتصام.

۲۸. كتاب الرد علي الجهميه.

۱- مبارک پوري: سيرة البخاري ص۱۴۲، ۱۵۰

۲۹. كتاب السنن في الفقه.

۳۰. المشيخه.

۳۱. انتقاء البخاري من حديثه لاهل بغداد.

۳۲. التاريخ في معرفة رواة الحديث و نقلة الآثار و السنن و تمييز ثقاتهم من ضعفائهم و تاريخ وفاتهم.

۳۳. التواريخ و الانساب.

۳۴. العقيدة او التوحيد.

۳۵. اخبار الصفات[1].

امام بخاری اور فقہی استعداد: امام بخاری نے صحیح احادیث کا مجموعہ تیار کیا، اور اس کا بنیادی مقصد احادیث کی جمع اور ترتیب کے ساتھ ساتھ فقہی احکام اور استنباط کرنا بھی تھا، انہوں نے احادیث سے فقہی احکام اخذ کیے اور ان کی تائید کے لیے آیات قرآنی کے ساتھ انہیں ابواب کے عناوین کے ساتھ پیش کر دیا، جسے تراجم الابواب کہا جاتا ہے، امام بخاری کی فقاہت کا اعتراف بے شمار ائمہ اور شراح حدیث نے کیا ہے، اور انہیں مجتہد مطلق مانا ہے، اور سبکی کا طبقات الشافعیہ میں ان کے ذکر کرنے کو پسند نہیں کیا ہے۔

امام بخاری اور نقد راویان حدیث: امام بخاری جرح و تعدیل کے حوالے سے معتدل اور منصف نقاد میں شمار کیے جاتے ہیں،[2] ان کی نقد میں بہت شائستگی اور ادب پایا جاتا ہے، وہ ایسی کوئی عبارت نہیں استعمال کرتے جس سے کسی کی عزت نفس مجروح ہو، جیسے کسی راوی کے جھوٹے ہونے کے باوجود اس کے لیے فرماتے ہیں: "فيه نظر"، "تركوه"، "سكتوا عنه"، سب سے شدید لفظ جو ان سے سنا گیا وہ "منكر الحديث" ہے،

۱- مبارك پوري: سيرة البخاري: حاشيه صدی ایڈیشن ص۲۱۹-۲۲۱

۲- الذهبي: ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل ص۱۵۹

وہ بہت کم "کذاب "، یا "وضاع" جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

اس معاملے میں اتنی احتیاط کرتے تھے کہ کسی راوی کے بارے میں ادنی سا بھی شک ہو تو اس سے روایت نہیں لیتے تھے اور ان سے منقول ہے: میں نے دس ہزار احادیث اس راوی سے ترک کردیں جس کے بارے میں (فیہ نظر) کہا ہے، اور اسی طرح دیگر راویوں سے اسی تعداد میں یا اس سے بھی زائد میں نے ترک کردیں، جن کے بارے میں میری (فیہ نظر) رائے ہے۔[1]

۷۔ الجوزجانی--------- (-- - ۲۵۹ھ)

نام: ابو اسحاق ابراہیم بن یعقوب السعدی الجوزجانی۔

جوزجانی محدثین کے نزدیک بلند پایہ محدث ہیں، دمشق تشریف لائے اور وہاں حدیث بیان کی[2]۔ اکثر ائمہ کرام نے ان کی تعریف کی ہے، ابن کثیر[3]، ابن عدی،[4] الخلال،[5] دار قطنی،[6] اور ابن حبان[7] نے ان کی خطابت اور حدیث کے لیے خدمات کا تذکرہ کیا ہے۔

جوزجانی پر ناصبی ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے، امام دار قطنی ان کی توثیق کے بعد کہتے ہیں: "لكن فيه انحراف عن علي". اجتمع على بابه أصحاب الحديث

---

1 ابو شهبة: أعلام المحدثين ص١٥٥

2 الحموي: معجم البلدان ١١/١٨٢

3 ابن كثير: البداية والنهاية ١١/٣١

4 ابن حجر: تهذيب التهذيب١/١٨٢، الذهبي: تذكرة الحفاظ ٢/٥٤٩

5 ابو يعلى الحنبلي : طبقات الحنابلة ١/٩٥

6 الحموي: معجم البلدان ٢/١٨٣

7 ابن حجر: تهذيب التهذيب ١/١٨٢

فأخرجت جارية له فروجة لتذبحها فلم تجد من يذبحها فقال سبحان الله فروجة لا يوجد من يذبحها وعلي يذبح في ضحوة نيفا وعشرين ألف مسلم.[1]

لیکن ان میں علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں انحراف پایا جاتا ہے، ان کے دروازے پر اصحاب حدیث جمع ہوئے، ایک لونڈی مرغی لائی ذبح کرنے کے لیے، لیکن کوئی ذبح کرنے والا نہ مل سکا، تو وہ کہنے لگے: سبحان اللہ! ایک مرغی ذبح کرنے والا نہیں ہے، جبکہ علی نے ایک پہر میں بیس ہزار سے زائد مسلمانوں کو ذبح کر دیا۔

ابن عدی[2] اور ابن حجر[3] نے بھی اس قسم کے خیالات نقل کیے ہیں، لیکن تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ الزام صحیح نہیں ہے، اور اس کے دلائل یہ ہیں:

۱۔ وہ امام احمد، ابن معین، ابن المدینی، ابو زرعہ، ابو حاتم، نسائی، ترمذی کے ہم عصر تھے اور امام احمد ان سے خط و کتابت کیا کرتے تھے، بعض ان کے شیوخ میں سے ہیں اور بعض ان کے تلامذہ میں سے ہیں، لیکن کسی نے بھی ان پر ناصبیت یا اور کسی قسم کا الزام نہیں لگایا، یہ ان کی براءت کی سب سے اہم دلیل ہے۔

۲۔ اس الزام کے حوالے سے دو روایتیں ملتی ہیں، ایک میں متہم راوی ہے، ابو عبد الرحمٰن السلمی جس پر وضع اور تصوف میں انحراف کا الزام ہے، اور دوسری روایت میں مجہول راوی ہے۔

۳۔ جوزجانی حدیث کے ائمہ میں نمایاں مقام رکھتے ہیں، جو اہل بدعت کے بارے میں شدید نفرت اور اہل حدیث سے شدید محبت رکھتے ہیں، ان جیسے غیور اور عالم سے کیسے توقع رکھی جا سکتی ہے کہ وہ خود صاحب بدعت ہو؟

۱۔ ابن حجر: تهذيب التهذيب (۱۸۲/۱)

۲۔ الذهبي: ميزان الاعتدال ۷٦/۱، ابن حجر: تهذيب التهذيب ۱۸۲/۱

۳۔ ابن حجر: هدي الساري ص ۳۹۰

جوزجانی نے اسی قسم کے اقوال ذکر کیے ہیں جیسے ان راویوں کے بارے میں دیگر نقاد نے ذکر کیے ہیں، تو صرف جوزجانی کو موردِ الزام ٹھہرانا کہاں کا انصاف ہے؟[1]

ان تمام امور کے باوجود جوزجانی کا شمار ائمہ حدیث میں ہوتا ہے، ان کا امام احمد سے بہت گہرا تعلق تھا، ابن حبان[2] اور ذہبی[3] نے انہیں حدیث اور جرح و تعدیل کا امام قرار دیا ہے۔

جوزجانی اور جرح و تعدیل: جوزجانی نے راویوں کو چار مراتب میں تقسیم کیا ہے، خصوصاً اہل بدعت کو، وہ کہتے ہیں:

میں ان کو مراتب اور مذاہب کے لحاظ سے بیان کرتا ہوں:

۱ حق سے منحرف، اپنی حدیث میں کذاب۔

۲۔ اپنی حدیث میں کذاب، بدعت کے بارے میں، میں نے نہیں سنا، جھوٹ ہی بدعت کے لیے کافی ہے۔

۳۔ حق سے منحرف، زبان کا سچا، لوگوں میں اس کی حدیث مشہور ہے، جبکہ وہ اپنی بدعت میں غالی ہے اور روایت میں قابل اعتبار۔

۴۔ اپنی حدیث میں ضعیف، دین دار شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ انفرادی طور پر اس کی حدیث سے حجت لے، سوائے اس کے کہ اس سے قوی راوی سے اس کی حدیث کی تقویت ہوتی ہو، تو اس کی روایت قابل اعتبار ہو گی[4]۔

۱- تفصیل کے لیے دیکھیے: کتاب الشجرۃ في احوال الرجال کا مقدمہ از ڈاکٹر عبدالعلیم عبدالعظیم بستوی ص ۴۱-۶۱

۲- ابن حبان: الثقات ۸/۸۱

۳- الذهبي: ميزان الاعتدال ۲/۷۵، الذهبي: ذكر من يعتمد قوله في الجرح و التعديل ص ۱۷۹

۴- الجوزجاني: الشجرة في أحوال الرجال ص ۷۱

اس تقسیم کے لحاظ سے پہلے اور دوسرے مراتب کے راوی ناقابل قبول ہیں، چوتھے مرتبے کے راوی تقویت کے ساتھ قبول کیے جاسکتے ہیں، تیسرے مرتبے کے راویوں کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جوزجانی کے ہاں مستعمل الفاظ جرح و تعدیل:

۱. کذب اور وضع پر دلالت کرنے والے الفاظ: قتل على ادعاء النبوة كافر بالله، كذاب، كذاب غير ثقة، كذاب شتام، كذاب مفتر، كذاب ساقط دجال كذاب، كان يكذب، كذبه فلان وغيره۔

۲. بغیر صراحت کے اتہام بالکذب اور نفی عدالت پر دلالت کرنے والے الفاظ: اتهم، اتهم في حديثه، غير ثقة، غير ثقة ولا مأمون، غير ثقة ولا من أوعية الأمانة، مذموم في حديثه غيرثقة، وغيره۔

۳. شدید ضعف پر دلالت کرنے والے الفاظ: متروك، ذاهب الحديث، ضعيف الحديث واه، واهي الحديث، سيء الحفظ، ساقط، ساقط متلون ترك حديثه فلا ينبعث، وغيره۔

۴. غیر شدید ضعف پر دلالت کرنے والے الفاظ: يضعف حديثه، ضعيف الحديث، يروي أحاديث ينكرها الناس، لا يحمد حديثه، غير محمود، لم يقنع الناس بحديثه، وغيره۔

۵. جہالت راوی پر دلالت کرنے والے الفاظ: غير معروف، جهدنا أن نعرف فلا نهتدي له، لايعرف و أحاديثه مقاربة من حديث أهل الصدق. السكوت عن حديثه أمثل اذ لم يعرف.

۶. بغیر مرتبہ ظاہر کیے ہوئے بدعت پر دلالت کرنے والے الفاظ: كان مختاريا، كان غاليا مفرطا، كان زائغا، مائل عن القصد روي عنه الثقات، سيئ

المذهب وقد جرى حديثه، مائل عن الطريق، مذموم المذهب، كان يرمى بالإرجاء وكان يخاصم، مفتر، مفتر زائغ وغيره.

۷۔ صدق وعدالت کے اشارے کے ساتھ بدعت پر دلالت کرنے والے الفاظ: كوفي المذهب، صدوق اللسان، كان صدوقا في حديثه على سوء مذهبه، كان مائلا عن الحق و لم يكن يكذب في الحديث، كان من أثبات الناس، كان من أثبت الناس، كان فاضلا يرمي بالإرجاء وغيره۔[1]

ضعیف راویوں کے بارے میں ان کی کتاب (الشجره في احوال الرجال) عبد العلیم بستوی اور صبحی بدری سامرائی کی تحقیق سے شائع ہو چکی ہے۔

۸۔ العجلی ------------ (۱۸۲-۲۶۱ھ)

نام: ابو الحسن احمد بن عبد اللہ بن صالح بن مسلم العجلی الکوفی، مقیم طرابلس الغرب۔[2] خطیب بغدادی کہتے ہیں: کوفہ سے تعلق تھا، بغداد میں پرورش پائی، بغداد، بصرہ، اور کوفہ میں حدیث کی تعلیم حاصل کی۔[3]

عجلی کہتے ہیں: میں نے ابوداود طیالسی کا قصد کیا، وہ میرے بصرہ پہنچنے سے ایک دن پہلے انتقال کر گئے۔[4] عجلی نے ۱۹۷ھ میں طلب حدیث کا سفر شروع کیا[5]، ۲۶۱ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔

۱۔ عبد العليم البستوي: مقدمة الشجرة في أحوال الرجال ص ۷۲ ۷۵

۲۔ الذهبي: سير أعلام النبلاء ۱۲/۵۰۵

۳۔ خطيب البغدادي: تاريخ بغداد ٤/٢١٤

۴۔ الذهبي: سير أعلام النبلاء ۱۲/۵۰۷

۵۔ خطيب البغدادي: تاريخ بغداد ٤/٢١٥

وہ حدیث اور جرح وتعدیل کے علوم میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے، عباس الدوری کہتے ہیں: ہم انہیں امام احمد اور ابن معین کے ہم پلہ سمجھتے تھے۔[1] ابو الحسن اللؤلؤی کہتے ہیں: میں نے مغرب اقصی میں اپنے اساتذہ سے سنا ہے: ہمارے ملک میں ابو الحسن احمد بن صالح عجلی کوفی جیسا شخص نہیں ہے، اور حدیث کے علم، حفظ واتقان میں ان جیسا عالم اس زمانے میں ملنا مشکل ہے۔[2]

یحیٰ بن معین سے ان کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا: ثقہ ابن ثقہ ابن ثقہ، ابو الولید کہتے ہیں: ابن معین نے یہ اس وقت کہا تھا جب وہ ان سے مغرب منتقل ہونے سے پہلے عراق میں متعارف ہوئے تھے اور یہ امام احمد کی ابتلاء کے ایام تھے۔[3]

خطیب بغدادی کہتے ہیں: احمد بن عبد اللہ عجلی، امام بخاری سے طلب حدیث میں متقدم اور عالی سند رکھتے ہیں، اور اہل مغرب کے نزدیک قدیم اور جدید میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہیں، کثرت حدیث میں مشہور تھے، کوفہ اور عراق میں حدیث کا علم حاصل کرنے کے بعد طرابلس الغرب منتقل ہو گئے۔[4]

ان کے مغرب اقصی منتقل ہو جانے کی وجہ سے ان کی حدیث مشرق میں معروف نہ ہو سکی، اسی لیے ذہبی کہتے ہیں: ان کی حدیث میں سے ہمارے پاس کچھ نہیں پہنچ سکا، اور میری رائے میں صرف حکایات کے علاوہ انہوں نے کچھ نہیں روایت کیا۔[5]

۱- الذهبي:تذكرة الحفاظ ٥٦١/٢

۲- خطيب البغدادي: تاريخ بغداد ٢١٥/٤

۳- خطيب البغدادي: تاريخ بغداد ٢١٥/٤

۴- مصدر سابق ٢١٥/٤

۵- الذهبي: تذكرة الحفاظ ٥٦١/٢

حافظ ذہبی نے جرح وتعدیل میں ان کی کتاب کا تذکرہ کیا ہے، اور اس کی تعریف کی ہے،[1] ابن العماد نے بھی انہیں صاحب الجرح والتعدیل، کے لقب سے ذکر کیا ہے،[2] ان کی کتاب "الثقات" مفقود ہے، لیکن ہیثمی کی ترتیب سے مطبوع موجود ہے۔

۹. مسلم --------------- (۲۰۴-۲۶۱ھ)

نام: مسلم بن الحجاج بن ورد بن کوشاذ القشیری،[3] علمی گھرانے میں ۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے۔[4]

انہوں نے ۲۱۸ھ میں طلب حدیث کا سفر شروع کیا،[5] اور اسی طلب کے لیے عراق، حجاز، شام، اور مصر کا سفر کیا،[6] امام بخاری جب نیشاپور آئے تو ان کے ساتھ رہے اور ان سے روایت لی۔[7]

۱- الذهبي: **تذكرة الحفاظ** ۲/۵۶۰-۵۶۱، الذهبي: **سير أعلام النبلاء** ۱۲/۵۰۶، الذهبي: **ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل** ص۱۷۹

۲- ابن العماد العكري الحنبلي: عبد الحيي بن أحمد بن محمد، أبو الفلاح (ف: ۱۰۸۹ھ) **شذرات الذهب في أخبار من ذهب** - تحقيق: محمود الأرناؤوط، تخريج أحاديث: عبد القادر الأرناؤوط ط/۱- دار ابن كثير، دمشق - بيروت، ۱۴۰۶ھ - ۱۹۸۶م ۲/۲۹۵

۳- ابن خلكان: **وفيات الأعيان** ۱۹۴/۴

۴- الذهبي: **تذكرة الحفاظ** ۲/۵۸۸، ابن كثير: **البداية والنهاية** ۱/۳۳۵-۳۴۰، ابن حجر: **تهذيب التهذيب** ۱۰/۱۲۷

۵- الذهبي: **سير أعلام النبلاء** ۱۲/۵۵۸

۶- خطيب البغدادي: **تاريخ بغداد** ۱۳/۱۰۰

۷- ابن خلكان: **وفيات الأعيان** ۵/۱۹۴، خطيب البغدادي: **تاريخ بغداد** ۱۳/۱۰۲

امام مسلم کو اللہ تعالیٰ نے ذہانت، حفظ اور علم سے نوازا تھا، احمد بن مسلمہ کہتے ہیں:
رَأَيْتُ أَبَا زُرْعَةَ وَأَبَا حَاتِمٍ يُقَدِّمَانِ مُسْلِمَ بْنَ الْحَجَّاجِ فِي مَعْرِفَةِ الصَّحِيحِ عَلَى مَشَايِخِ عَصْرِهِمَا.[1] میں نے ابوزرعۃ اور ابو حاتم کو دیکھا ہے کہ وہ صحیح حدیث کی معرفت میں مسلم بن الحجاج کو اپنے اساتذہ پر ترجیح دیتے تھے۔

ابن ابی حاتم کہتے ہیں: كتبت عنه بالری وكان ثقة من الحفاظ له معرفة بالحديث.[2] میں نے ان سے ری میں روایت لکھی تھی، اور وہ حفاظ حدیث میں ثقہ ہیں اور حدیث کا علم رکھتے ہیں۔

اسحاق بن منصور امام مسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں: لن نعدم الخير ما أبقاك الله للمسلمين.[3] جب تک اللہ تعالیٰ آپ کو مسلمانوں کے لیے سلامت رکھے گا، ہم خیر سے محروم نہیں ہوں گے۔

امام مسلم تاجر اور مال دار شخصیت تھے، اور اس کے ساتھ ساتھ حق گوئی میں بھی ان کا کوئی ثانی نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ امام بخاری کے مسالہ اللفظ بالقرآن میں امام مسلم نے ان کا بھرپور ساتھ دیا اور اس ابتلا و امتحان میں ان کے شانہ بشانہ کھڑے رہے۔[4] اس کے ساتھ ساتھ جب وہ دیکھتے ہیں کہ امام بخاری کا مسلک یہ ہے کہ وہ حدیث کی قبولیت کے لیے ملاقات کی شرط لگاتے ہیں اور معاصرت کو کافی نہیں سمجھتے تو اس کا سختی سے رد کیا۔[5]

۱- ابن كثير: **البداية والنهاية** دار الفكر ١٤٠٧ هـ ١٩٨٦ م ٣٣/١١

۲- ابن أبي حاتم: **الجرح والتعديل** ١٨٢/٨

۳- ابن حجر: **تهذيب التهذيب** ١٢٧/١٠

۴- تفصیل کے لیے دیکھیے: خطيب البغدادي: **تاريخ بغداد** ١٠٣/١٣، ابن خلكان: **وفيات الاعيان** ١٩٥/٥-١٩٦

۵- القشيري النسابوري: **مقدمة صحيح مسلم** ١٤٤/١، ١٢٥

امام ذہبی کہتے ہیں: ثُمَّ إن مسلماً - لحدَة فِي خلقه - انحرف أَيْضاً عَنِ البُخَارِيّ، وَلَمْ يَذْكُر لَهُ حَدِيْثاً، وَلاَ سَمَّاهُ فِي (صَحِيْحِهِ)، بَلِ افتَتَح الكِتَاب بِالحط عَلَى مَنْ اشترط اللُّقِي وَوبخ مِنِ اشترط ذَلِكَ.وَإِنَّمَا يَقُوْلُ ذَلِكَ أَبُوعَبْدِاللهِ البُخَارِيّ، وَشَيْخه عَلِيّ بن المَدِيْنِيّ، وَهُوَ الأَصوب الأَقْوَى۔[1]

اس کے بعد امام مسلم اپنی حدت طبع کی وجہ سے امام بخاری سے بھی دور ہو گئے، اور ان کی کوئی روایت ذکر نہیں کی اور نہ ہی ان کا نام اپنی کتاب میں لیا، بلکہ کتاب کی ابتدا ان لوگوں کی تردید سے کی جو ملاقات کی شرط لگاتے ہیں، اور سختی سے اس کا انکار کیا اور یہ شرط امام بخاری اور ان کے شیخ علی ابن المدینی کا منہج ہے، اور یہی زیادہ صحیح اور قوی مسلک ہے۔

امام مسلم کا شمار جرح و تعدیل کے بلند پایہ ائمہ کرام میں ہوتا ہے، ذہبی نے انہیں ائمہ نقاد کے پانچویں طبقہ میں ذکر کیا ہے۔[2]

امام مسلم کی تصنیفات:

۱. الجامع الصحيح.

۲. كتاب الانتفاع بجلود السباع .

۳. الطبقات مختصر.

۴. الكنى مختصر.

۵. مسند حديث مالك.

۶. قيل إنه صنف مسندا كبيرا على الصحابة لم يتم.

۱- الذهبي:سير أعلام النبلاء ۱۲/۵۷۳

۲- الذهبي:ذكر من يعتمد قوله في الجرح و التعديل ص ۱۸۰

٧. التميز (وقد طبع ما وجد منه)،

٨. المنفردات والوحدان(وهو مطبوع)،

٩. أوهام المحدثين،

١٠. أولاد الصحابة،

١١. أوهام الشاميين، وغيرها.

١٠. ابو زرعہ الرازی----------- (٢٠٠ - ٢٦٤ھ)

نام: عبید اللہ بن عبد الکریم بن یزید بن فروخ القرشی مولاہم، الرازی۔[١]

• انہوں نے اپنا علمی سفر تیرہ سال کی عمر میں شروع کیا، اور دوسری مرتبہ وطن سے نکلے تو چودہ سال کے بعد واپس آئے۔[٢] حافظ ذہبی کہتے ہیں: ابو زرعہ نے حجاز، شام، مصر، عراق، جزیرہ، اور خراسان کا سفر کیا اور اتنا کچھ لکھا جس کا شمار ممکن نہیں ہے۔[٣]

اللہ تعالی نے ابو زرعہ کو بے مثال یاد داشت سے نوازا تھا، ذہبی کہتے ہیں: وہ حفظ، ذہانت، دینداری، اخلاص، اور علم و عمل میں زمانے میں یکتا تھے۔[٤] اسی طرح ابو یعلی موصلی[٥] اور یحییٰ بن مندہ[٦] نے ان کے حفظ واتقان کی تعریف کی ہے۔

١- الذهبي:تذكرة الحفاظ ٥٥٧/٢

٢- الذهبي:سير أعلام النبلاء ٧٧/١٣-٧٨، ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح و التعديل ص ٣٤٠

٣- الذهبي:سير أعلام النبلاء ٦٦/١٣

٤- الذهبي:تذكرة الحفاظ ٥٥٧/٢

٥- ابن رجب: شرح علل الترمذي ٢٢٣/١

٦- مصدر سابق ٢٢٣/١

ابو زرعہ اسماء الرجال اور علل حدیث کے علوم میں بہت گہرا علم رکھتے تھے، اعلائے کلمۃ الحق اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں کسی قسم کی مداہنت کے قائل نہیں تھے، اہل الری کے ساتھ ان کے اس قسم کے معرکے ہوتے رہتے تھے، جب اہل الری ان سے ناراض ہوئے تو ان پر باتیں بنانے لگے، ابو حاتم کہتے ہیں: اہل ری یا کسی اور کو ابو زرعہ سے نفرت کرتے دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ اہل بدعت میں سے ہے۔[1]

امام ابو زرعہ کا اصل میدان اسماء الرجال کا علم اور ان پر حکم ہے، اور اس علم کے حوالے سے تمام اہل علم نے ان کی تعریف کی ہے، ابو حاتم کہتے ہیں: "الذي كان يعرف صحيح الحديث وسقيمه، وعنده تمييز ذلك، ويحسن علل الحديث أحمد بن حنبل، ويحيى بن معين، وعلي بن المديني، وبعدهم أبو زرعة كان يحسن ذلك."[2] جو لوگ صحیح اور ضعیف حدیث کا علم، ان کا فرق اور علل حدیث کو اچھی طرح جانتے ہیں، ان میں احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، اور علی بن المدینی شامل ہیں، اور ان کے بعد ابو زرعہ اس فن میں طاق تھے۔ مزید ان کے بارے میں فرماتے ہیں: ذهب الذي كان يحسن هذا، وما بقي بمصر ولا بالعراق أحد يحسن هذا.[3] جو یہ علم جانتا تھا وہ جا چکا، اب مصر میں نہ عراق میں کوئی ایسا شخص باقی رہا ہے جو اس علم کو اچھی طرح جانتا ہو۔

۱- خطيب البغدادي: **تاريخ بغداد** ۳۲۹/۱۰، ابن حجر: **تهذيب التهذيب** ۳۲/۷

۲- ابن رجب: **شرح علل الترمذي** ۲۲۳/۱

۳- ابن أبي حاتم: **مقدمة الجرح و التعديل** ص ۳۵٦

ان کی علمی شخصیت کو مانتے ہوئے ان کے اقوال کو سب نے قبول کیا ہے، ان میں ابوبکر بن ابی شیبہ شامل ہیں، ان کی احادیث میں ستر مقامات پر تصحیح کی[1] اسی طرح محمد بن مسلم،[2] ابو عمر الحوضی[3] اور امام احمد[4] نے اعتراف کیا ہے.

ابن ابی حاتم نے اہل ری کے چوتھے طبقہ میں،[5] ابن عدی[6] اور ذہبی[7] نے اپنی کتابوں میں انہیں نقاد ائمہ میں شمار کیا ہے، ان کے تمام اقوال ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب الجرح والتعدیل میں نقل کیے ہیں.

حافظ ذہبی ان کی علم رجال میں مہارت کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں: يُعْجِبُنِي كَثِيراً كَلاَمَ أَبِي زُرْعَةَ فِي الجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ، يَبِيْنُ عَلَيْهِ الوَرَعُ وَالمَخْبَرَةُ، بِخِلاَفِ رَفِيْقِهِ أَبِي حَاتِمٍ، فَإِنَّهُ جَرَّاحٌ.[8] جرح و تعدیل میں مجھے ابوزرعہ کا کلام بہت پسند ہے، اس سے تقوی اور معرفت کا اظہار ہوتا ہے، ان کے بر خلاف ان کے ساتھی ابو حاتم واقعی جراح ہیں.

ان کی کتاب "الضعفاء و المتروكين" عمرو بن سعيد البرذعی کی روایت سے مطبوع ہے.

۱- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح والتعديل ص۳۳۸

۲- مصدر سابق ص۳۳۷

۳- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح والتعديل ص۳۳٦، ۳۳۷

۴- خطيب البغدادي: تاريخ بغداد ۱۰/۳۲٦، ۳۲۷

۵- ابن أبي حاتم: الجرح والتعديل ۱/۳۲۷

٦- ابن عدي :مقدمة الكامل ص۲۱۲

۷- الذهبي:ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل ص۱۵۹

۸- الذهبي:سير أعلام النبلاء ۱۳/۸۱

۱۱. ابو داود ------------ (۲۰۲-۲۷۵ھ)

نام: سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران، ابو داود سیستانی۔[1]

بچپن سے طلب علم میں مشغول ہوگئے، اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، مختلف مراکز علم کا سفر کیا، ابن الجوزی کہتے ہیں: "وہ ان میں سے ہیں جنہوں نے علم کے لیے سفر کیا، حدیث جمع کی اور تالیف وتصنیف میں مشغول ہو گئے، اور عراق، خراسان، شام اور بصرہ کے علما سے علم حاصل کیا۔[2]

امام ابو داود کو اللہ تعالی نے علم حدیث میں بلند پایہ مقام عطا فرمایا، یہاں تک کہا جاتا تھا: ابو داود کے لیے حدیث اس طرح آسان کر دی گئی ہے، جیسے داود علیہ السلام کے لیے لوہا نرم کر دیا گیا تھا۔[3]

امام ابو داود کا شمار علم الرجال میں نقاد ائمہ میں سے ہوتا ہے، ذہبی،[4] سخاوی[5] اور ابن حبان[6] نے انہیں نقاد میں ذکر کیا ہے۔ جرح و تعدیل میں ابو داود نے کوئی مستقل تصنیف نہیں چھوڑی، ان سے کیے گئے سوالات کے جوابات کی صورت میں ان کے اقوال آجری کی کتاب **سوالات الآجري عن ابي داود** میں مذکور ہیں، اس سے ان کی اس فن میں مہارت اور رسوخ کا اظہار ہوتا ہے، اہل علم ان کے اقوال کی معرفت کے لیے اسی کتاب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

۱۔ خطیب البغدادي: **تاريخ بغداد** ۹/۵۵، الذهبي: **سير أعلام النبلاء** ۱۳/۲۰۳

۲۔ ابن الجوزي: **المنتظم** ۵/۹۷، ابن كثير: **البداية و النهاية** ۱۱/۵۵

۳۔ السبكي: **طبقات الشافعية** ۲/۲۹۳

۴۔ الذهبي: **ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل** ص۱۷۹

۵۔ السخاوي: **الإعلان بالتوبيخ** ص ۱۶۵

۶۔ ابن حبان: **المجروحين** ۱/۵۷

امام ابو داود کا منہج نقد:

۱. **علمی امانت:** امام ابو داود مکمل امانت اور دیانت کے ساتھ راوی کے بارے میں تمام معلومات مالہ وما علیہ بیان کردیتے ہیں، اور صرف راوی کے عیوب پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس کی وجوہات بھی بیان کرتے ہیں، آجری نے عمرو بن ثابت کے بارے سوال کیا تو فرمایا: **كان رجل سوء، قال: هناد ولم أصل عليه، قال: لما مات النبي ﷺ كفر الناس الا خمسة وجعل أبو داود يذمه،**[1] بہت برا شخص تھا، ہناد کہتے ہیں: میں نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی، اس نے کہا تھا: جب نبی کریم ﷺ کا انتقال ہوا تھا سوائے پانچ کے تمام لوگ مرتد ہوگئے تھے، اور ابوداود نے اس کی مذمت شروع کردی. اسی طرح ایوب بن عائذ کے بارے میں اس کی توثیق بیان کرنے کے بعد اس کا عقیدہ بھی بیان کردیا: **ثقة الا أنه مرجيء البكاي.**[2]

اسی طرح پوری دیانت سے بتادیتے ہیں کہ وہ اس راوی کے بارے میں نہیں جانتے اور **لا أدري** کہہ دیتے ہیں، مثلاً: عرفجۃ العمی کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: **لا أعرفه،**[3] سالم المرادی کے بارے میں کہا: **ليس لي به علم،**[4] علاء بن خالد کے بارے میں کہا: **ما عندي من علمه شيء أرجو أن يكون ثقة،**[5] ان سے سوال کیا گیا کہ کیا

۱- الآجري: محمد بن الحسين بن عبد الله، أبو بكر الآجري **سؤالات أبي عبيد الآجري أبا داود سليمان بن الاشعث السجستاني** ط/۱ ۔ مكتبه دار الاستقامه مكه المكرمه ، مؤسسة الريان للطباعه والنشر والتوزيع بيروت- لبنان ۱٤۱۸ھ/ ۱۹۹۷ م ص:۲۱۲

۲- الآجري: **سؤالات الآجري** ص: ۱۵٤

۳- الآجري: **سؤالات الآجري** ص: ۳۱٦

۴- الآجري: **سؤالات الآجري** ص: ۱۰٤

۵- الآجري: **سؤالات الآجري** ص: ۱۵۹

عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے؟ تو فرمایا: قد روى ولا أدري يصح أم لا؟[1] یہ روایت کیا گیا ہے لیکن مجھے نہیں معلوم صحیح ہے یا غلط؟

۲. علمی جرات: امام ابو داود پوری جرات سے راویوں کے عیوب بیان کرتے تھے، اس لیے کہ اصل مقصد حدیث کی حفاظت ہے نہ کہ کسی کی تشہیر یا عیب جوئی، مثلاً: علی بن الجعد کے بارے میں کہتے ہیں: وسم بميسم سوء،[2] برائی کے عیب سے مشہور ہے، ریاح بن عمرو کے بارے میں کہا: كان رجل سوء،[3] برا شخص تھا، حسن بن ذکوان کے بارے میں کہا: كان قدريا قلت زعم قوم أنه كان فاضلا جدا قال ما بلغني عنه فضل كان صديقا لأبي جعفر الخليفة،[4] فرقہ قدریہ سے تعلق تھا، میں نے کہا: لوگ کہتے ہیں: بہت فاضل آدمی تھا، فرمایا: مجھ تک اس کے فضل کے بارے میں کوئی بات نہیں پہنچی، وہ ابو جعفر خلیفہ کا دوست تھا.

۳. اہل بدعت کے بارے میں امام ابو داود کا موقف دیگر محدثین کے مطابق ہے، وہ بھی مشروط طور پر ان سے روایت نقل کرتے ہیں.

امام ابو داود کی تصانیف:

۱. كتاب السنن.

۲. كتاب المراسيل.

۳. كتاب مسائل ابی داود للامام أحمد في الرواة.

۱- الآجري: سؤالات الآجري ص: ۱۹۳

۲- الآجري: سؤالات الآجري ص: ۲٥٤

۳- الآجري: سؤالات الآجري ص: ۳۲۱

۴- الآجري: سؤالات الآجري ص: ۲٦٥

۴. كتاب مسائل ابی داود للامام أحمد في الفقه.

۵. كتاب السؤالات.

۶. كتاب البعث و النشور.

۷. كتاب تسمية الإخوة الذين روي عنهم الحديث.

۸. الناسخ و المنسوخ.

۹. مسند مالك.

۱۰. دلائل النبوة.

۱۱. كتاب أصحاب الشعبي.

۱۲. كتاب الرد على أهل القدر.[1]

۱۴. ابو حاتم الرازی------------(۱۹۵-۲۷۷ھ)

نام: محمد بن ادریس بن المنذر بن داود بن مہران الغطفانی الحنظلی، ابو حاتم الرازی۔[2]

بچپن ہی سے طلب علم کے شیدائی تھے، ۲۰۹ھ میں جبکہ وہ چودہ سال کے تھے حدیث کی سماعت اور کتابت کا آغاز کر دیا تھا،[3] طلب حدیث کا سفر بیس سال کی عمر میں شروع کیا،[4] اور سات سال تک مختلف علمی مراکز کا طواف کرتے رہے، وہ فرماتے ہیں:

أول سنة خرجت في طلب الحديث أقمت سبع سنين أحصيت ما مشيت على قدمي زيادة على ألف فرسخ: لم أزل أحصى حتى لما زاد على ألف

۱- د.قاسم العمري: مقدمة كتاب سؤالات الآجري

۲- السبكي :طبقات الشافعية ۲/۲۰۷، الذهبي:سير أعلام النبلاء ۱۳/۲٤۷

۳- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح والتعديل ص۳٦٦

۴- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح و التعديل ص۳٦۰

فرسخ ترکته،[1] پہلے سال جب میں طلب حدیث کے لیے نکلا تو سات سال اسی حالت میں گذارے، میں نے اپنے پیدل سفر کا حساب کیا تو وہ ایک ہزار فرسخ سے زیادہ تھا، اسی طرح میں گنتا رہا جب ایک ہزار فرسخ سے زائد ہو گیا تو میں نے ترک کر دیا، حافظ ذہبی کہتے ہیں:

وہ علم کے سمندروں میں سے تھے، کثرت سے سفر کرنے والے، متن اور اسناد کے ماہر، حدیث جمع کی، تصنیف وتالیف میں مصروف رہے، جرح وتعدیل کا فریضہ ادا کیا، احادیث کی صحت اور علت بیان کی۔[2]

امام ابو حاتم حفظ واتقان، اسماء رجال اور علل حدیث کے علم میں حد انتہا کو پہنچ چکے تھے، وہ صرف ایک نظر ڈال کر حدیث کا حکم بیان کر دیتے تھے، ان کے صاحب زادے عبدالرحمٰن نے اس کی کئی مثالیں بیان کی ہیں۔[3] وہ کہا کرتے تھے: نحن رزقنا علما لا يتهيأ لنا أن نخبرك كيف علمنا بأن هذا الحديث كذب وهذا حديث منكر إلا بما نعرفه.[4] ہمیں اللہ نے وہ علم دیا ہے، جس کے بارے میں ہم نہیں بتا سکتے کہ کیسے پکھا کہ یہ حدیث جھوٹ ہے اور وہ حدیث منکر ہے، مگر جو ہم جانتے ہیں۔

ابو زرعہ اور ابو حاتم دونوں گہرے دوست تھے، اور ہر ایک اپنے ساتھی کا مرتبہ و مقام جانتا تھا، ابو حاتم کہتے ہیں: جرى بيني وبين أبي زرعة يوما تمييز الحديث ومعرفته فجعل يذكر أحاديث ويذكر عللها، وكذلك كنت أذكر أحاديث خطا وعللها وخطأ الشيوخ، فقال لي: يا أبا حاتم قل من يفهم هذا، ما أعز هذا، إذا رفعت هذا من واحد واثنين فما أقل من تجد من يحسن هذا، وربما أشك

---

1 ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح والتعديل ص۳۵۹

2 الذهبي: سير أعلام النبلاء ۱۳/۲۴۷

3 ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح والتعديل ص۳۴۹،۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲

4 ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح والتعديل ص۳۵۱

في شئ أو يتخالجني شئ في حديث فإلى أن ألتقي معك لا أجد من يشفيني منه. قال أبي: وكذلك كان أمري.[1] میرے اور ابوزرعہ کے درمیان حدیث کی معرفت اور حکم کے بارے میں بات چیت ہوئی تو وہ احادیث اور ان کی علل بیان کرنے لگے، اور میں بھی احادیث میں غلطیاں، علل اور شیوخ کی غلطیوں کا تذکرہ کرنے لگا، ابوزرعہ کہنے لگے: ابوحاتم! بہت کم لوگ ہیں جو یہ فن سمجھتے ہیں، کتنا نادر فن ہے یہ! اگر ایک یا دو سے اسے ہٹادوں تو کتنے لوگ ہیں جو اسے صحیح طور پر سمجھ سکتے ہوں، اگر مجھے کسی چیز میں شک ہوتا ہے یا کسی حدیث کے بارے میں تردد ہوتا ہے تو جب تک تم سے مل نہ لوں میری تشفی نہیں ہوتی، ابن ابی حاتم کہتے ہیں: میرے والد نے کہا: میری بھی یہی کیفیت ہے۔

ان کے صاحب زادے عبد الرحمٰن نے ان کی رجال کے بارے میں تمام آرا اپنی کتاب "الجرح و التعديل" میں جمع کردی ہیں، ابوحاتم کا شمار طبقہ اولی کے نقاد میں ہوتا ہے، امام ذہبی کہتے ہیں: ابوحاتم ان نقاد میں سے ہیں جنہوں نے اکثر راویوں کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ متشدد بھی ہیں۔[2]

حافظ ذہبی ابوزرعہ کی تعریف کرتے ہوئے ابوحاتم کے بارے میں کہتے ہیں: يُعْجِبُنِي كَثِيراً كَلَامَ أَبِي زُرْعَةَ فِي الجَرْحِ وَالتَّعْدِيلِ، يَبِيْنُ عَلَيْهِ الوَرَعُ وَالمَخْبَرَةُ. بِخِلاَفِ رَفِيْقِهِ أَبِي حَاتِمٍ، فَإِنَّهُ جَرَّاحٌ.[3] جرح و تعدیل میں مجھے ابوزرعہ کا کلام بہت پسند ہے، اس سے تقوی اور معرفت کا اظہار ہوتا ہے، ان کے برخلاف ان کے ساتھی ابوحاتم واقعی جراح ہیں۔ مزید فرماتے ہیں: إِذَا وَثَّقَ أَبُو حَاتِمٍ رَجُلاً فَتَمَسَّكْ بِقَوْلِهِ. فَإِنَّهُ لاَ يُوَثِّقُ إِلاَّ رَجُلاً صَحِيْحَ الحَدِيْثِ، وَإِذَا لَيَّنَ رَجُلاً، أَوْ قَالَ فِيْهِ: لاَ يُحْتَجُّ

۱- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح والتعديل ص۳۵٦

۲- الذهبي: ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل ص۱۵۹

۳- الذهبي: سير أعلام النبلاء ۸۱/۱۳

بہ. فَتوَقَّفْ حَتَّى تَرَى مَا قَالَ غَيْرُهُ فِيهِ، فَإِنْ وَثَّقَهُ أَحَدٌ، فَلاَ تَبْنِ عَلَى تَجْرِيْحِ أَبِي حَاتِمٍ، فَإِنَّهُ مُتَعَنِّتٌ فِي الرِّجَالِ، قَدْ قَالَ فِي طَائِفَةٍ مِنْ رِجَالِ (الصِّحَاحِ): لَيْسَ بِحُجَّةٍ، لَيْسَ بِقَوِيٍّ، أَوْ نَحْو ذَلِكَ.[1] اگر ابو حاتم کسی راوی کی توثیق کریں تو ان کے قول کو پکڑ لو اس لیے کہ وہ صحیح روایت والے راوی کو ہی ثقہ قرار دیتے ہیں، اور اگر کسی راوی کو ضعیف قرار دیتے ہیں یا کہتے ہیں :لا یحتج به، تو رک جاؤ جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ دوسرے علما نے کیا کہا ہے، اگر کسی اور نے اسے ثقہ کہا ہے تو ابو حاتم کی تجریح پر اعتماد مت کرو، اس لئے کہ وہ رجال کے بارے میں بہت متشدد ہیں، انہوں نے صحاح کے بعض راویوں کے بارے میں (لیس بحجة)، (لیس بقوي) جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں.

حافظ ابن حجر نے بھی اس پہلو کی طرف اشارہ کیا ہے،[2] اس تمام تشدد اور سختی کے باوصف ان کی آرا علما کے نزدیک قابل احترام رہی ہیں.

۱۳. الفسوی------------ (-- - ۲۷۷ھ)

نام : یعقوب بن سفیان بن جوان، ابو یوسف بن ابی معاویہ الفارسی الفسوی[3] فسا میں پیدائش ہوئی، بچپن میں طلب علم کا آغاز کیا، اس کے بعد علمی اسفار شروع کیے، ذہبی،[4] ابن کثیر[5] اور امام حاکم[6] نے ان کے رحلات کا تذکرہ کیا ہے.

---

۱ الذهبي:سير أعلام النبلاء ۸۱/۱۳

۲ ابن حجر: هدي الساري ص٤٦٣،٤٦٢

۳ ابن أبي حاتم: الجرح والتعديل ۲۰۸/۹

۴ الذهبي:سير أعلام النبلاء ۱۸۰/۱۳

۵ ابن كثير:البداية والنهاية ۵۹/۱۱

۶ ابن حجر: تهذيب التهذيب ۳۸٦/۱۱

فسوی نے اپنی تاریخ میں ان علاقوں کا تذکرہ کیا ہے، جہاں جہاں سے وہ سیر و سیاحت کے دوران گذرے، وہ لکھتے ہیں: انہوں نے ۱۹۳ھ میں حج کیا اور کوفہ سے گذرے،[1] ۲۱۷ھ میں مکہ سے مصر گئے،[2] وہاں سے شام کا سفر کیا، ۲۲۹ھ میں فلسطین گئے، ۲۳۰ھ میں بصرہ، کوفہ اور مکہ کا سفر کیا، اور پھر فارس واپس آ گئے۔[3]

اللہ تعالی نے فسوی کو علم حدیث اور علم رجال کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا، ابوزرعہ،[4] ابو حاتم[5] اور ابن العماد[6] نے علم رجال میں ان کی مہارت کی تعریف کی ہے۔

فسوی ان علما میں سے ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تشیع کی طرف مائل ہیں، ابن اثیر[7] اور ابن کثیر[8] نے ذکر کیا ہے، ذہبی[9] اور ابن کثیر[10] نے اس بات کی نفی کی ہے۔

فسوی کا شمار ائمہ جرح و تعدیل میں سے ہوتا ہے، ان کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے ایک ہزار سے زائد اساتذہ سے حدیث لکھی تھی جو سب ثقہ تھے۔[11]

۱- الفسوي: المعرفة والتاريخ ۱/۱۸۳

۲- مصدر سابق ۱/۲۰۱-۲۰۲

۳- مصدر سابق ۱/۲۰۱، ۲۰۴، ۲۱۱، ۲۱۳

۴- الذهبي: تذكرة الحفاظ ۲/۵۸۳

۵- ابن حجر: تهذيب التهذيب ۱۱/۳۸۷

۶- ابن العماد: شذرات الذهب ۲/۱۷۱

۷- ابن عدي: الكامل ۷/۴۴۰

۸- ابن كثير: البداية والنهاية ۱۱/۶۰

۹- الذهبي: سير أعلام النبلاء ۱۳/۱۸۲، ۱۸۳

۱۰- ابن كثير: البداية والنهاية ۱۱/۶۰

۱۱- الذهبي: سير أعلام النبلاء ۱۳/۱۸۱، ابن كثير: البداية والنهاية ۱۱/۵۹

ابو زرعہ دمشقی کی روایت کے مطابق یحییٰ بن معین اپنی کتاب تاریخ میں ان کی کتاب سے نقل کرتے تھے۔[1]

حافظ ابن حجر نے زید بن وہب کے تذکرہ میں فسوی کو متشدد قرار دیا ہے،[2] حافظ ذہبی مذکورہ راوی کے حوالے سے کہتے ہیں: من أجلة التابعين وثقاتهم.ومتفق على الاحتجاج به إلا ما كان من يعقوب الفسوي فإنه قال– في تاريخه: في حديثه خلل كثير، ولم يصب الفسوي.

ثم إنه ساق من روايته قول عمر: يا حذيفة، بالله أنا من المنافقين؟ قال: وهذا محال، أخاف أن يكون كذبا.

قال: ومما يستدل به على ضعف حديثه روايته عن حذيفة: إن خرج الدجال تبعه من كان يحب عثمان.

ومن خلل روايته قوله: حدثنا – والله – أبو ذر بالربذة، قال: كنت مع النبي ﷺ فاستقبلنا أحد [الحديث].

فهذا الذي استنكره الفسوي من حديثه ما سبق إليه، ولو فتحنا هذه الوساوس علينا لرددنا كثير من السنن الثابتة بالوهم الفاسد.[3] وہ جلیل القدر اور ثقہ تابعی ہیں، سب کے نزدیک قابل اعتماد ہیں، سوائے یعقوب فسوی کے، وہ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: اس راوی کی حدیث میں بہت خلل ہے، ذہبی کہتے ہیں: فسوی کی یہ بات غلط ہے، اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں: اے حذیفہ! تمہیں اللہ کا

۱- ابن حجر: تهذيب التهذيب ۳۸٦/۱۱

۲- ابن حجر: هدي الساري ص٤٦٢

۳- الذهبي: ميزان الاعتدال ۱۰۷/۲

واسطہ، کیا میں منافق ہوں؟ فسوی کہتے ہیں: یہ ناممکن ہے، یہ جھوٹ ہو سکتا ہے، اس کے بعد ذہبی فسوی کی روایات نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: یہ وہ روایات ہیں جنہیں فسوی نے منکر قرار دیا ہے، اگر ہم اس طرح وہم کی بنیاد پر حکم لگانے لگے تو بے شمار روایات کو رد کرنا پڑے گا.

یہ اقوال فسوی کے تشدد اور سخت موقف کی دلیل ہیں، فسوی کی کتاب (المعرفہ و التاریخ) مطبوع موجود ہے.

۱۴۔ الترمذی---------- (۲۰۹-۲۷۹ھ)

نام: ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن الضحاک السلمی البوغی الترمذی الضریر[۱]، کہا جاتا ہے کہ وہ نابینا پیدا ہوئے تھے.[۲] طلب حدیث سے تعلیم کی ابتدا کی، مختلف مراکز علم کا سفر کیا، خراسان، عراق اور حجاز کے علما سے حدیث سنی،[۳] امام بخاری سے وابستہ ہو گئے اور اپنی تعلیم مکمل کی.

امام ترمذی بے مثال حافظہ رکھتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے اپنے شیخ کو اسی مجلس میں سنی ہوئی چالیس احادیث بغیر کسی غلطی کے سنا دیں،[۴] امام بخاری ان کی مہارت اور علمی صلاحیت کی تعریف کرتے ہوئے کہتے تھے: میں نے تم سے جتنا فائدہ اٹھایا اتنا تم نے نہیں اٹھایا.[۵]

۱- ابن حجر: تهذيب التهذيب ۳۸۷/۹

۲- ابن کثیر: البداية و النهاية ۶۶/۱۱

۳- ابن حجر: تهذيب التهذيب ۳۸۷/۹

۴- الذهبي: تذكرة الحفاظ ۶۳۵/۲

۵- ابن حجر: تهذيب التهذيب ۳۸۹/۹

امام ترمذی نے جرح وتعدیل کے فن میں کوئی مخصوص کتاب تالیف نہیں کی، لیکن اپنی الجامع میں بہت سے راویوں کا ذکر کیا ہے، تجریح و تعدیل کے حوالے سے احکام بیان کیے، ائمہ کرام نے انہیں نقاد میں شمار کیا ہے لیکن انہیں احادیث کی تصحیح اور تضعیف، اور راویوں کے حکم میں متساہل قرار دیا جاتا ہے۔[1]

مؤلفات:

۱. الجامع الصحيح.

۲. كتاب الشمائل النبويه.

۳. كتاب العلل.

۴. كتاب التاريخ.

۵. كتاب الزهد.

۶. كتاب الاسماء و الكنى.

۱۵. ابن خراش---------- (-- -۲۸۳ھ)

نام: ابو محمد عبد الرحمٰن بن یوسف بن سعید بن خراش المروزی البغدادی۔[2] حفظ و اتقان اور علمی رحلات میں مشہور ہیں، خطیب بغدادی کہتے ہیں: ان کا شمار ان محدثین میں ہوتا ہے جنہوں نے عراق، شام، مصر اور خراسان کا سفر کیا اور حدیث جمع کی۔[3]

۱- الذهبي: ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل ص١٥٩

۲- الذهبي: تذكرة الحفاظ ٢/٦٨٤ الذهبي: سير أعلام النبلاء ١٣/٥٠٨

۳- خطيب البغدادي: تاريخ بغداد ١٠/٢٨٠

ابن خراش نے طلب علم میں سخت مشقت اٹھائی، وہ کہتے ہیں: طلب حدیث میں پانچ مرتبہ مجھے اپنا پیشاب پینا پڑا،[1] اکثر محدثین نے ان کے حفظ اور علم رجال میں مہارت کا اعتراف کیا ہے، جیسا کہ ابو نعیم بن عدی[2] اور ذہبی[3] نے ذکر کیا ہے.

ابن خراش پر رافضیت اور شیعیت کی وجہ سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے

ابْنَ عُقْدَة يَقُوْلُ: كَانَ ابْنُ خِرَاش عِنْدنَا إِذَا كتب شَيْئاً فِي التَّشَيُّع يَقُوْلُ: هَذَا لاَ ينفق إِلاَّ عِنْدِي وَعِنْدَك.[4] ابن عقدہ (شیعہ عالم) کہتے ہیں: اگر ابن خراش ہمارے پاس تشیع کے بارے میں کچھ لکھتے تو کہتے: یہ صرف میرے اور تمہارے کام آئے گا.

عبدَان يَقُوْلُ: حمل ابْن خِرَاش إِلَى بُنْدَار عِنْدنَا جُزْءين صنَّفهما فِي مثَالب الشَّيخين، فَأَجَازَهُ بِأَلفِي دِرْهَم، بَنَى لَهُ بِهَا حُجْرَة بِبَغْدَادَ لِيحدِّث فِيْهَا، فَمَاتَ حِيْنَ فرغ مِنْهَا.[5] عبدان کہتے ہیں: ابن خراش دو جزو شیخین کے مثالب (عیوب) میں لکھ کر بندار کے پاس لے گئے اور دو ہزار میں بیچ کر بغداد میں گھر بنایا لیکن رہنا نصیب نہ ہوا.

۱- خطيب البغدادي: **تاريخ بغداد** ۲۸۰/۱۰، ابن الجوزي :**المنتظم** ۱٦٤/٥، الذهبي:**تذكرة الحفاظ** ٦٨٤/٢، ابن العماد:**شذرات الذهب** ١٨٤/٢، ابن كثير: **البداية والنهاية** ٧٤/١١

۲- الذهبي:**تذكرة الحفاظ** ٦٨٤/٢، الذهبي: **سير أعلام النبلاء** ٥٠٩/١٣

۳- الذهبي:**تذكرة الحفاظ** ٦٨٤/٢، الذهبي:**سير أعلام النبلاء** ٥٠٨/١٣

۴- الذهبي:**تذكرة الحفاظ** ٦٨٥/٢، الذهبي:**سير أعلام النبلاء** ٥٠٩/١٣

۵- الذهبي:**تذكرة الحفاظ** ٦٨٥/٢، الذهبي:**سير أعلام النبلاء** ٥٠٩/١٣

وَقَالَ أَبُو زُرْعَةَ مُحَمَّد بن يُوْسُفَ الحَافِظ: خَرَّجَ ابْن خِرَاش مثالب الشَّيخين، وَكَانَ رَافِضِياً.[1] ابو زرعہ محمد بن یوسف کہتے ہیں: ابن خراش نے شیخین کے مثالب جمع کیے وہ رافضی تھے۔

وَقَالَ ابْنُ عَدِيّ: قَدْ ذُكر بِشَيْءٍ مِن التَّشَيُّع، وَأَرْجُو أَنَّهُ لاَ يتعمَّد الْكَذِب.[2] ابن عدی کہتے ہیں: ان کے بارے میں تشیع کا ذکر کیا گیا ہے، میں امید کرتا ہوں کہ وہ عمداً جھوٹ نہیں بولتے ہوں گے۔

عبدَان يَقُوْلُ: قُلْتُ لابْن خِرَاش حَدِيْث: (مَا تركنَا صدقَة) ، فَقَالَ: بَاطِل، أَتَّهم مَالِك بن أوس. قَالَ عَبْدَان: وَقَدْ حَدَّثَ بِمرَاسِيل وَصلهَا، وَموَاقيف رفعهَا.[3] عبدان کہتے ہیں: میں نے ابن خراش سے حدیث: ماترکناہ صدقہ کے بارے میں پوچھا: تو انہوں نے کہا: باطل ہے، مالک بن اوس کو متہم قرار دیا. عبدان کہتے ہیں: مرسل روایت کو انہوں نے موصول کردیا، موقوف روایات کو مرفوع کردیا.

قال الذهبي: هَذَا مُعَثَّر مَخْذُول، كَانَ علمه وَبَالاً، وَسعيه ضلاَلاً نَعُوذ بِاللهِ مِنَ الشَّقَاء.[4] حافظ ذہبی کہتے ہیں: یہ خطاکار، برباد شخص ہے، اس کا علم وبال، اس کی محنت برباد، اللہ کی پناہ اس بدبختی سے.

۱- خطيب البغدادي: تاريخ بغداد ۲۸۱/۱۰

۲- الذهبي:تذكرة الحفاظ ۶۸۵/۲، الذهبي:سير أعلام النبلاء ۵۰۹/۱۳

۳- الذهبي:تذكرة الحفاظ ۶۸۵/۲، الذهبي:سير أعلام النبلاء ۵۱۰/۱۳

۴- الذهبي:سير أعلام النبلاء ۵۱۰/۱۳

ان تمام بدعات کے باوجود ابن خراش کا شمار نقاد میں کیا جاتا ہے اور خود ذہبی نے لکھا: "الحافظ البارع الناقد"[1] حافظ ابن حجر اعتقادی اختلافات کی وجہ سے نقد کے بارے میں کہتے ہیں: ویلتحق به عبد الرحمن بن یوسف بن خراش المحدث الحافظ فإنه من غلاة الشیعة بل نسب الی الرفض فسیاتي في جرحه لأهل الشام للعداوة البینة في الاعتقاد.[2] اور اس سے متصل محدث حافظ عبدالرحمٰن بن یوسف بن خراش کا معاملہ ہے، اس لیے کہ وہ غالی شیعہ ہیں بلکہ رافضیت کی طرف منسوب ہیں، اعتقادی دشمنی کی وجہ سے ابن خراش کی اہل شام کی تجریح کا ذکر آئندہ آئے گا۔ محدثین کے طریق کار کے مطابق صاحب بدعت اپنی بدعت کا خود ذمہ دار ہے، جہاں تک اس کی جرح و تعدیل کا تعلق ہے تو اگر تعصب سے پاک ہو تو محدثین کے نزدیک قابل قبول ہے۔

۱- الذهبي: سیر أعلام النبلاء ۱۳/۵۰۸

۲- ابن حجر: لسان المیزان ۱/۱٦

چوتھی صدی ہجری کے بعض نقاد جرح و تعدیل

اس صدی کے مشہور نقاد:

۱. النسائی---------------------------(۲۱۵ - ۳۰۳ھ)

۲. الساجی---------------------------(... - ۳۰۷ھ)

۳. ابن خزیمہ---------------------------(۲۲۳ - ۳۱۱ھ)

۴. العقیلی---------------------------(... - ۳۲۲ھ)

۵. ابن ابی حاتم---------------------------(۲۴۰ - ۳۲۷ھ)

۶. ابن عدی---------------------------(۲۷۷ - ۳۶۵ھ)

۷. ابو احمد الحاکم---------------------------(... - ۳۷۸ھ)

۸. ابن شاہین---------------------------(۲۹۷ - ۳۸۵ھ)

۹. الدارقطنی---------------------------(۳۰۶ - ۳۸۵ھ)

۱۰. الازدی---------------------------(... - ۳۹۴ھ)

۱۔ النسائی-----------------(۲۱۵۔ ۳۰۳ھ)

نام: ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار الخراسانی القاضی، سنن کے مصنف۔[1] بچپن میں طلب علم کا آغاز کیا، پندرہ سال کی عمر میں علمی سفر شروع کیا،[2] اپنے سفر میں خراسان، حجاز، مصر، عراق، جزیرہ، شام کی سیر وسیاحت کی[3] اور علم حاصل کیا، مصر کے مقام زقاق القنادیل کو اپنا مستقر بنالیا۔

امام نسائی بلند پایہ عالم اور حدیث ورجال کے بارے میں وسیع معرفت رکھتے تھے، امام دارقطنی،[4] ابوالحسین بن مظفر،[5] طحاوی،[6] ابن السبکی[7] اور ذہبی[8] نے ان کے علم، تقوی اور حفظ واتقان کی تعریف کی ہے۔

امام نسائی میں کچھ تشیع اور علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین معاویہ اور عمرو رضی اللہ عنہما کے بارے میں انحراف پایا جاتا ہے جیسا کہ ذہبی نے ذکر کیا ہے،[9] امام دارقطنی فرماتے ہیں:

۱۔ الذهبي:تذكرة الحفاظ ٦٩٨/٢

۲۔ الذهبي:تذكرة الحفاظ ٦٩٨/٢، السبكي :طبقات الشافعية ١٥/٣

۳۔ الذهبي:سير أعلام النبلاء ١٢٧/١٤

۴۔ الذهبي:سير أعلام النبلاء ١٣٣/١٤، ابن كثير:البداية والنهاية ١٢٤/١١

۵۔ ابن كثير:البداية والنهاية ١٢٣/١١، ابن حجر: تهذيب التهذيب ٣٧/١ ٣٨

۶۔ ابن عدي: مقدمة الكامل ص٢٢٢

۷۔ السبكي :طبقات الشافعية ١٦/٣

۸۔ الذهبي:سير أعلام النبلاء ١٣٣/١٤، ابن حجر: تهذيب التهذيب ٣٩/١

۹۔ الذهبي:سير أعلام النبلاء ١٣٣/١٤

رملہ میں ایک مناظرہ کے نتیجے میں مارپیٹ ہوئی جس میں امام نسائی زخمی ہو گئے تو انھوں نے کہا کہ مجھے مکہ لے چلو، اسی حالت میں مکہ لے گئے جہاں ان کا انتقال ہو گیا۔[1]

امام نسائی کا شمار ائمہ جرح وتعدیل میں ہوتا ہے، ابن الصلاح[2] اور ذہبی[3] نے ذکر کیا ہے، ان کی کتاب (الضعفاء و المتروکین) اس فن میں ان کی مہارت کی دلیل ہے، ان کا شمار متشدد نقاد میں ہوتا ہے، ابن طاہر کہتے ہیں: سَأَلْتُ سَعْدَ بنَ عَلِيِّ الزَّنْجَانِيَّ عَنْ رَجُلٍ، فَوثَقَهُ.فَقُلْتُ: قَدْ ضَعَّفَهُ النَّسَائِيُّ. فَقَالَ: يَا بُنَيَّ! إِنَّ لأَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ شَرْطاً فِي الرِّجَالِ أَشَدَّ مِنْ شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ. قال الذهبي: صَدَقَ فَإِنَّهُ لَيَّنَ جَمَاعَةً مِنْ رِجَالِ صَحِيْحَي الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ. میں نے سعد بن علی زنجانی سے کسی راوی کے بارے میں سوال کیا، تو انھوں نے ثقہ قرار دیا، میں نے کہا: نسائی نے تو اسے ضعیف قرار دیا ہے، تو انھوں نے فرمایا: میرے بچے! ابو عبد الرحمٰن کی رجال کے بارے میں شرط بخاری اور مسلم سے بھی زیادہ سخت ہے، امام ذہبی کہتے ہیں: انھوں نے سچ کہا، امام نسائی نے تو بخاری اور مسلم کے بعض راویوں کو ضعیف قرار دیا ہے۔

امام نسائی نے تو صحیحین کے بعض راویوں کی روایات لینے سے اجتناب کیا ہے، اسی لیے حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں بعض راویوں کے حوالے سے انہیں متعنت اور متشدد قرار دیا ہے۔[4]

۱- ابن کثیر: البداية والنهاية ۱۱/۱۲٤

۲- ابن الصلاح: مقدمة ص ٤٤٠

۳- الذهبي: ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل ص ۱۸۵

۴- ابن حجر: هدي الساري ص ۳۸۷

۲. الساجی--------------------(... - ۳۰۷ھ)

نام: زکریا بن یحییٰ بن عبد الرحمٰن بن بحر بن عدی بن عبد الرحمٰن الضبی البصری الساجی.[1]
طلب علم کے لیے کوفہ، مصر اور حجاز کا سفر کیا.[2]

علم حدیث اور نقد رجال میں بلند پایہ مقام رکھتے تھے، ذہبی[3]، ابن السبکی[4]، ابن ابی حاتم[5] اور ابن حجر نے ان کی علمی مہارت اور ثقاہت کی تعریف کی ہے، ذہبی نے ان کا شمار ائمہ نقد میں کیا ہے.[6]

امام ساجی کی کتاب الضعفاء کا تذکرہ ملتا ہے[7]، جبکہ اصل کتاب مفقود ہے، ابو الفتح الازدی جیسے ضعیف راویوں کے بارے میں تصنیف کرنے والوں نے اس کتاب سے خوب فائدہ اٹھایا ہے، حافظ ابن حجر، اسماعیل بن ابراہیم اور جعد بن ابراہیم کے تراجم میں لکھتے ہیں: ازدی نے ان کی تضعیف میں ساجی کی اتباع کی ہے[8]، ان کی کتاب علل الحدیث کے بارے میں ہے جس سے ان کی مہارت اور اس فن میں رسوخ کا اندازہ ہوتا ہے.[9]

۱- السبكي :طبقات الشافعية ۲۹۹/۳، الذهبي:تذكرة الحفاظ ۷۰۹/۲

۲- السبكي :طبقات الشافعية ۲۹۹/۳

۳- الذهبي:تذكرة الحفاظ ۷۰۹/۲، الذهبي:ميزان الاعتدال ۷۹/۲

۴- السبكي :طبقات الشافعية ۲۹۹/۳

۵- ابن أبي حاتم: الجرح والتعديل ۶۰۱/۳

۶- الذهبي:ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل ص۱۸۹

۷- ابن خير: الفهرست ص۲۱۱، ابن حجر: هدي الساري ص۳۹۵

۸- ابن حجر: هدي الساري ص ۳۹۰، ۳۹۵

۹- خطيب البغدادي: تاريخ بغداد ۳۴۰/۱، السبكي :طبقات الشافعية ۳۰۰/۳، ابن حجر: لسان الميزان ۴۸۸/۲

ساجی راویوں کی تضعیف میں بہت متشدد ہیں، وہ معمولی باتوں پر ضعف کا حکم لگا دیتے ہیں، حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب "هدي الساري مقدمة فتح الباري " میں کئی مواضع پر لکھا ہے: ساجی نے بعض راویوں کے بارے میں بغیر دلیل کے کلام کیا ہے[1]، جس میں بخاری کے رجال بھی شامل ہیں۔

نوے سال کی عمر میں ۳۰۷ھ میں انتقال ہوا۔[2]

۳. ابن خزیمہ ------------ (۲۲۳ - ۳۱۱ھ)

نام: محمد بن اسحاق بن خزیمہ بن المغیرۃ بن صالح بن بکر[3]، نیشاپور میں ولادت ہوئی، صغر سنی میں طلب حدیث کی طرف متوجہ ہوئے[4] اور سفر کا ارادہ کیا، اور امام قتیبہ سے حدیث سننے کی خواہش کا اظہار کیا تو ان کے والد نے کہا: پہلے قرآن حفظ کرو پھر اجازت دوں گا، تو انہوں نے قرآن حفظ کیا، تو ان کے والد نے کہا: جب تک تراویح میں قرآن نہ سنالو، تو میں نے وہ بھی کر ڈالا، اس کے بعد اجازت ملی، تو میں نے مرو کا سفر کیا اور وہاں محمد بن ہشام سے سنا اور وہیں امام قتیبہ کے انتقال کی خبر سنی۔[5]

امام ابن خزیمہ نے علمی سفر جاری رکھا اور مختلف علمی مراکز سے علم حاصل کرتے رہے، ری، بغداد، بصرہ، کوفہ، شام، جزیرہ، مصر اور واسط کا سفر کیا۔[6]

۱- ابن حجر: هدي الساري ص۳۹۵، ٤٦١، ٤٦٢، ٤٦٣

۲- الذهبي: تذكرة الحفاظ ۷۱۰/۲

۳- الذهبي: سير أعلام النبلاء ۳٦٥/۱٤

۴- السبكي: طبقات الشافعية ۱۱۰/۳

۵- الذهبي: تذكرة الحفاظ ۱۱۰/۲

۶- البداية والنهاية ۱٤۹/۱۱، طبقات الشافعية ۱۱۰/۳

امام ابن خزیمہ اپنے علم اور حفظ و اتقان کی وجہ سے اہل علم کے ہاں بلند مقام رکھتے تھے، مزنی[1]، الربیع بن سلیمان،[2] ابن ابی حاتم،[3] اور ابن حبان[4] نے ان کی تعریف کی ہے۔

امام ابن خزیمہ کا شمار مجتہد ائمہ میں سے ہوتا ہے، ابو اسحاق شیرازی،[5] حاکم،[6] سبکی، ابن کثیر[7] اور ذہبی[8] نے ان کی امامت کا اعتراف کیا ہے۔

امام ابن خزیمہ جرح و تعدیل کے امام تھے، ذہبی[9] اور سخاوی[10] نے انہیں نقاد میں ذکر کیا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں: وَقَدْ كَانَ هَذَا الإِمَامُ جِهْبِذاً، بَصِيراً بِالرِّجَالِ، فَقَالَ – فِيْمَا رَوَاهُ عَنْهُ أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بنُ جَعْفَر – شَيْخُ الحَاكِمِ: لَسْتُ أَحتَجُّ بِشَهْرِ بنِ حَوْشَبٍ، وَلاَ بِحَرِيْزِ بنِ عُثْمَانَ لِمَذْهَبِهِ، وَلاَ بِعَبْدِ اللهِ بنِ عُمرَ، وَلاَ بِبَقِيَّةَ، وَلاَ بِمُقَاتِلِ بنِ حَيَّانَ. وَلاَ بِأَشْعَثَ بنِ سَوَّارٍ، وَلاَ بِعَلِيِّ بنِ جُدْعَانَ لِسُوْءِ حفظِه، وَلاَ بِعَاصِمِ بنِ عُبَيْدِ اللهِ، وَلاَ بِابْنِ عَقِيْلٍ، وَلاَ بِيَزِيْدَ بنِ أَبِي زِيَادٍ، وَلاَ بِمُجَالِدٍ، وَلاَ بِحَجَّاجِ بنِ أَرْطَاةَ ...ثُمَّ سَمَّى خَلقاً دُوْنَ هَؤُلاَءِ فِي العَدَالَةِ، فَإِنَّ المَذْكُوْرِينَ

۱- السبكي :طبقات الشافعية ۱۱۳/۳

۲- السبكي :طبقات الشافعية ۱۱۲/۳

۳- الذهبي:تذكرة الحفاظ ۱۱۰/۲

۴- ابن حبان البستي: المجروحين ۹۳/۱

۵- ابن كثير :البداية والنهاية ۱٤۹/۱۱

٦- السبكي :طبقات الشافعية ۱۳۰/۲

۷- ابن كثير :البداية والنهاية ۱٤۹/۱۱

۸- الذهبي:سير أعلام النبلاء ۳٦٥/۱٤، الذهبي:تذكرة الحفاظ ۷۲۱/۲

۹- الذهبي:ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل ص۲۰۲

۱۰- السخاوي :الإعلان بالتوبيخ ص۱٦٥

احتَجَّ بِهِم غَيرُ وَاحِدٍ.[1] یہ امام فن رجال میں ماہر اور عالم تھے، ان سے ابو بکر محمد بن جعفر شیخ الحاکم روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: میں شہر بن حوشب، حریز بن عثمان، عبداللہ بن عمر، بقیۃ، مقاتل بن عبیداللہ، ابن عقیل، یزید بن ابی زناد، مجالد، حجاج بن ارطاۃ سے روایت نہیں کرتا، اور اس کے بعد ان سے کمتر راویوں کا ذکر کیا، جبکہ ان سے ایک سے زائد محدثین نے روایت کی ہے۔

اس بات سے واضح ہوتا ہے کہ امام ابن خزیمہ نے نقد میں اعتدال سے کام نہیں لیا، اور یہی حال ان کے شاگرد ابن حبان کا ہے۔

امام ابن خزیمہ نواسی سال کی عمر میں ۳۱۱ھ میں انتقال ہوا۔

۴. العقیلی ----------------- (... ۳۲۲ھ)

نام: ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ بن حماد،[2] العقیلی المکی۔

ان کا شمار ان محدثین میں ہوتا ہے جو حفظ اور وسعت علم میں شہرت رکھتے ہیں، حرمین میں سکونت پذیر تھے۔ ذہبی[3]، ابو الحسن القطان[4]، اور مسلمہ بن قاسم[5] نے ان کی علم حدیث میں امامت اور رسوخ کا اعتراف کیا ہے۔

۱- الذهبي: سير أعلام النبلاء ١٤/٣٧٣

۲- الذهبي: تذكرة الحفاظ ٣/٨٣٣، محمد بن احمد الحسنى الفاسى المكى، **العقد الثمين** ٢/٢٤٤

۳- الذهبي: تذكرة الحفاظ ٣/٨٣٣

۴- ابن العماد: شذرات الذهب ٢/٢٩٦

۵- الذهبي: تذكرة الحفاظ ٣/٨٣٣-٨٣٤

عقیلی کا شمار ائمہ جرح و تعدیل میں ہوتا ہے، ان کی کتاب الضعفاء ضعیف راویوں کی معرفت میں اہم کتاب ہے[1]، ذہبی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے،[2]

عقیلی کے بارے میں معروف ہے کہ وہ تجریح میں متشدد ہیں، وہ اپنی کتاب میں ہر اس راوی کا ذکر کرتے ہیں جس کے بارے میں کلام پایا جاتا ہے، بغیر اس فرق کے وہ کلام ضبط کے حوالے سے ہے یا عدالت کی وجہ سے، بعض حفاظ حدیث کو انہوں نے ضعیف قرار دیا ہے، اس لیے کہ انہوں نے فتنہ خلق قرآن کی حمایت کی تھی یا اس کو بدعت سے متہم کرتے ہیں، امام ذہبی نے عقیلی پر کئی مواضع پر شدید تنقید کی ہے[3]، حافظ ابن حجر نے بھی ان راویوں کا ذکر کیا ہے جنہیں عقیلی نے معمولی اسباب کی بناپر ضعیف قرار دیا ہے[4]، اور بعض جگہوں پر بغیر دلیل کے کلام کرنے کا، اور بعض مواضع پر شدت اختیار کرنے کا الزام لگایا ہے۔[5]

ان امور کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ جہاں عقیلی نے شدت اختیار کی ہو وہاں ان کے اقوال کو بغیر تاکید اور دوسروں کے اقوال سے تقابل کیے بغیر قبول نہ کیا جائے۔

۵. ابن ابی حاتم----------(۲۴۰ - ۳۲۷ھ)

نام. ابو محمد عبد الرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس بن المنذر بن داود بن مہران التمیمی الحنظلی الرازی۔[6]

۱- الذهبي: ميزان الاعتدال ۱/ ۲

۲- الذهبي: ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل ص ۲۰۵

۳- الذهبي: ميزان الاعتدال ۳/ ۱۳۸، ۱٤۰ ۱٤۱

٤- ابن حجر: هدي الساري ص ۳۸۹، ٤۲۳، ٤٤٥

۵- ابن حجر: هدي الساري ص٤٦٤، ٤٦۱

٦- الذهبي: سير أعلام النبلاء ۱۳/ ۲٦۳

بچپن میں طلب علم کا آغاز کیا، والد کی ہدایت کے مطابق فضل بن شاذان الرازی سے قرآن کی تعلیم حاصل کی[1]، اس کے بعد والد کے ساتھ طلب حدیث کی طرف متوجہ ہوئے، ۲۵۵ھ میں ان کے ساتھ حج کیا[2]، حجاز، مصر، عراق، جبال اور جزیرہ[3] کا سفر کیا[4]

ابن ابی حاتم مصر میں اپنے قیام کے بارے میں کہتے ہیں: ہم مصر میں سات ماہ رہے، اس دوران سالن نہیں چکھا، دن میں ہم شیوخ کے چکر لگاتے تھے، رات میں لکھتے اور تقابل کرتے تھے، ایک دن میں اور میرا ایک ساتھی شیخ کے پاس گئے تو وہ اس دن بیمار تھے، ہم نے بازار میں ایک مچھلی دیکھی، ہمیں پسند آئی تو ہم نے خرید لی، گھر پہنچے تو ایک اور شیخ کے ہاں جانے کا وقت ہو چکا تھا، ہم وہاں چلے گئے اور مچھلی تین دن تک ویسے ہی پڑی رہی، اور سوکھنے کے قریب ہو گئی، تو ہم نے اسے کچا ہی کھا لیا بھوننے کا موقعہ نہیں مل سکا، پھر کہتے ہیں: جسم کے آرام کے ساتھ علم حاصل نہیں کیا جا سکتا۔[5] یہی وجہ ہے کہ ابن ابی حاتم نے وہ کچھ جمع کیا جو دوسرے نہ جمع کر سکے۔

خلیلی کہتے ہیں: أَخَذَ عِلْمَ أَبِيهِ، وَأَبِي زُرْعَةَ، وَكَانَ بَحْرًا فِي الْعُلُومِ وَمَعْرِفَةِ الرِّجَالِ وَالْحَدِيثِ الصَّحِيحِ مِنَ السَّقِيمِ، وَلَهُ مِنَ التَّصَانِيفِ مَا هُوَ أَشْهَرُ مِنْ أَنْ يُوصَفَ فِي الْفِقْهِ، وَالتَّوَارِيخِ، وَاخْتِلَافِ الصَّحَابَةِ، وَالتَّابِعِينَ، وَعُلَمَاءِ الْأَمْصَارِ،

۱- السبكي :طبقات الشافعية ۳/۳۲۵

۲- ابن أبي حاتم: مقدمة الجرح والتعديل ص ۳٦۱

۳- جزیرہ سے مراد دجلہ اور فرات کا درمیانی علاقہ ہے، جو ربیعہ اور مضر قبائل کا موطن ہے۔ (المسالک والممالک للکرخی ص۵۲)

۴- السبكي . طبقات الشافعية ۳/۳۲٤

۵- الذهبي:تذكرة الحفاظ ۳/۸۳۰

وَكَانَ زَاهِدًا يُعَدُّ مِنَ الْأَبْدَالِ۔[1] اپنے والد اور ابو زرعہ کا علم حاصل کیا، وہ علوم، فن رجال، صحیح اور ضعیف احادیث کے علم میں بحر بے کراں تھے، انہوں نے فقہ، تاریخ، صحابہ اور تابعین کے اختلاف اور علمائے امصار کے بارے میں بے مثال تصانیف تحریر کی ہیں۔

علامہ سبکی کہتے ہیں: من مصنفاته تَفْسِير فی أَربع مجلدات عامته آثار مُسندَة وَكتاب الْجرْح وَالتَّعْدِيل الْمَشْهُور فی عدَّة مجلدات وَكتاب الرَّد على الْجَهْمِية وَكتاب الْعِلَل وَكتاب مَنَاقِب الشافعي.[2]

ان کی تصانیف میں چار مجلدات میں تفسیر جس کی اکثر روایات سند سے بیان کی گئی ہیں، مشہور کتاب الجرح والتعدیل کئی مجلدات میں، کتاب الرد علی الجہمیہ، کتاب العلل اور کتاب مناقب الشافعی شامل ہیں۔

یحییٰ بن مندۃ کہتے ہیں: صنف ابْن أبی حَاتِم الْمسند فی ألف جُزْء وَكتاب الزّهْد وَكتاب الكنى والفوائد الْكَبِير وفوائد الرازيين وَكتاب تقدمة الْجرْح وَالتَّعْدِيل وَأَشْيَاء.[3]

ابن ابی حاتم نے مسند ایک ہزار جزو میں تصنیف کی، اس کے علاوہ کتاب الزہد، کتاب الکنی، الفوائد الکبیر، فوائد الرازیین اور مقدمہ الجرح والتعدیل وغیرہ تصنیف کیں۔

بلاشبہ امام ابن ابی حاتم کا شمار نقاد محدثین کے بلند پایہ علما میں سے ہوتا ہے، ان کی کتاب الجرح والتعدیل نقاد محدثین کے اقوال کا بہترین مجموعہ ہے، مقدمہ میں فرماتے ہیں: وقصدنا بحكايتنا الجرح والتعديل في كتابنا هذا إلى العارفين به

١- ابو يعلي الخليلي :الإرشاد في معرفة علماء الحديث٢/٦٨٣

٢- السبكي :طبقات الشافعية ٣/٣٢٥

٣- السبكي :طبقات الشافعية ٣/٣٢٥

العالمين له متأخرا بعد متقدم إلى أن انتهت بنا الحكاية إلى أبي وأبي زرعة رحمهما الله ولم نحك عن قوم قد تكلموا في ذلك لقلة معرفتهم به، ونسبنا كل حكاية إلى حاكيها والجواب إلى صاحبه، ونظرنا في اختلاف أقوال الأئمة في المسئولين عنهم فحذفنا تناقض قول كل واحد منهم والحقنا بكل مسئول عنه ما لاق به واشبهه من جوابهم.

على أنا قد ذكرنا أسامي كثيرة مهملة من الجرح والتعديل كتبناها ليشتمل الكتاب على كل من روى عنه العلم رجاء وجود الجرح والتعديل فيهم فنحن ملحقوها بهم من بعد إن شاء الله تعالى.

وخرجنا الأسامي كلها على حروف المعجم وتأليفها وخرجنا ما كثر منها في الحرف الواحد على المعجم أيضا في أسماء آبائهم ليسهل على الطالب إصابة ما يريد منها ويتجه لموضع الحاجة إليها ان شاء الله تعالى.[1] ہم نے اس کتاب میں ان علما کے اقوال جرح و تعدیل جمع کرنے کا ارادہ کیا ہے جو اس کا مکمل علم و معرفت رکھتے ہیں، قدیم علما سے لے کر عصر حاضر تک، یہاں تک کہ میں نے اپنے والد اور ابو زرعہ کے اقوال جمع کیے، ان لوگوں کے اقوال نہیں لیے جو اس کا کافی علم نہیں رکھتے، ہر قول اور جواب کو اس کے قائل کی طرف منسوب کیا ہے، اگر ائمہ کے اقوال یا جوابات میں اختلاف پایا گیا ہے تو ہم نے تناقض کو حذف کر کے ہر جواب دینے والے کا قول اور قریب ترین جواب اس کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

ہم نے ایسے تمام نام بھی شامل کر دیے ہیں، جو جرح و تعدیل میں مہمل سمجھے جاتے ہیں، تاکہ یہ کتاب ان تمام ناموں پر مشتمل ہو جن سے علم نقل کیا گیا ہے اور ان کے بارے میں اقوال مل سکتے ہیں، ہم ان شاء اللہ ان ناموں کو بھی بعد میں شامل کر دیں گے۔

۱- ابن أبي حاتم: **الجرح والتعديل** ۲/۳۸

تمام نام حروف معجم کی ترتیب مرتب کیے گئے ہیں، یکساں ناموں کی کثرت کی صورت میں انہیں ان کے آبا کے ناموں کی ترتیب پر مرتب کر دیا گیا، تاکہ طالب علم صحیح نام اور مطلوبہ جگہ تک آسانی سے پہنچ سکے ان شاء اللہ تعالی.

اس کتاب میں ابن ابی حاتم نے امام بخاری کی کتاب التاریخ الکبیر پر اعتماد کیا ہے اس میں اضافہ کرکے مزید مفید بنادیا ہے، یہی وجہ ہے اس کتاب سے علما مستغنی نہیں ہو سکتے، امام مزی،[1] ذہبی[2] اور ابن کثیر[3] نے کتاب کی بہت تعریف کی ہے اور اپنی کتب میں اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے.

یہ کتاب ان علما کی کاوشوں کا خلاصہ ہے جنہوں نے اپنی عمریں اس فن کی خدمت میں لگادیں، اور اہل علم کا اس پر اعتماد کا ایک مظہر یہ ہے کہ ذہبی اپنی کتاب میزان الاعتدال میں جب کسی راوی کے بارے میں (فلان مجهول) کہتے ہیں، اور کسی کی طرف منسوب نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ابو حاتم کا قول ہے، وہ کہتے ہیں: ثم اعلم أن كل من أقول فيه مجهول ولا أسنده إلى قائل فإن ذلك هو قول أبي حاتم فيه.[4]

٦. ابن عدی-------------(٢٧٧ - ٣٦٥ھ)

نام: عبداللہ بن عدی بن عبداللہ بن محمد بن مبارک الجرجانی، ابو احمد، اپنے وطن میں ابن القطان اور محدثین کے ہاں ابن عدی کے لقب سے معروف تھے.

١- د. بشار عواد: مقدمة تهذيب الكمال ١/١٥٢

٢- الذهبي: تذكرة الحفاظ ٣/٨٣٠

٣- ابن كثير: البداية و النهاية ١١/١٦١

٤- الذهبي: ميزان الاعتدال ١/٦

اپنے وطن میں ۲۹۰ھ میں حدیث کی سماعت شروع کی، ۲۹۷ھ میں طلب علم کے لیے سفر شروع کیا، اس سفر میں شام اور مصر کا دورہ کیا،[1] ذہبی کہتے ہیں: ابن عدی نے حرمین، مصر، شام، عراق، خراسان، اور جبال[2] کے علما سے سنا، لمبی عمر پائی اور ان کی سند عالی قرار پائی۔[3]

ابن عدی نے علم رجال، علل حدیث اور طرق حدیث میں بلند پایہ مقام حاصل کیا، اور ان کا شمار جرح وتعدیل کے ائمہ میں سے ہوتا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں: كَانَ لَا يعرف الْعَرَبِيَّة مَعَ عجمة فِيهِ وَأما فِي الْعِلَل وَالرِّجَال فحافظ لَا يجارى.[4] وہ اعجمیت کے ساتھ عربی زبان سے پوری طرح واقف نہیں تھے، جہاں تک علل اور رجال کا تعلق ہے اس میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا، ذہبی نے انہیں امام بخاری کی طرح منصف اور معتدل نقاد میں شمار کیا ہے۔[5]

ابن عدی نے اپنی کتاب الکامل میں راوی کی احادیث کے تتبع اور اس کی ایک، ایک حدیث کی جانچ پڑتال کے بعد اس کے بارے میں رائے کا اظہار کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ رجال کے بارے میں ان کے احکام نہایت متوازن اور معتدل ہوتے ہیں۔

۱- السبكي :طبقات الشافعية ٣/٣١٥

۲- جبال سے مراد وہ علاقہ ہے جس میں کئی شہر شامل ہیں، جن میں ہمدان، دینور، اصفہان اور قم جیسے بڑے شہر اور قاشان، نہاوند، اللور، کرج اور برج جیسے چھوٹے شہر شامل ہیں۔ (المسالك والممالك للكرخي ص۱۱۵)

۳- الذهبي:سير أعلام النبلاء ١٦/١٥٤

۴- السبكي :طبقات الشافعية ٣/٣١٦

۵- الذهبي:ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل ص١٥٩

ائمہ حدیث نے ان کی کتاب کی بہت تعریف کی ہے، سہمی،[1] ذہبی[2] اور سبکی[3] نے بھرپور انداز میں اس کے محاسن بیان کیے ہیں.

ابن عدی کی کتاب پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے بہت سے ثقہ راویوں کا ذکر کیا ہے جبکہ کتاب، ضعفاکے بارے میں ہے، اس کی وجہ ہے کہ انہوں نے کتاب میں التزام کیا ہے کہ ہر اس راوی کا ذکر کریں گے جس کے بارے میں کلام پایا جاتا ہے، وہ مقدمہ میں کہتے ہیں: وَذَاكِرٌ فِي كِتَابِي هَذَا كُلَّ مَنْ ذُكِرَ بضربٍ مِنَ الضَّعْفِ، ومَنِ اُخْتُلِفَ فيهم. فَجَرَّحَهُ الْبَعْضُ وَعَدَّلَهُ الْبَعْضُ الآخرُ،[4] میں اپنی کتاب میں ہر اس راوی کا ذکر کروں گا جسے ضعف کی کسی بھی قسم سے معیوب کیا گیا ہو، اور جن میں اختلاف پایا گیا ہو، بعض نے تجریح کی ہو اور بعض نے تعدیل.

وہ صرف ثقہ راویوں کا ذکر ہی نہیں کرتے بلکہ جو ان پر کیچڑ اچھالتا ہے اس کا بھی جواب دیتے ہیں، ذہبی کہتے ہیں: يذكُرُ فِي (الكَامِلِ) كُلَّ مَنْ تُكُلِّمَ فِيْهِ بِأَدنَى شَيْءٍ لَو كَانَ مِنْ رِجَالِ (الصَّحِيْحَيْنِ) ، وَلَكِنَّهُ يَنْتصرُ لَهُ إِذَا أَمكنَ،[5] وہ کامل میں ہر اس راوی کا ذکر کرتے ہیں جس میں ذرا سا بھی کلام کیا گیا ہو چاہے وہ صحیحین کا راوی کیوں نہ ہو، لیکن ممکن ہو تو وہ اس کا دفاع بھی کرتے ہیں.

امام سخاوی ان کی کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ اس سے پہلے تصنیف شدہ کتابوں میں سب سے کامل اور بہترین کتاب ہے، لیکن ہر قسم کے راویوں کا تذکرہ کرکے

۱- السبكي :طبقات الشافعية ۳/۳۱٦

۲- الذهبي:ميزان الاعتدال ۱/ ۲ ، الذهبي:تذكرة الحفاظ ۳/۹٤۱

۳- السبكي :طبقات الشافعية ۳/۳۱۵

۴- ابن عدي: مقدمة الكامل ص۱۸

۵- الذهبي:سير أعلام النبلاء ۱٦/۱۵۵

توسع کیا ہے چاہے وہ ثقہ ہی کیوں نہ ہو، اس کے باوجود ناقص لوگوں کے تذکرے کو کامل کیسے کہا جا سکتا ہے؟[1]

۷۔ ابو احمد الحاکم ------------ (... - ۳۷۸ھ)

نام: محمد بن محمد بن احمد بن اسحاق النیسابوری الکرابیسی، الحاکم الکبیر۔

بیس سال سے زائد عمر میں طلب علم کا آغاز کیا،[2] علمی سیاحت میں مشغول ہو گئے، شام، عراق، جزیرہ، حجاز، خراسان اور جبال کے علما سے حدیث سنی۔[3]

امام ابو احمد حاکم حفظ و اتقان میں بلند پایہ مقام رکھتے تھے، علمی مشغولیات کے ساتھ ساتھ کئی سال قضا کے منصب پر گذارے، نوح بن نصر نے ان کے حفظ سے متاثر ہو کر خراسان کا امیر مقرر کر دیا،[4] اس منصب پر چار سال سے زیادہ وقت گذارا، پھر طوس کا قاضی مقرر کر دیا، ۳۴۵ھ میں نیشاپور واپس آ گئے اور عبادت اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے، کئی مرتبہ انہیں سرکاری مناصب کی پیشکش کی گئی لیکن انہوں نے معذرت کر لی۔[5] وفات سے دو سال قبل بصارت جاتی رہی۔[6]

۱- السخاوي: الإعلان بالتوبيخ ص۱۰۹

۲- الذهبي: سير أعلام النبلاء ۱۶/۳۷۰

۳- مصدر سابق ۱۶/۳۷۱

۴- الذهبي: تذكرة الحفاظ ۳/۹۷۷

۵- الذهبي: سير أعلام النبلاء ۱۶/۳۷۱-۳۷۲

۶- ابن العماد: شذرات الذهب ۳/۹۳

اکثر اہل علم نے ان کی امامت اور رسوخ علم کا اعتراف کیا ہے، ابو عبد اللہ حاکم،[1] ذہبی[2] اور ابن العماد[3] نے ان کی توثیق اور تصانیف کی تعریف کی ہے۔

ابو احمد حاکم صاحب تصانیف عالم ہیں، مندرجہ ذیل کتب ان کی تصنیفات میں ذکر کی گئی ہیں:

۱. الأسماء و الكنى.

۲. العلل.

۳. المخرج على كتاب المزني.

۴. الشيوخ والأبواب.

۵. شعار اصحاب الحديث.

۶. عوالي مالك رواية ابي احمد الحاكم.

۷. فوائد ابي احمد الحاكم.

امام بخاری اور امام ترمذی سے بہت متاثر تھے، اور ان دونوں کی کتابوں پر مستخرج تحریر کیے، بڑھاپے میں حافظے میں کمزوری کا شکار ہو گئے تھے، لیکن اختلاط پیدا نہیں ہوا۔[4]

۱- الذهبي:تذكرة الحفاظ ۹۷٦/۳

۲- الذهبي:سير أعلام النبلاء ۳۷۰/۱٦، الذهبي:تذكرة الحفاظ ۹۷٦/۳

۳- ابن العماد: شذرات الذهب۹۳/۳

۴- الذهبي: تذكرة الحفاظ ۹۷۸/۳

۸. ابن شاہین------------(۲۹۷ - ۳۸۵ھ)

نام: عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن از داد بن سراج بن عبد الرحمٰن[1]، ابو حفص الواعظ معروف بابن شاہین. مرو سے تعلق تھا جو خراسان کے شہروں میں سے ایک شہر ہے.[2]

۳۰۸ھ میں سماع حدیث کا آغاز کیا، شام، فارس اور بصرہ کا سفر کیا.[3] ابن شاہین نے کثیر علم حاصل کیا، اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے، ۳۳۰ کتب تحریر کیں، اس میں سے بعض یہ ہیں:

۱. كتاب «السنة» سماه صاحب التبيان «المسند» وقال: ألف وخمسمائة جزء،

۲. و «التفسير» في نحو ثلاثين مجلدا،

۳. و «تاريخ أسماء الثقات ممن نقل عنهم العلم-خ» على حروف المعجم،

۴. و «معجم الشيوخ».

۵. و «الأفراد».

۶. و «كشف الممالك».

۷. و «ناسخ الحديث ومنسوخه - خ».

۸. و «الترغيب في فضائل الأعمال - خ».

۱- خطيب البغدادي: تاريخ بغداد ۱۱/۲٦٥

۲- مصدر سابق ۱۱/۲٦٥

۳- الذهبي: تذكرة الحفاظ ۳/۹۸۷

9. الخامس من الأفراد لابن شاهين.

10. المختلف فيهم.

11. تاريخ أسماء الضعفاء والكذابين.

12. جزء من حديث ابن شاهين.

13. جزء من حديث ابن شاهين رواية ابن المهتدي.

14. ذكر من اختلف العلماء ونقاد الحديث فيه.

15. فضائل رمضان لابن شاهين.

16. فضائل فاطمة لابن شاهين.

17. فوائد ابن شاهين.

18. ناسخ الحديث ومنسوخه لابن شاهين.

خطیب بغدادی،[1] ابن ابی الفوارس،[2] ابن ماکولا،[3] ذہبی[4] اور دیگر علما نے ان کی علمی صلاحیت اور تصانیف کی تعریف کی ہے۔

ابن شاہین کی عادت تھی کہ اپنی مؤلفات کا اصل مصادر سے تقابل نہیں کیا کرتے تھے،[5] جس کی وجہ سے ان کی کتابوں میں اوہام داخل ہوگئے اور ان پر اعتراضات کیے گئے۔

1- خطيب البغدادي: تاريخ بغداد ١١/٢٦٥

2- خطيب البغدادي: تاريخ بغداد ١١/٢٦٥، الذهبي:تذكرة الحفاظ ٣/٩٨٨

3- الذهبي:تذكرة الحفاظ ٣/٩٨٨

4- الذهبي:تذكرة الحفاظ ٣/٩٨٨

5- خطيب البغدادي: تاريخ بغداد ١١/٢٦٨، الذهبي:تذكرة الحفاظ ٣/٩٨٩

جرح وتعدیل کے بارے میں ان کی کتاب "تاریخ اسماء الثقات ممن نقل عنهم العلم" اہم کتاب ہے، مطبوع موجود ہے۔

۹. الدار قطنی------------(۳۰۶ - ۳۸۵ھ)

نام: ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی البغدادی الدار قطنی، بچپن سے طلب علم کا آغاز کیا،[1] بصرہ، کوفہ، اور واسط کا سفر کیا، بڑی عمر میں شام اور مصر تشریف لے گئے۔[2] امام دار قطنی نے بہت علم حاصل کیا اور شہرت حاصل کی، خطیب بغدادی،[3] حاکم[4] اور ذہبی[5] نے ان کی علمی وجاہت اور حفظ واتقان خصوصاً ان کی کتاب العلل کی بہت تعریف کی ہے۔

امام دار قطنی کی تصانیف میں یہ کتب مذکور ہیں:

۱. الأفراد والغرائب؛

۲. المؤتلف والمختلف في أسماء الرجال؛

۳. أحاديث الموطأ وذكر اتفاق الرواة عن مالك.

۴. أربعون حديثا من مسند بريد للدارقطني.

۵. الأحاديث التي خولف فيها مالك بن أنس.

۶. الإلزامات والتتبع للدارقطني.

۱- تذكرة الحفاظ ٣/٩٩٤

۲- الذهبي: تذكرة الحفاظ ٣/٩٩٤، خطيب البغدادي: تاريخ بغداد ١٢/٣٤-٣٧، السبكي .طبقات الشافعية ٣/٤٦٢

۳- خطيب البغدادي: تاريخ بغداد ١٢/٣٤

۴- السبكي :طبقات الشافعية ٣/٤٦٣

۵- الذهبي:تذكرة الحفاظ ٣/٩٩٤

۷. الثالث والثمانون من الفوائد الأفراد.

۸. الثاني من الأفراد للدارقطني.

۹. الخامس من الفوائد المنتقاة الحسان.

۱۰. الصفات للدارقطني.

۱۱. الضعفاء والمتروكون للدارقطني.

۱۲. المؤتلف والمختلف للدارقطني.

۱۳. النزول للدارقطني.

۱۴. تعليقات الدارقطني على المجروحين لابن حبان.

۱۵. جزء أبي الطاهر.

۱۶. جزء من حديث الذهلي للدارقطني.

۱۷. ذكرأسماء التابعين ومن بعدهم ممن صحت روايته عن الثقات عند البخاري ومسلم.

۱۸. سؤالات الحاكم للدارقطني.

۱۹. علل الدارقطني = العلل الواردة في الأحاديث النبوية.

۲۰. فضائل الصحابة للدارقطني.

اپنے علم کے بارے میں خود کہتے ہیں: میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے اتنا علم جمع کیا ہے جتنا میں نے جمع کیا ہے[1]. ایک مرتبہ کسی حدیث کی علت بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں: میرے علاوہ مشرق و مغرب میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو یہ علم جانتا ہو[2].

۱- السبكي :طبقات الشافعية ٢/٤٦٥

۲- الذهبي: تذكرة الحفاظ ٣/٩٩٣

جرح وتعدیل میں امام دار قطنی متشدد نقاد میں شمار کیے جاتے ہیں، حافظ ابن حجر نے ان کے بارے میں یہی رائے ظاہر کی ہے[1] حقیقت یہ ہے کہ دار قطنی بعض حالات میں متشدد اور بعض دفعہ متساہل نظر آتے ہیں، اور ابن حبان کی طرح مجہول راوی کی توثیق کردیتے ہیں، ذہبی نے انہیں بعض اوقات میں متشدد مانا ہے.[2]

امام دار قطنی کو تدلیس سے بھی متصف کیا گیا ہے، لیکن ان کی تدلیس ہو بھی تو نقصان دہ نہیں ہے، اس لیے کہ ان کا شمار مدلسین کے طبقہ اولی میں ہوتا ہے، جن کی تدلیس مضر نہیں ہے ، ایک تو وہ شاذ ونادر ہی تدلیس کرتے ہیں اور دوسرے صرف ثقہ راویوں سے تدلیس کرتے ہیں.

علل حدیث میں ان کی کتاب اس باب میں حرف آخر ہے، ان کے بعد کوئی بھی یہ کام نہ کرسکا.

جرح وتعدیل میں امام دار قطنی کے اقوال:

- لا يترك، یہ تجریح نہیں ہے[3]

- صدوق، اس سے مراد راوی کا تزکیہ ہے، توثیق یا تضعیف مراد نہیں ہے، لیکن اگر توثیقی کلمہ کے ساتھ ہو تو توثیق مراد ہوگی اور اگر تضعیفی کلمہ ہے تو تضعیف مراد ہوگی مثلاً: صدوق ثقه، صدوق كثير الخطأ.[4]

۱- ابن حجر: هدي الساري ص۳۹۲

۲- الذهبي: الموقظة ص ۸۳

۳- الذهبي: ميزان الاعتدال ۲/ ٤٠

۴- أقوال الدارقطني في الجرح والتعديل مستفاد من دراسة عبدالله بن ضيف الله الرحيلي ص۳۳۲ (ملتقى أهل الحديث)

- **فلان لین:** وہ راوی ساقط متروک الحدیث نہیں ہوگا، لیکن سقوط عدالت کے بغیر مجروح ہوگا۔[1]

- **کثیر الخطأ:** اگر اس راوی کو متنبہ کیا جاتا ہے اور وہ اصلاح کرلیتا ہے تو ساقط نہیں ہوگا، ورنہ ساقط قرار دیا جائے گا۔[2]

۱۰. الازدی ------------- (... - ۳۹۴ھ)

نام: ابو الفتح محمد بن حسین بن احمد بن الحسین بن عبد اللہ بن یزید بن النعمان الازدی الموصلی۔[3] موصل میں ولادت ہوئی، بغداد میں اقامت اختیار کی، جیسا کہ خطیب بغدادی کہتے ہیں، اس کے بعد موصل واپس آئے، اور وہاں حدیث بیان کی اور وہاں ان سے محمد بن یحییٰ بن سراقہ العامری نے حدیث سنی۔ ان کے بارے میں سبکی کہتے ہیں: وَذكر لَهُ أَبُو الْفَتْح الْموصِلِي بالموصل فانحدر إِلَيْهِ وَسمع مِنْهُ تصانيفه وَأخذ عَن أبي الْفَتْح كِتَابه فِي الضُّعَفَاء ثمَّ نسخه وراجع فِيهِ الدَّارَقُطْنِيّ۔[4] موصل میں انہیں ابو الفتح الموصلی کے بارے میں بتایا گیا تو ان کے پاس پہنچے اور ان سے ان کی تصانیف سنیں، اور ابو الفتح سے ان کی ضعفا کے بارے میں کتاب حاصل کی اسے نقل کیا اور دار قطنی سے اس میں مذاکرہ کیا۔

۱- السهمي القرشي: **سؤالات السهمي** ص۷۲

۲- السهمي القرشي : **سؤالات السهمي** ص۷۲

۳- خطيب البغدادي: **تاريخ بغداد** ۲۴۳/۲، وقال الذهبي: محمد بن الحسين بن أحمد بن عبدالله بن بريدة الموصلي، الذهبي: **تذكرة الحفاظ** ۹٦۷/۳

۴- السبكي: **طبقات الشافعية** ۲۱۱/٤

ازدی کا شمار باوجود ضعیف ہونے کے ائمہ جرح وتعدیل میں ہوتا ہے، وہ تجریح میں متشدد واقع ہوئے ہیں جیسے نقاد کے اقوال سے ظاہر ہوتا ہے، علما ان کے اقوال نقل کرتے ہیں اور اگر وہ اس میں منفرد ہوں تو ان پر اعتراض کرتے ہیں.

ذہبی کہتے ہیں: وأبو الفتح يسرف في الجرح، وله مصنف كبير إلى الغاية في المجروحين، جمع فأوعى، وجرح خلقا بنفسه لم يسبقه أحد إلى التكلم فيهم، وهو المتكلم فيه.[1] ابوالفتح تجریح میں مبالغہ کرتے ہیں، ان کی مجروحین کے بارے میں کتاب ہے، راوی جمع کیے اور بھرپور کوشش کی، اور خود بہت سے لوگوں کو مجروح کیا جن کے بارے میں کسی نے کلام نہیں کیا تھا، جبکہ وہ خود متکلم فیہ ہیں.

ایک اور موقع پر ازدی کا قول نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: كذا قال الأزدي، والعهدة عليه،[2] ازدی نے اس طرح کہا، اور وہ اس کے ذمہ دار ہیں.

ابن عبد البر کا قول نقل کرتے ہیں: السري بن يحيى أوثق من مؤلف الكتاب- يعني الأزدي – مائة مرة.[3] السری بن یحییٰ مؤلف کتاب یعنی ازدی سے سو مرتبہ سے زیادہ ثقہ ہے.

ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کا ذکر کیا ہے، دفاع کرنے کے بجائے کہتے ہیں: وله كتاب كبير في الجرح والضعفاء، عليه فيه مؤاخذات.[4] ان کی ایک بڑی کتاب ہے تجریح اور ضعفا کے بارے میں، جس میں ان پر اعتراضات کیے گئے ہیں.

1- الذهبي: ميزان الاعتدال ١/٥

2- الذهبي: ميزان الاعتدال ١/٣٥٣

3- الذهبي: ميزان الاعتدال ٢/١١٨

4- الذهبي: ميزان الاعتدال ٣/٥٢٣

کئی ائمہ کرام نے ازدی کو ضعیف قرار دیا ہے، ابو النجیب الارموی[1]، خطیب بغدادی[2]، برقانی[3] اور ابن حجر[4] نے انہیں ضعیف کہا ہے۔

ذہبی نے ان کے بارے میں کہا ہے: وهو قوي النفس في الجرح[5]. وہ تجریح میں بہت مضبوط واقع ہوئے ہیں، ایک اور مقام پر کہتے ہیں: لا يلتفت إلى قول الأزدي، فإن في لسانه في الجرح رهقاً.[6] ازدی کے قول کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی، اس لیے کہ ان کی زبان میں جلد بازی ہے۔ دوسری طرف ذہبی اپنی بات کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں: وهاه جماعة بلا مستند طائل.[7] یعنی بعض لوگوں نے بغیر کسی وجہ کے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

ابو الفتح الازدی کی بعض مصنفات:

۱. أحاديث منتقاة في غرائب ألفاظ رسول الله مما يحتاج إلى استعماله.

۲. أسماء من يعرف بكنيته.

۳. الكنى لمن لا يعرف له اسم للأزدي.

۱- خطيب البغدادي: **تاريخ بغداد** ۲/۲٤۲، الذهبي: **ميزان الاعتدال** ۳/۵۲۳

۲- خطيب البغدادي: **تاريخ بغداد** ۲/۲٤۲

۳- خطيب البغدادي: **تاريخ بغداد** ۲/۲٤٤

۴- ابن حجر: **هدي الساري** ص ۲۸٦، ۳۹۲، ۳۹۳، ابن حجر: **تهذيب التهذيب** ۱/۳٦

۵- الذهبي: **تذكرة الحفاظ** ۳/۹٦۷

٦- الذهبي: **ميزان الاعتدال** ۱/٦۱

۷- الذهبي: **تذكرة الحفاظ** ۳/۹٦۷

۴. المخزون في علم الحديث.

۵. ذكر اسم كل صحابي ممن لا أخ له يوافق اسمه للأزدي.

۶. من وافق اسمه اسم أبيه للأزدي.

۷. من وافق اسمه كنية أبيه للأزدي.

۸. من يعرف بكنيته ولا يعلم اسمه ولا دليل يدل على اسمه.

چوتھی صدی کے بعد ابتکار اور تالیف کا دور ختم ہو گیا اور اس کے بعد کے ادوار میں جمع و ترتیب، تدوین و تہذیب، استدراک و استخراج اور شرح مشکل الفاظ و مسائل جیسے اعمال پر کام ہوا، بہت کم نقاد ملتے ہیں جنہوں نے مستقل طور پر نقد رجال کیا ہو، یا تصحیح و تضعیف حدیث کا کام کیا ہو، اس لیے کہ ان کا مکمل اعتماد گذشتہ ادوار میں کیے ہوئے کام پر تھا، لیکن اس کے باوجود پانچویں صدی میں ایسے اہل علم پائے گئے جن کا نقد رجال کے بارے میں کام کسی طرح کم نہیں ہے، ان میں یہ اہل علم شامل ہیں:

۱. حافظ ابو عبداللہ الحاکم (۳۲۰-۴۰۵ھ):

۲. حافظ ابو بکر بن مردویہ (۳۲۳-۴۱۰ھ).

۳. حافظ ابو نعیم اصفہانی (۳۳۱-۴۳۰ھ).

۴. حافظ ابو ذر ہروی (۳۵۵-۴۳۵ھ).

۵. حافظ ابو یعلی خلیلی (.....-۴۴۶ھ).

۶. حافظ ابن حزم (۳۸۴-۴۵۶ھ).

۷. حافظ بیہقی (۳۸۴-۴۵۸ھ).

۸. حافظ ابن عبد البر (۳۶۸-۴۶۳ھ).

۹. حافظ خطیب بغدادی (۳۹۲-۴۶۳ھ).

۱۰. حافظ ابو عبد اللہ الحمیدی (...-۴۸۸ھ).

یہاں تک کہ یہ علم حافظ ذہبی (ف۷۴۸ھ) اور حافظ ابن حجر (ف۸۵۲ھ) رحمہما اللہ تعالی تک پہنچ گیا، جنہوں نے اس علم کی تمام مشکل مسائل اور معاملات کو حل کرکے امت پر بہت بڑا احسان کیا ہے، اگر ان دونوں ائمہ کرام کی کتابیں نہ ہوتیں تو آج کل کے طلبہ علم کے لیے احادیث کی تخریج اور تحقیق کا کام مشکل ہو جاتا، اللہ تعالی ان دونوں کو امت محمدیہ کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے، آمین.

باب ہشتم

جرح و تعدیل کے بارے میں تصنیفات

۱. راویان حدیث کے بارے میں عام تصنیفات:

- امام بخاری کی التاریخ الکبیر
- امام ابن ابی حاتم کی الجرح والتعدیل

۲. صحاح ستہ اور دیگر کتب کے راویوں کے بارے میں تصنیفات:

- امام مقدسی کی الکمال فی اسماء الرجال
- امام مزی کی تہذیب الکمال فی اسماء الرجال
- حافظ مغلطائی کی اکمال تہذیب الکمال
- حافظ ذہبی کی تذہیب التہذیب
- حافظ ذہبی کی الکاشف
- علامہ حسینی دمشقی کی کتاب التذکرۃ بمعرفۃ رجال الکتب العشرۃ
- حافظ سبط ابن العجمی کی کتاب نہایۃ السول فی رواۃ الستۃ الاصول
- حافظ ابن حجر کی تہذیب التہذیب
- حافظ ابن حجر کی تقریب التہذیب
- حافظ ابن حجر کی تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ

- حافظ خزرجی کی خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال

۳. ثقہ راویوں کے بارے میں تصانیف:

- العجلی کی کتاب الثقات
- ابن حبان کی کتاب الثقات
- ابن شاہین کی کتاب الثقات

۴. ضعیف راویوں کے بارے میں تصانیف:

- حافظ ابن حبان کی معرفۃ المجروحین
- حافظ ابن عدی کی الکامل فی ضعفاء الرجال
- حافظ العقیلی کی کتاب الضعفاء
- حافظ ذہبی کی میزان الاعتدال
- حافظ ابن حجر کی لسان المیزان

۱۔ راویان حدیث کے بارے میں عام تصنیفات:

محدثین کرام نے راویان حدیث کے بارے میں بے شمار تصانیف تحریر کی ہیں، سب سے پہلے ضعفا کے بارے کتابیں لکھیں، اس کے بعد ثقہ اور ضعفا کے بارے میں لکھا، اور اسی طرح ثقہ راویوں کے بارے میں مستقل تصانیف وجود میں آئیں۔ اللیث بن سعد وہ پہلے مؤلف ہیں جنہوں نے ثقہ اور ضعیف راویوں کے بارے میں مستقل تصنیف تحریر کی، ان کے بعد کثرت سے اس صنف میں لکھا گیا، اور تیسری، چوتھی اور پانچویں صدی میں پینتالیس سے زائد کتب تحریر کی گئیں، ان مصنفات کے مؤلفین، ان کی تاریخ وفات اور کتابوں کے نام کے ساتھ تفصیل درج ذیل ہے:

ثقات اور ضعفا راویوں کے بارے میں تصانیف:

۱۔ التاریخ—اللیث بن سعید (۱۷۵ھ)۔

۲۔ التاریخ—عبداللہ بن المبارک (۱۸۱ھ)۔

۳۔ التاریخ—ضمرہ بن ربیعہ (۲۰۲ھ)۔

۴۔ التاریخ—ابو نعیم الفضل بن دکین (۲۱۸ھ)۔

۵۔ الطبقات الکبری—محمد بن سعد (۲۳۰ھ)۔

۶۔ معرفة الرجال اور التاریخ و العلل-یحییٰ بن معین (۲۳۳ھ)۔

۷۔ التاریخ—علی بن المدینی (۲۳۴ھ)۔

۸۔ التاریخ—ابو جعفر محمد بن عثمان بن ابراہیم بن ابی شیبہ (۲۹۷ھ)۔

۹۔ التاریخ—ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (۲۳۵ھ)۔

۱۰۔ العلل و الرجال—احمد بن حنبل (۲۴۱ھ)۔

۱۱. كتاب في علل الحديث ومعرفة الشيوخ —ابو جعفر محمد بن عبد اللہ بن عمار الموصلی (۲۴۲ھ)۔

۱۲. التاریخ —ابو حفص عمرو بن الفلاس (۲۴۹ھ)۔

۱۳. التاریخ الکبیر ،التاریخ الاوسط اور التاریخ الصغیر —محمد بن اسماعیل البخاری (۲۵٦ھ)۔

۱۴. التاریخ —المفضل بن غسان الغلابي (۲۵٦ھ)۔

۱۵. الجرح و التعدیل—ابراہیم بن یعقوب السعدی الجوزجانی (۲۵۹ھ)۔

۱٦. الجرح والتعدیل—احمد بن عبد اللہ بن صالح العجلی (۲٦۱ھ)۔

۱۷. رواۃ الاعتبار—مسلم بن الحجاج النیشاپوری (۲٦۱ھ)۔

۱۸. التاریخ—حنبل بن اسحاق بن حنبل الشیبانی (۲۷۳ھ)۔

۱۹. التاریخ—محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی (۲۷۳ھ)۔

۲۰. مسائل ابي عبيد الآجري لأبي داود —ابو داود سلیمان بن الاشعث السیستانی (۲۷۵ھ)۔

۲۱. التاریخ الکبیر و التاریخ الاوسط —ابو بکر احمد بن ابی خیثمہ (۲۷۹ھ)۔

۲۲. التاریخ —ابو عیسی محمد بن عیسی الترمذی (۲۷۹ھ)۔

۲۳. التاریخ —ابو زرعہ عبد الرحمٰن بن عمرو النصری الدمشقی (۲۸۲ھ)۔

۲۴. الجرح والتعدیل —عبد الرحمٰن بن یوسف بن خراش (۲۸۳ھ)۔

۲۵. التاریخ —ابو العباس احمد بن علی بن مسلم الابار (۲۹۰ھ)۔

۲٦. التاریخ —محمد بن عبد اللہ بن سلیمان الحضرمی—مطین- (۲۹۷ھ)۔

۲۷. التاریخ ۔ابو جعفر محمد بن عثمان بن ابی شیبہ (۲۹۷ھ)۔

۲۸. التمییز ۔ ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی الخراسانی، النسائی (۳۰۳ھ)۔

۲۹. التاریخ ۔ابو العباس محمد بن اسحاق السراج الثقفی (۳۱۳ھ)۔

۳۰. قبول الأخبار و معرفة الرجال ۔عبد اللہ بن احمد بن محمود البلخی (۳۱۷ھ)۔

۳۱. التاریخ ۔الحسین بن ادریس بن خرم الانصاری الہروی (۳۱۵ھ)۔

۳۲. الجرح و التعديل ۔عبد اللہ بن علی بن الجارود (۳۰۷ھ)۔

۳۳. الجرح و التعديل ۔عبد الرحمٰن بن ابی حاتم الرازی (۳۲۷ھ)۔

۳۴. ثقات المحدثين و ضعفائهم ۔ ابو العرب محمد بن احمد بن تمیم القیروانی (۳۲۷ھ)۔

۳۵. التاریخ ۔ابو احمد محمد بن احمد بن ابراہیم العسال (۳۴۹ھ)۔

۳۶. التاریخ الکبیر ۔ابو عمر احمد بن سعید بن حزم الصدفی المنتجیلی (۳۵۰ھ)۔

۳۷. اوهام اصحاب التواريخ ۔محمد بن حبان البستی (۳۵۴ھ)۔

۳۸. كتاب الصله(ذيل علي التاريخ الكبير للبخاري)۔ مسلمہ بن قاسم القرطبی (۳۵۳ھ)۔

۳۹. ذيل علي التاريخ الكبير للبخاري (خاصة علي المحمدين) دارقطنی (۳۸۵ھ)

۴۰. التاریخ ۔ابو حفص عمر بن احمد بن شاہین الواعظ (۳۸۵ھ)۔

۴۱. سؤالات مسعود بن علي السجزي للحاكم النيشاپوري ۔ابو عبد اللہ

الحاکم النیشاپوری (۴۰۵ھ)۔

۴۲. کتاب —ابو یعقوب اسحٰق بن ابراہیم القراب (۴۱۴ھ)۔

۴۳. الإرشاد —ابو یعلی الخلیل بن عبداللہ الخلیلی (۴۴۶ھ)۔

۴۴. ذیل علي التاريخ الكبير للبخاري (خاصة علي المحمدين)—ابو بکر بن المحب

۴۵. الجرح و التعديل —ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی (۴۷۴ھ)[1]

مذکورہ بالاکتابوں میں سے اکثر کتب موجود نہیں ہیں، اس میں سے بعض اہم مطبوعہ کتب کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

۱. التاريخ الكبير

مؤلف: ابو عبد اللہ محمد بن ابو الحسن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ البخاری الجعفی ولاء۔[2] (ف۲۵۶ھ)

امام بخاری اس کتاب کی تالیف کے بارے میں فرماتے ہیں: میں اپنی والدہ اور بھائی کے ساتھ حج کو گیا، حج کے بعد بھائی والدہ کو لے کر واپس چلے گئے، اور میں طلب حدیث کے لیے وہیں رہ گیا، جب میری عمر اٹھارہ سال ہوئی تو میں نے صحابہ اور تابعین کے مسائل

۱- لعمري: أكرم ضياء- **بحوث في تاريخ السنة المشرفة** ط/٥ — ١٤١٥ھ(١٩٩٤م) مكتبه العلوم و الحكم بالمدينه المنورة. ص١٢٤-١٣٢

۲- ابن خلكان:**وفيات الاعيان** ١٨٨/٤، الذهبي:**سير أعلام النبلاء** ٣٩١/١٢، الذهبي: **تذكرة الحفاظ** ٥٥٥/٢، ابن كثير:**البداية والنهاية** ٣٤/١١، السبكي :**طبقات الشافعية** ٢/٢

اور اقوال پر نبی کریم ﷺ کی روضہ مبارک کے قریب چاند کی روشنی میں لکھنا شروع کر دیا۔[1]

منہج اور خصوصیات:

۱۔ امام بخاری نے اس کتاب میں (۱۳۷۸۲) راویوں کے تراجم جمع کیے ہیں، انہوں نے تمام راویوں کے تراجم جمع کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن بہت سے راویوں کا تذکرہ کتاب میں نہیں آسکا، اس کے باوجود یہ کتاب تراجم رواۃ کی وسیع ترین کتاب ہے، حتی کہ امام بخاری ایسے راوی کا بھی تذکرہ کرتے ہیں جس کی روایت صرف ایک حدیث ہے، اور ممکن ہے کہ یہ نام اس کتاب میں وہم اور غلطی ہو، اس کے باوجود امام بخاری نے اسے شامل کیا ہے۔

۲۔ راویان حدیث کے بارے میں یہ قدیم ترین اور مکمل کتاب ہے، امام بخاری کی کتاب میں اگر کوئی راوی نہ ملے تو دیگر کتب میں بھی اس کا ملنا مشکل ہو جاتا ہے۔

۳۔ امام بخاری نے تراجم کو حروف معجم پر ترتیب دیا ہے، لیکن نبی کریم ﷺ کے مقدس نام کی وجہ سے محمد نام کے راویوں کو پہلے بیان کیا ہے، اور صحابہ کرام کے ناموں کو بھی پہلے بیان کیا ہے، ناموں کی ترتیب میں صرف پہلے حرف کو ملحوظ رکھتے ہیں، اور مشترکہ ناموں کو باپ کے نام پر مرتب کرتے ہیں۔

۴۔ راوی کے ترجمہ میں راوی کا نام، باپ اور دادا کا نام، کنیت، قبیلہ یا شہر کی طرف نسبت یا دونوں، بعض اساتذہ اور تلامذہ کا ذکر، راوی کی روایت کا نمونہ، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایسی روایت ذکر کریں جس میں راوی کا ذکر نہ ہو لیکن اس کے بعد دوسری روایت لاتے ہیں جس میں راوی کا ذکر ہوتا ہے۔

---

[1] الخطیب البغدادي: **تاریخ بغداد** ۷/۲ ، الذهبي: **سیر أعلام النبلاء** ۱۲/۴۰۰

۵. تراجم میں امام بخاری بہت اختصار سے کام لیتے ہیں، صرف اہم معلومات مہیا کرتے ہیں تاکہ راوی کے طبقہ کا تعین ہو سکے۔ بعض حالات میں راوی کی جسمانی، اخلاقی اور عقلی کیفیت بھی بیان کرتے ہیں، اور بعض مرتبہ راویوں کے عقائد، آرا اور غزوات و فتوحات میں شرکت کے بارے میں معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔

۶. امام بخاری راویوں کے بارے میں فن حدیث کے حوالے سے معلومات مہیا کرتے ہیں، بعض راویوں کے بارے میں جرح و تعدیل بیان کرتے ہیں اور بعض کے بارے میں خاموش رہتے ہیں، اور کلمات جرح و تعدیل میں بہت احتیاط سے کام لیتے ہیں تاکہ غیبت کے دائرے میں نہ آ جائیں۔

۷. بعض راویوں کے متعلق امام بخاری کا سکوت لا علمی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ کتاب کی طوالت سے بچنے کی خاطر ایسا کیا کرتے تھے، جبکہ وہ کہتے ہیں: اس کتاب میں مذکور ہر نام کا میرے پاس قصہ موجود ہے لیکن میں طوالت کے خوف سے بیان نہیں کرتا۔[1]

۸. اگر راوی کا مرتبہ بیان کرنا مقصود ہو تو اپنے شیوخ مثلاً: امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور عمرو بن الفلاس کے اقوال یا ان سے بھی قدیم نقاد مثلاً: یحییٰ القطان اور ابن مہدی کے اقوال ذکر کرتے ہیں۔

۹. امام بخاری راوی کے ترجمہ بیان کرنے کے بعد اس کی ایسی روایات پیش کرتے ہیں جن میں علت پائی جاتی ہے تاکہ یہ بیان کر سکیں اس روایت میں علت کا باعث صاحب ترجمہ ہے، اور اگر راوی کی روایات بہت کم ہیں تو اس کے تعارف کے لیے یہ احادیث بیان کرتے ہیں، راوی کے ضبط اور اتقان کا امتحان اس کی روایات اور

۱- خطیب البغدادي: تاریخ بغداد ۷/۲

دوسروں کی روایات سے تقابل کے ذریعے ہی سے ہو سکتا ہے.

۱۰. امام بخاری روایت کی جگہ اور وقت کا تعین کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں تاکہ راوی اور اس کے استاد کے درمیان ملاقات کے امکان کو ثابت کیا جا سکے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے صحابہ کے تراجم میں ان کا مقام منتقلی اور جو مدینہ میں رہ گئے، ان کی وضاحت کی ہے، اور جگہ کا تعین کرنے کے لیے شہر کا نام یا راوی کی حدیث کا مقام بتاتے ہیں مثلاً: **كان ببغداد، حديثه في المصريين ، في الكوفيين، في البصريين**، اور ملاقات کے وقت کے تعین کے لیے کوئی واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے ان کی ملاقات پر روشنی پڑتی ہو.

۱۱. راوی کے نام کے بارے میں اختلاف کی صورت میں اختلاف اور راجح قول بیان کرتے ہیں، اور بعض حالات میں اسانید بیان کرنے میں توسع اختیار کرتے ہیں تاکہ راوی کے نام کے بارے میں اختلاف واضح ہو سکے.

۱۲. اگر کسی نام میں وہم اور غلطی ہو تو اس کو بھی بیان کرتے ہیں، اور جو لوگ امام بخاری کا یہ طریقہ نہیں جانتے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے غلطی کی ہے، بلکہ ان کا مقصد یہ غلطی بیان کرنا ہوتا ہے، مثلاً: احمد بن محمد، نام کے بارے میں باپ کے نام میں اگر اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ ابراہیم ہے یا خالد؟ تو امام بخاری اس نام کو تین مرتبہ بیان کریں گے تاکہ وہم یا غلطی کی تصحیح ہو سکے.

۱۳. اس کتاب میں امام بخاری نے کثرت سے احادیث اور آثار کا اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے.

۱۴. امام بخاری کا منہج ہے کہ وہ ولدیت کے ساتھ نام بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں: (باب من افناء الناس) اور اس باب میں وہ نام ذکر کرتے ہیں جن کے ساتھ باپ کا نام مذکور نہیں ہوتا مثلاً: محمد یا ابراہیم فقط.

۱۵. امام بخاری تعدیل کے اقوال بہت کم ذکر کرتے ہیں، بلکہ تجریح کے اقوال کثرت سے بیان کرتے ہیں.

۱۶. جہالت راوی کی وجہ سے تجریح نہیں کرتے بلکہ (فیه نظر) کہہ کر اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں،ان راویوں کے تتبع کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ راوی مجہول ہیں. ابن عدی نے الکامل میں اس امر کا تذکرہ کیا ہے.

۱۷. امام بخاری کے سکوت کا مفہوم:

۱- ائمہ ثقات کے بارے میں: امام شافعی کے بارے میں صرف دو سطروں میں تذکرہ کیا،[1] اور امام احمد بن حنبل[2]، احمد بن اشکاب[3] اور احمد بن منیع[4] کے بارے میں سکوت اختیار کیا.

۲- ضعیف اور منکر روایات کی وجہ سے شہرت پانے والے راویوں کے بارے میں مثلاً: محمد بن اشعث بن قیس الکندی[5] اور محمد بن ابراہیم الیشکری[6] وغیرہ.

۳- مجہول راویوں کے بارے میں مثلاً: محمد بن اسماعیل البجلی[7]، محمد بن ابراہیم بن عبداللہ الہاشمی[8] وغیرہ.

۱- البخاري: التاريخ الكبير ٤٢/١

۲- البخاري: التاريخ الكبير ٥/٢

۳- البخاري: التاريخ الكبير ٤/٢

۴- البخاري: التاريخ الكبير ٦/٢

۵- البخاري: التاريخ الكبير ٢٢/١

۶- البخاري: التاريخ الكبير ٢٦/١

۷- البخاري: التاريخ الكبير ٣٥/١

۸- البخاري: التاريخ الكبير ٢٦/١

۴- ایسے راویوں کے بارے میں جنہیں امام بخاری نہیں جانتے حتی کہ ان کے ناموں کے درمیان فرق بھی نہیں کرتے ہیں، مثلاً: محمد بن قیس الاسدی الکوفی کے ترجمہ کو کئی طرق بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں: وقال يحيى ابن آدم حَدَّثَنَا أَبُو بكر النهشلي عَنْ مُحَمَّد بْن قيس عَنْ حبيب بْن أَبِي ثابت عَنْ طاوس فِي العتق، قَالَ أَبُو عَبْد اللّه فَلا أَدْرِي هُوَ الأسدي أم لا.[1] میں نہیں جانتا وہ اسدی ہے یا نہیں؟ ایک اور مثال میں محمد بن قیس عن ابی الحکم البجلی کا تذکرہ کرنے کے بعد محمد بن قیس المکی کا ترجمہ بیان کرتے ہیں اور آخر میں فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا یہ راوی وہی ہے یا کوئی اور ہے؟[2]

مثال: مُحَمَّد بْن كليب هو ابْن جَابِر بْن عَبْد اللَّه مديني عَنْ مَحْمُود ومُحَمَّد ابني جَابِر، وعَنْ مُوسَى بْن شيبة عَنْ مَحْمُود بْن كليب عَنْ مُحَمَّد بْن جابِر عَنْ جَابِر: خرج النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلى حمراء الأسد، قَالَ أَبُو عَبْد اللَّه فلا أدري هذا أخوه أم لا.[3] مذکورہ راوی کی دونوں روایتیں بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم یہ اس کا بھائی ہے یا نہیں؟

مثال: إِبْرَاهِيم بْن حنظلة عَنْ أَبِيه روى عَنْهُ ابْن المبارك،قَالَ أَبُو عَبْد اللَّه إِنْ لَمْ يَكُنْ ابْن أَبِي سُفْيان فلا أدري من هو[4] مذکورہ راوی کی روایت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: اگر یہ راوی ابن ابی سفیان نہیں ہے تو میں نہیں جانتا کہ اور کون ہے؟

۱- البخاري: التاريخ الكبير ۲۱۰/۱

۲- البخاري: التاريخ الكبير ۲۱٤/۱

۳- البخاري: التاريخ الكبير ۲۱۹/۱

۴- البخاري: التاريخ الكبير ۲۸۳/۱

مثال: اسمٰعیل بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن ابی ربیعہ المخزومی مدنی قرشی کا تذکرہ کرنے کے بعد،

اسمٰعیل بن ابراہیم بن ابی ربیعہ، کا تذکرہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: اگر یہ پہلا راوی نہیں ہے تو مجھے نہیں معلوم کون ہے؟ [1]

۱۸. محدثین کے علمی اسفار اور علمی مراکز میں آمدورفت اور حج میں ملاقات کا تذکرہ کرتے ہیں.

۱۹. تاریخ وفات کو امام بخاری خصوصی اہمیت دیتے ہیں اور تقریباً ۵ فیصد راویوں کی تاریخ وفات بیان کی ہے جبکہ تاریخ ولادت بہت کم ذکر کی ہے، اور اگر تاریخ وفات کا تعین نہ ہوسکے تو وفات کے زمانے کو کسی حادثے سے مربوط کردیتے ہیں تاکہ اس وقت کا تصور کیا جاسکے.

۲۰. امام بخاری نے راویوں کے لیے مختلف الفاظ جرح و تعدیل استعمال کیے ہیں، جن کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں گذر چکا ہے.

۲- الجرح والتعدیل

مؤلف: ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس بن المنذر بن داود بن مہران التمیمی الحنظلی الرازی. [2] (ف ۳۲۷ھ).

منہج اور خصوصیات:

۱. فن جرح و تعدیل میں جامع ترین کتاب، جس میں ابن ابی حاتم نے امام بخاری کی

۱- البخاري: التاريخ الكبير ۱/۳۳۹

۲- الذهبي: سير أعلام النبلاء ۱۳/۲٦۳

التاریخ الکبیر کو سامنے رکھ کر مرتب کیا ہے.

۲. جرح وتعدیل کے الفاظ کی کثیر تعداد کا ذکر کیا ہے.

۳. ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال کا بہت بڑا مجموعہ شامل کیا گیا ہے، متقدم علما کے اقوال کا خلاصہ اس کتاب میں جمع ہو گیا ہے.

۴. ابن ابی حاتم نے صرف اقوال ہی نہیں جمع کیے بلکہ اپنے غور وفکر سے متعارض اقوال اور آرا سے راجح قول بیان کیا ہے، اور اپنے اجتہاد سے بھی نقد کرتے ہیں، اور انہوں نے جیسا کہ مقدمہ میں واضح کیا ہے کہ وہ ایسے نقاد کی رائے نہیں لیں گے جو اس فن کے بارے میں خاطر خواہ علم نہیں رکھتے.

۵. کتاب کے آغاز میں طویل مقدمہ تحریر کیا ہے جس میں سنت کی اہمیت، صحیح اور ضعیف احادیث میں ثقہ اور ضعیف راویوں کے ذریعہ سے فرق کرنے کی کیفیت، راویان کرام کے مراتب اور طبقات، صحابہ، تابعین، اتباع تابعین کا تعارف، اور نقاد اہل علم کے حالات زندگی اور چار طبقات میں تقسیم کرنے کے بعد ان کے تفصیلی علمی کوائف وواقعات بیان کیے ہیں، مقدمہ کے آخر میں اپنے والد ابو حاتم اور ابو زرعہ کے حالات بیان کیے ہیں.

۶. کتاب کے شروع میں ابن ابی حاتم نے جرح وتعدیل کے الفاظ بیان کیے ہیں، اور واضح کیا کہ انہوں نے تمام راویان حدیث کو اس کتاب میں جمع کرنے کی کوشش کی ہے حتی کہ وہ راوی جن کے بارے میں کوئی قول نہیں ملتا انہیں بھی شامل کر لیا ہے کہ شاید کوئی قول مل جائے، اور ان راویوں کو بھی شامل کر لیا ہے جن کی رسول اللہ ﷺ سے کوئی روایت نہیں ملتی.

۷. بہت سے مواقع پر امام بخاری کے ان کی کتاب الضعفاء میں اوہام کا ذکر کیا ہے، اس لیے کہ بعض ایسے راویوں کو انہوں نے ضعفا میں ذکر کر دیا ہے جو کہ ضعیف نہیں

تھے.

۸. ابن ابی حاتم نے کتاب میں اٹھارہ ہزار سے زیادہ راویوں کے تراجم جمع کیے ہیں.

۹. ابن ابی حاتم راوی کے ترجمہ میں راوی کے بارے میں مندرجہ ذیل معلومات مہیا کرتے ہیں: راوی کا نام، باپ کا نام، بعض حالات میں دادا کا نام، کنیت، نسبت بعض شیوخ اور تلامذہ کے نام، بعض مرتبہ راوی کی بعض روایات، ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال، بعض مرتبہ تجریح کا سبب، مقام سکونت راوی، علمی رحلات. اور بعض دفعہ زمانہ سفر، بعض راویوں کی اخلاقی، جسمانی اور عقلی صفات، اور اگر راوی کا عقیدہ اہل سنت کے خلاف ہو تو اس کے عقائد بھی بیان کرتے ہیں، راوی کی مصنفات، راوی کے عہد میں ہونے والے واقعات میں راوی کا موقف، راوی کا پیشہ خصوصاً قضا کا منصب تاکہ اس کی تعریف میں کوئی کمی نہ رہ جائے، راوی کا سن وفات یا طبقہ کے بارے میں بہت کم معلومات دیتے ہیں، اتنی بڑی تعداد میں راویوں کی تاریخ وفات مہیا کرنا آسان کام نہیں ہے.

۱۰. اکثر تراجم مختصر ہیں، لیکن بعض راویوں کے تراجم میں اطناب سے کام لیا ہے. مثلاً: سفیان ثوری کا ترجمہ اسی سطروں پر مشتمل ہے، اسی طرح مشہور محدثین کے تراجم میں تفصیل سے لکھا ہے.

۱۱. کتاب کی ترتیب حروف معجم پر کی گئی ہے، راوی کے نام کے پہلے حرف اور باپ کے نام کے پہلے حرف کی ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے، اس قاعدے سے صحابہ کرام کے اسمائے گرامی مستثنیٰ ہیں، اور وہ نام جو کثرت سے وارد ہوتے ہیں.

۱۲. ابن ابی حاتم نے جن نقاد کے اقوال شامل کیے ہیں، انہیں چار طبقات میں تقسیم کیا ہے:

۱۳۔ پہلے طبقے میں مالک بن انس، سفیان بن عیینہ، سفیان الثوری، شعبہ بن الحجاج، حماد بن زید اور اوزاعی اور دوسرے طبقے میں یحییٰ بن سعید القطان، عبد الرحمٰن بن مہدی، عبد اللہ بن المبارک، ابو اسحاق الفزاری اور ابو مسہر عبد الاعلی الدمشقی اور تیسرے طبقے میں احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن عبد اللہ بن المدینی اور محمد بن عبد اللہ بن نمیر الہمدانی اور چوتھے طبقے میں ابو زرعہ الرازی اور ابو حاتم الرازی شامل ہیں۔

۱۴۔ بعض راویوں کے بارے میں سکوت اختیار کرتے ہیں، شاید کہ ان میں جرح وتعدیل کا قول مل جائے۔

جرح وتعدیل میں تراجم کے چند نمونے:

أ۔ أحمد بن ابراهيم بن الدورقي وهو ابن كثير النكري، روى عن هشيم وإسماعيل ابن علية يعد في البغداديين، روى عنه أبي وأبو زرعة سمعتهما يقولان ذلك.حدثنا عبد الرحمن قال سئل أبي عنه فقال صدوق.[1]

۲۔ بشر بن الحسين أبو محمد الأصبهاني روى عن الزبير بن عدي روى عنه يحيى بن أبي بكير وأحمد بن سليمان أبو سليمان سمعت أبي يقول ذلك.

سئل أبي عن بشر بن حسين الأصبهاني فقال: لا أعرفه فقيل له أنه ببغداد قوم يحدثون عن محمد بن زياد بن زبار عن بشر بن الحسين عن الزبير بن عدي عن أنس نحو عشرين حديثامسندة فقال: هي

۱۔ ابن أبي حاتم: الجرح والتعديل (۲/ ۳۹)

أحاديث موضوعة ليس يعرف للزبير عن أنس عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْه وسلم إلا أربعة أحاديث أو خمسة أحاديث وأتيت محمد بن زياد بن زبار ببغداد وكان شيخا شاعرا ولم يكن من البابه فلم نكتب عنه.[1]

٣. ثابت البناني وهو ابن أسلم أبو محمد روى عن ابن عمر وابن الزبير وأنس روى عنه شعبة وحماد بن سلمة وحماد بن زيد سمعت أبي يقول ذلك.

حدثنا عبد الرحمن نا محمد بن حمويه بن الحسن قال سمعت أبا طالب قال قلت لأحمد بن حنبل: ثابت البناني أثبت أو قتادة؟ قال ثابت ثبت في الحديث من الثقات المأمونين صحيح الحديث وكان يقص.حدثنا عبد الرحمن أنا ابن أبي خيثمة فيما كتب إلي قال سألت يحيى بن معين عن ثابت بن أسلم البناني فقال: بصري ثقة. قال أبو محمد سمعت أبي يقول: ثابت البناني ثقة صدوق واثبت أصحاب أنس الزهري ثم قتادة ثم ثابت البناني.حدثنا عبد الرحمن نا محمد ابن أحمد بن البراء عن علي ابن المديني عن بهز عن حماد بن سلمة قال: يقول الناس: القصاص لا يحفظون.

فكنت اقلب على ثابت البناني حديثه - يعني اجرب حفظه - فكنت اقول الحديث ابن فلان: كيف حديث عبد الرحمن بن أبي ليلى؟ فيقول لا، حدثناه فلان.

وأقول لحديث عبد الرحمن بن أبي ليلى: كيف حديث فلان؟ فيقول لا.

١- ابن أبي حاتم: الجرح والتعديل (٢/ ٣٥٥)

حدثنا عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى.[1]

۲. مخصوص کتب حدیث کے راویوں کے بارے میں تصنیفات:

علم رجال کی اولین کتب میں راویان حدیث کا تذکرہ بغیر کسی متعین کتاب کے کیا جاتا تھا، اور عمومی طور پر تراجم ذکر کیے جاتے تھے، اس حوالے سے سب سے پہلی کوشش ابو داود الطیالسی کی کتاب (معرفة رجال شعبه) قرار دی جا سکتی ہے، ان کے بعد مسلم بن الحجاج کی کتاب (رجال عروه) ہے، جس میں انہوں نے رجال عروہ کے ساتھ رجال زہری کا بھی تذکرہ کیا ہے، رجال کتب حدیث کے بارے میں مندرجہ ذیل مؤلفین کا تذکرہ ملتا ہے:

۱. التعريف برجال المؤطا ۔ابو زکریا یحییٰ بن ابراہیم بن مزین القرطبی (ف۲۵۹ھ)

۲. تسمية رجال عبد الله بن وهب ۔محمد بن وضاح (ف۲۸۷ھ)

۳. التعريف برجال المؤطا ۔محمد بن یحییٰ بن الحذاء التمیمی (ف۴۱۶ھ)

۴. رجال صحيح مسلم ۔ابو بکر احمد بن علی منجویہ الاصفہانی (۴۲۸ھ)

۵. شيوخ ابي داود ۔خلف بن قاسم بن سہل ۔ابن الدباغ ۔ (ف ۳۹۳ھ)

۶. رجال المؤطا ۔ ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی الاندلسی (ف ۴۷۴ھ)

۷. تسمية شيوخ ابي داود ۔ابو علی الحسین بن محمد بن احمد الجیانی (ف۴۹۸ھ)

۸. رجال سنن النسائي ۔ ابو علی الحسین بن محمد بن احمد الجیانی (ف۴۹۸ھ)

۱۔ ابن أبي حاتم: الجرح والتعديل (۲/ ٤٤٩)

۹. تسمية رجال الترمذي ـ عبدالعزیز بن محمد الاطرش الدورقی (ف ۵۲۳ھ)

۱۰. التذكرة برجال العشرة-ابوعبداللہ محمد بن علي بن حمزة الحسینی ومشقی ف ۷۶۵ھ)

۱۱. تعجيل المنفعةبزوائد رجال الائمة الاربعة -ابن حجر عسقلانی (ف ۸۵۲ھ)

رجال صحیح بخاری کے بارے میں تصنیفات:

۱. اسماء من روي عنهم البخاري ـ عبداللہ بن عدی الجرجانی (ف ۳۶۵ھ)

۲. ذكر اسماء التابعين و من بعدهم ممن صحت روايته من الثقات عند البخاري ـ الدارقطنی (ف ۳۸۵ھ)

۳. اسماء شيوخ البخاري ـ ابو عبداللہ بن مندہ (ف ۳۹۵ھ)

۴. الهداية و الارشاد في معرفة أهل الثقة و السداد ـ ابو نصر احمد بن محمد بن الحسین الکلاباذی (ف ۳۹۸ھ)

۵. التعديل و التجريح لمن روي عنه البخاري في الصحيح ـ ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی الاندلسی (ف ۴۷۴ھ)

رجال صحیحین کے بارے میں تصنیفات:

۱. رجال البخاري و مسلم ـ الدارقطنی (ف ۳۸۵ھ)

۲. ذكر قوم ممن أخرج لهم البخاري و مسلم في صحيح ما و ضعفهم النسائي في كتاب الضعفاء- الدارقطنی (ف ۳۸۵ھ)

۳. اسماء الصحابة التي اتفق فيها البخاري و مسلم وما انفرد به كل منهما - الدارقطنی (ف ۳۸۵ھ)

۴. الجمع بين رجال الصحيحين- ابو نصر احمد بن محمد بن الحسین الکلاباذی (ف۳۹۸ھ)

۵. المدخل الي الصحيحين –ابو عبداللہ الحاکم النیسابوری (ف۴۰۵ھ)

۶. رجال البخاري و مسلم –ھبۃ اللہ بن الحسن اللالکائی (ف۴۱۸ھ)

۷. الجمع بين رجال الصحيحين– ابو الفضل محمد بن طاہر المقدسی (ف۵۰۷ھ)

صحاح ستہ یا بعض کتب صحاح ستہ کے رجال کے بارے میں تصنیفات:

۱. تسمية شيوخ البخاري و مسلم و ابي داود والترمذي و النسائي في مصنفاتهم عن الصحابة و التابعين الي شيوخهم –ابو بکر احمد بن محمد بن احمد بن غالب البرقانی (ف۴۲۵ھ)

۲. المعجم المشتمل على ذكر اسماء شيوخ الأئمه النبل –ابن عساکر (ف۵۷۱ھ)

۳. الكمال في معرفة الرجال –المقدسی الجماعیلی (ف۶۰۰ھ)

۴. تسمية شيوخ البخاري و مسلم و ابي داود والترمذي و النسائي- عبداللہ بن سلیمان الانصاری الحارثی البلنسی (۶۱۲ھ)

۵. رجال الكتب الستة–ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد بن الأزہر الصریفینی (ف۶۴۱ھ)

۶. الجمع بين رجال الكتب الستة –ابن النجار البغداوی (ف۶۴۳ھ)

۷. تهذيب الكمال - یوسف بن عبد الرحمٰن بن یوسف، ابو الحجاج، جمال الدین ابن الزکی ابی محمد المزی (۷۴۲ھ)

۸. الكاشف عن رجال الكتب الستة - شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز الذہبی (ف ۷۴۸ھ)

۹. تذهيب التهذيب - شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز الذہبی (ف ۷۴۸ھ)

۱۰. إكمال تهذيب الكمال - مغلطائی (ف ۷۶۳ھ)

۱۱. خلاصة تذهيب تهذيب الكمال - احمد بن عبداللہ الساعدی الخزرجی (ف بعد از ۹۲۳ھ)

۱۲. خلاصة تهذيب الكمال - ابو العباس احمد بن سعد العسکری الحافظ الاندرشی (ف ۷۵۰ھ)

۱۳. خلاصة تهذيب الكمال - ابو بکر بن ابو المجد الحنبلی (ف ۸۰۴ھ)

۱۴. نهاية السول في رواة الستة الأصول - سبط ابن العجمی (ف ۸۴۱ھ)

۱۵. خلاصة تهذيب الكمال - القاضی ابن شہبہ الدمشقی (ف ۸۵۱ھ)

۱۶. تهذيب التهذيب - ابن حجر عسقلانی (ف ۸۵۲ھ)

۱۷. تقريب التهذيب - ابن حجر عسقلانی (ف ۸۵۲ھ)

۳. صحاح ستہ کے راویوں کے بارے میں تصنیفات کا تعارف:

۱- الكمال في أسماء الرجال

مصنف: عبد الغنی بن عبد الواحد بن علی بن سرور المقدسی الجماعیلی الدمشقی الحنبلی، ابو محمد، تقی الدین (ف ۶۰۰ھ)۔

ترتیب: عبدالغنی المقدسی نے اس کتاب میں صحیحین اور سنن اربعہ کے راویوں کے حالات جمع کیے ہیں، کتاب کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے، پہلی قسم میں صحابہ کرام کا تذکرہ کیا ہے، عشرہ مبشرہ سے ابتدا کی ہے اور ان کے بعد صحابہ کرام کے تراجم حروف معجم کی ترتیب پر ذکر کیے ہیں، پھر صحابیات، پھر صحابہ کی کنیتیں، پھر صحابیات کی کنیتیں اور اس کے بعد مبہم صحابیات، دوسری قسم کی ابتدا تابعین کے تراجم سے کی ہے اور ان کا آغاز محمد نام سے کیا ہے، اور انہیں ان کے آبا کی ترتیب معجمی پر مرتب کیا ہے، پھر باقی اسمائے رواۃ حروف معجم کی ترتیب پر تحریر کیے ہیں، اس کے بعد تابعیات اور دیگر خواتین راویات کا ذکر سابقہ ترتیب سے کیا ہے۔

منہج تراجم:

۱۔ راوی کا نام، کنیت اور نسب تفصیل کے ساتھ، نام یا لقب میں اختلاف یا اشکال کی وضاحت، مشکل اسما کا ضبط، مشتبہ اسما میں وصل اور فصل کی وضاحت، نسب میں قبیلے کا تعارف، مشہور رشتہ داروں کا تذکرہ، وطن کا تذکرہ، اسفار کی تفصیل، محل وفات اور دفن کی تفصیل، تاریخ وفات، اگر اختلاف ہو تو اس کا ذکر، بعض حالات میں عمر کا ذکر۔

۲۔ صحابی راوی کی احادیث کا تذکرہ، اگر تعداد کم ہو تو ان کتب کا تذکرہ جن میں یہ احادیث پائی جاتی ہیں، بعض دفعہ متن حدیث اور بعض مرتبہ صرف سند بیان کرتے ہیں، بعض مرتبہ اسانید کا حکم بھی بیان کر دیتے ہیں۔

۳۔ راوی کے اساتذہ اور تلامذہ کا تذکرہ۔

۴۔ صاحب ترجمہ کے مناقب اور تعریفی اقوال، امتیازی اوصاف و اعمال۔

۵۔ راوی کے بارے میں وارد اقوال کا تذکرہ، ان میں امام احمد، ابن معین، یحییٰ القطان، ابن المدینی، عمرو الفلاس، بخاری، ابو حاتم، ابو زرعہ، ابو احمد حاکم، دارقطنی، ابن عدی،

ابو سعید بن یونس، محمد بن سعد، محمد بن عبداللہ بن عمار، الجوزجانی، الفسوی اور العجلی کے اقوال شامل ہیں، بہت کم اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں۔

٦۔ راوی کی حدیث کے وجود کے بارے میں وضاحت کرتے ہیں، اگر کتب ستہ میں ہو تو کہتے ہیں: روي له الجماعة، صحیحین میں ہو تو: اتفقا عليه یا متفق عليه، کسی اور کتاب میں ہو تو اس کے نام سے بیان کرتے ہیں: روي له ابوداود، اگر کسی امام نے راوی سے براہ راست روایت کی ہو تو اس کو صرف تلامذہ میں ذکر کرتے ہیں، بعض راویوں کے بارے میں وضاحت کرتے ہیں کہ اس کی روایت انفرادی طور پر قبول نہیں ہے بلکہ مقروناً قبول ہے، بعض راویوں کا ذکر صرف دیگر راویوں سے امتیاز کے لیے کرتے ہیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایسے راوی کا ذکر کریں جو کتب ستہ کا راوی نہیں ہے، صحیح مسلم کے راویوں کے بارے میں وضاحت کرتے ہیں کہ اس راوی کی روایت مقدمہ میں ہے اور مسلم نے ان راویوں کے بارے میں وہ شرط نہیں رکھی جو صحیح کے راویوں کے بارے میں رکھی ہے، لہٰذا مقدمہ کے راویوں کا معاملہ صحیح کے راویوں سے مختلف ہے۔

٧۔ مقدسی کا طریقہ ہے کہ صرف صحاح ستہ کے راویوں کا تذکرہ کرتے ہیں، صحاح ستہ کے مؤلفین کی دیگر کتب کے راویوں کے تراجم نقل نہیں کرتے، اور اسی طرح ان راویوں کو شامل نہیں کرتے جن کی ان کتب میں متصل روایت نہ ہو، بلکہ ان کا ذکر کسی قصہ یا معلق روایت میں آیا ہو، بعض راویوں کے بارے میں یہ وضاحت کر دیتے ہیں ان کا ذکر فلاں ترجمہ میں گذر چکا ہے۔

٨۔ حافظ مزی نے تہذیب الکمال میں کوشش کی ہے کہ مقدسی کے اوہام اور اخطا پر تنبیہ کریں، بعض حالات میں وہ ان تصحیحات میں حق بجانب ہوتے ہیں لیکن بعض حالات میں ان سے بھی سہو ہوا ہے۔

٩۔ مقدسی نے اپنے مصر کے سفر میں حافظ سلفی سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور ان سے روایت

کی ہوئی کتب کی معلومات اس کتاب میں شامل کر دیں.

۱۰. مقدسی کی یہ کتاب صحاح ستہ کے رجال میں بنیادی مقام رکھتی ہے، بعد میں آنے والوں نے اسی کتاب کو بنیاد بنا کر اس میں اضافے اور اختصار کیا ہے.[1]

۲- تهذيب الكمال في أسماء الرجال

مصنف: یوسف بن عبد الرحمٰن بن یوسف، ابو الحجاج، جمال الدین ابن الزکی ابی محمد القضاعی الکلبی المزی (المتوفی: ۷۴۲ھ).

تعارف: حافظ المزی نے الکمال کے مطالعہ کے بعد محسوس کیا کہ اس میں راویوں کے اسما میں بہت نقص، خلل اور اوہام پائے جاتے ہیں، تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان معلومات کی بنیاد پر ایک نئی کتاب تیار کی جائے اور تہذیب الکمال تحریر کی، یہ کتاب مستقل بالذات کتاب ہے نہ کہ الکمال کا اختصار یا تہذیب، جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے.

الکمال اور تہذیب الکمال میں فرق:

اولاً: مقدسی نے الکمال میں صرف صحاح ستہ کے راویوں کے حالات جمع کیے ہیں، جبکہ مزی نے صحاح ستہ کے مؤلفین کی دیگر کتب حدیث کے راویوں کے تراجم بھی شامل کیے ہیں، اس طرح صحاح ستہ کے علاوہ انیس کتابوں کے راویوں کا اضافہ کیا جس سے اس کتاب میں سترہ سو تراجم کا اضافہ ہوگیا، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

امام بخاری کی تصنیفات:

۱- كتاب القراءة خلف الإمام.

۲- كتاب رفع اليدين في الصلاة.

۳- كتاب الادب المفرد.

۴- كتاب خلق أفعال العباد.

۱- العمري :بحوث في تاريخ السنة المشرفة ص١٦٦-١٧٣(به اختصار)

۵- صحیح بخاری میں معلق روایات کے راوی

امام مسلم کی تصنیفات :

۶- صحیح مسلم کا مقدمہ.

امام ابو داود کی تصنیفات:

۷- كتاب المراسيل.

۸- كتاب الرد عَلَى أهل القدر.

۹- كتاب الناسخ والمنسوخ.

۱۰- كتاب التفرد (وهو ما تفرد به أهل الامصار من السنن).

۱۱- كتاب فضائل الانصار.

۱۲- كتاب مسائل الإمام أحمد (وهي المسائل التي سأل عنها أبَا عَبد اللَّهِ أَحْمَد بْن محمد بن حنبل).

۱۳- كتاب مسند حديث مالك بن أنس.

امام ترمذی کی تصنیفات:

۱۴- كتاب الشمائل.

امام نسائی کی تصنیفات:

۱۵- كتاب عمل يوم وليلة.

۱۶– كتاب خصائص أمير المؤمنين علي بْن أَبي طالب رضي الله عنه.

۱۷- كتاب مسند علي رضي الله عنه.

۱۸- كتاب مسند حديث مالك بن أنس.

امام ابن ماجة القزويني کی تصنیفات:

۱۹- کتاب التفسیر.

ثانیاً: حافظ مزی نے بعض تراجم صرف دوسرے راویوں سے امتیاز کے لیے شامل کیے ہیں، جبکہ وہ صحاح ستہ کے راوی نہیں ہیں صرف نام اور طبقے میں مماثلت کی وجہ سے یہ امتیاز کرنا ضروری تھا.

ثالثاً: حافظ مزی نے اکثر تراجم میں تاریخی معلومات کا اضافہ کیا ہے، خصوصاً راوی کے شیوخ، تلامذہ، اقوال جرح و تعدیل وتوثیق اور تاریخ ولادت و وفات، ان معلومات سے تراجم کافی وسیع ہو گئے ہیں.

رابعاً: حافظ مزی نے اصل تراجم کے بعد چار اہم فصول کا اضافہ کیا ہے، جو الکمال میں نہیں پائی جاتیں.

۱. باپ یا دادا یا ماں یا چچا وغیرہ کی طرف منسوب راوی.
۲. قبیلہ یا شہر یا صنعت وغیرہ کی طرف منسوب راوی.
۳. لقب وغیرہ سے مشہور راوی.
۴. مبہم راوی.

خامساً: حافظ مزی نے بہت سے ایسے مصادر کی طرف رجوع کیا جن کی طرف صاحب الکمال نے رجوع نہیں کیا تھا.

سادساً: تہذیب الکمال میں تحقیق، تدقیق، کے ساتھ ساتھ مقدسی کے اوہام کی وضاحت اور ہر قسم کے خلل کی تصحیح کر دی گئی ہے. بعض حالات میں وہ ان تصحیحات میں حق بجانب ہیں، لیکن بعض میں ان سے بھی سہو ہوا ہے۔

سابعاً: ان تمام اضافوں کی وجہ سے تہذیب الکمال، اصل کتاب کے مقابلے میں تین گنا زیادہ ضخامت کی حامل ہے۔

منہج تراجم:

۱. الکمال میں پہلے صحابہ کرام کا تذکرہ کیا ہے، عشرہ مبشرہ سے ابتدا کی ہے اور ان کے بعد صحابہ کرام کے تراجم حروف معجم کی ترتیب پر ذکر کیے ہیں، پھر صحابیات، پھر صحابہ کی کنیتیں، پھر صحابیات کی کنیتیں اور اس کے بعد مبہم صحابیات۔ حافظ مزی نے تہذیب الکمال میں ایک نسق میں تمام راویوں کو جمع کر کے ان کے نام، باپ کا نام اور دادا کا نام حروف معجم کی ترتیب پر مرتب کیا ہے، صحابہ کرام کو بھی اسی ترتیب میں شامل کیا گیا ہے، لیکن حرف الف کی ابتدا احمد سے اور حرف میم کی ابتدا محمد سے کی ہے، اسما کی ترتیب کے بعد کنیتوں، نسب، القاب، اور مبہم راویوں کو بھی حروف معجم پر مرتب کیا ہے، آخر میں خواتین راویات کے نام، کنیتیں، نسب، القاب، اور مبہم راویات کو بھی اسی ترتیب پر شامل کیا ہے۔

۲. حافظ مزی نے کتاب میں مذکورہ اسما کی شہرت اور تکرار کی وجہ سے کثرت سے حوالے دے دیے ہیں جس سے راوی کو جاننے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

۳. حافظ مزی نے الکمال سے زائد تراجم کو سرخ روشنائی سے واضح کیا ہے، راوی اور اس کے باپ کا نام سرخ رنگ سے لکھا گیا ہے جبکہ اس کتاب میں صرف راوی کا نام سرخ رنگ میں تحریر کیا ہے۔

۴. تہذیب الکمال میں تراجم کو از سر نو ترتیب دی ہے، خاص طور پر راوی کے شیوخ کو حروف معجم پر مرتب کیا ہے اور اسی طرح تلامذہ کو بھی حروف معجم پر مرتب کیا ہے۔

۵. حافظ مزی نے ہر کتاب کے لیے ایک علامت مقرر کی ہے، یہ ستائیس علامتیں ہیں، جن میں سے چھ صحاح ستہ کے لیے، ایک صحاح ستہ میں متفق علیہ کے لیے، ایک سنن اربعہ میں متفق علیہ کے لیے، اور انیس علامات صحاح ستہ کے مؤلفین کی دیگر

کتب کے راویان کے لیے مخصوص کر دی گئی ہیں، یہ علامات راوی کا ترجمہ بیان کرنے سے پہلے تحریر کر دیتے ہیں، اور ترجمہ کے آخر میں صراحت سے بیان کر دیتے ہیں تاکہ کوئی التباس باقی نہ رہے۔

۲۔ حافظ مزی نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ راوی کے شیوخ اور تلامذہ کے ناموں کے ساتھ بھی یہ علامات لکھ دی ہیں، اس طرح معلومات کی باہم تصدیق کا بہترین طریقہ ایجاد کیا ہے۔[1]

۳- إكمال تهذيب الكمال

مصنف: ابو عبد اللہ علاء الدین مغلطائی بن قلیج بن عبداللہ البکجری الحکری الترکی اصلا، مصری نشأۃ، ۶۸۹ھ میں پیدائش ہوئی، ۷۶۲ھ میں وفات ہوئی۔[2]

حافظ مغلطائی نے کئی کتابوں پر استدراک اور رد کیا ہے، جن میں حافظ ابن نقطہ بغدادی کی کتاب إكمال الإكمال، ابو حامد صابونی کی کتاب تكملہ إكمال الإكمال، منصور بن سلیم الاسکندرانی کی الذيل على كتاب ابن نقطه، ابن الجوزی کی کتاب الضعفاء اور سہیلی کی الروض الانف شامل ہیں، اس مطالعہ سے حافظ مغلطائی کو رجال کے بارے میں خاص ملکہ حاصل ہوا جس کی بنیاد پر انہوں نے تهذيب الكمال پر بھی کام کیا۔

۱- د.بشار عواد: **مقدمہ محقق تهذيب الكمال**، ص۱/۴۱-۴۸

۲- تفصیل کے لیے دیکھیے:

لحظ الألحاظ (ص: ۳۳)، لسان الميزان (۷/ ۱۹۷)، شذرات الذهب (۶/ ۱۹۷)، النجوم الزاهرة (۱۱/ ۹)، تاج التراجم (۷۷) ذيل العبر (۱/ ۷۰-۷۳)، الدرر الكامنة (۵/ ۱۲۲)، طبقات الحفاظ للسيوطي (۲/ ۳۹۲) خطط المقريزي (۲/ ۳۹۲)، السلوك له، طبقات الشافعية للسبكي (۱۰/ ۴۰۸ - ۴۲۸).

حافظ مغلطائی نے مقدمہ کتاب میں ذکر کیا ہے کہ ان کے اس استدراک سے اصل کتاب کی قیمت اور اہمیت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی، وہ کہتے ہیں: میرا یہ خیال ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو اس اِکمال سے خوش ہوتے۔[1]

حافظ ابن حجر اپنی کتاب میں اس کتاب سے استفادہ کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

وقد انتفعت في هذا الكتاب المختصر بالكتاب الذي جمعه الإمام العلامة علاء الدين مغلطاي على "تهذيب الكمال" مع عدم تقليدي له في شيء مما ينقله, وإنما استعنت به في العاجل, وكشفت الأصول التي عزا النقل إليها في الآجل, فما وافق أثبته وما باين أهملته, فلو لم يكن في هذا المختصر الا الجمع بين هذين الكتابين الكبيرين في حجم لطيف لكان معنى مقصودا.[2]

اس مختصر کتاب میں، میں نے علاء الدین مغلطائی کی کتاب میں جو وہ نقل کرتے ہیں اس کی تقلید کیے بغیر، استفادہ کیا ہے، بلکہ میں نے فوری طور پر اس سے فائدہ اٹھایا ہے، اور تفصیل سے ان کے مصادر کا مطالعہ کیا ہے، جو موافق ملے انہیں میں نے درج کر دیا، اور جو مخالف ملے انہیں ترک کر دیا، اگر اس کتاب (تهذيب التهذيب) میں مختصر طور پر ان دونوں کتابوں کے فوائد جمع کر دیے جائیں تو مقصد حاصل ہو جائے گا۔

حافظ مغلطائی کے حافظ مزی پر مآخذ:

۱. بلا ضرورت بعض امور کا ذکر کرنا، جیسے مزی نے اکثر تراجم میں اسانید بیان کی ہیں، جس سے ان کا مقصد علو یا موافقت بتانا مقصود ہے۔
۲. ابن عبد البر کی کتاب سے سیرت نبوی کا تمام مواد نقل کرنا۔
۳. رجال کے تراجم میں ایسی روایات ذکر کرنا جن کا توثیق و ترجیح سے کوئی تعلق

۱- بشار عواد: مقدمه إكمال تهذيب الكمال ۱/۸

۲- ابن حجر: تهذيب التهذيب (۱/ ۸)

نہیں ہوتا.

۴. حافظ مزی کا راوی کے شیوخ اور تلامذہ کو بالاستیعاب ذکر کرنا جبکہ یہ چیز ناممکن ہے.

۵. حافظ مزی کا بعض امور میں صاحب الکمال (مقدسی) پر رد نہ کرنا.

خصوصیات:

۱. بعض تراجم کا استدراک جن کا حافظ مزی نے تذکرہ نہیں کیا (مؤلف کے خیال کے مطابق) جبکہ وہ تہذیب الکمال کی شرط کے مطابق ہیں، ان کی تعداد زیادہ نہیں ہے لیکن محقق کتاب کے مطابق اکثر میں مؤلف کو وہم ہوا ہے، حافظ مزی پر یہ استدراک لازم نہیں آتا. مثلاً: اسماعیل بن عمرو البجلی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ صحیح مسلم کے راوی ہیں اور انہیں مزی نے ذکر نہیں کیا،[1] یہ مؤلف کا وہم ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے وضاحت کی ہے کہ یہ راوی اسماعیل بن عمر الواسطی ہیں، اسماعیل بن قعنب[2] کے بارے میں بھی مؤلف کا کہنا ہے کہ مزی نے ذکر نہیں کیا، جبکہ مزی نے اسماعیل بن مسلمہ بن قعنب کے تحت راوی کا ترجمہ شامل کیا ہے[3].

۲. اس کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ مؤلف نے ایسی روایات سے جرح و تعدیل کا مواد اکٹھا کر دیا ہے جو اس دور میں مفقود ہیں، مثلاً: روایہ ابی جعفر

۱- مغلطائي: الحافظ علاء الدين بن قليج الحنفي (٦٨٩ - ٧٦٢ ھ) **إكمال تهذيب الكمال** تحقيق : أبو عبد الرحمن عادل بن محمد و أبو محمد أسامة بن إبراهيم، الفاروق الحديثة للطباعة والنشر ط/١ - ١٤٢٢ ھ ٢٠٠١ م٢/١٩٥

۲- مغلطائي :**إكمال تهذيب الكمال** ٢/١٩٩

۳- المزي: **تهذيب الكمال** ٣/٢٠٨

عن احمد، روایہ الغلابی عن یحییٰ بن معین، اسی طرح بعض ایسے مصادر کی طرف رجوع کیا ہے جو اب دستیاب نہیں ہیں، مثلاً: رشاطی کی مؤلفات، زبیر بن بکار کی مؤلفات، ابن قانع کی الوفیات، احمد بن ابی خالد کی التعریف بصحیح التاریخ اور تاریخ القراب، اور اس قسم کی دیگر کتب۔

۳. ایسے بے شمار اقوال جرح و تعدیل جمع کیے ہیں جو مزی نے شامل نہیں کیے تھے، اکثر یہ اقوال متاخر نقاد کے ہیں، مثل: ابن شاہین، حاکم، ابن حزم اور ابو اسحاق الصریفینی۔

۴. اس کتاب میں بعض اہم اقتباسات جمع کیے گئے ہیں، جو ابن المدینی اور ابن معین جیسے جلیل القدر نقاد سے تعلق رکھتے ہیں، ان میں سماع راوی کے وجود و عدم کے حوالے سے اقوال ہیں جیسے حسن بصری[1] اور ابراہیم بن یزید النخعی[2] کے تراجم میں پائے جاتے ہیں۔

۵. راویان حدیث کے انساب کے بارے میں مؤلف کی معلومات بہت وسیع ہیں اور اس بارے میں مؤلف نے قابل قدر معلومات کا اضافہ کیا ہے۔

منہج تراجم:

۱. مؤلف پہلے راوی کا نام حافظ مزی کی عبارت کے مطابق نقل کرتے ہیں، اس کے بعد اپنے استدراک یا تعقیب کا ذکر کرتے ہیں، جو اکثر حالات میں اصل مصنف پر لازم نہیں آتا سوائے انساب کے باب میں ان کی معلومات قابل قدر ہیں، مؤلف نے اسما اور کنی کے باب میں بہت محنت سے کام لیا ہے، اسی طرح

۱- مغلطائی: إكمال تهذيب الكمال ٤/٧٨

۲- مغلطائی: إكمال تهذيب الكمال ١/٣١٣

انساب کو بھی اصل مصادر کی طرف مراجعت کے بعد ثابت کیا ہے. اور کوئی ترجمہ ان کی تعقیب کے بغیر نظر نہیں آتا.

۲. حافظ مزی کے جمع کردہ تمام تراجم کو انہوں نے ایک ایک کرکے دیکھا ہے، اور جہاں بھی کوئی ادنی سے ادنی اختلاف کو ظاہر کیا ہے، اس طرح انہوں نے مزی کے مواد کا از سر نو جائزہ لیا ہے، جو کوئی معمولی کام نہیں ہے.

۳. جرح و تعدیل سے متعلق حتی الامکان میسر مواد جمع کرنے کی کوشش کی ہے. جو کہ ان کی اس علم اور کتب سے معرفت کی دلیل ہے، لیکن وہ اس حوالے سے کوئی نئی بات تو نہ لاسکے لیکن تجریح و توثیق میں اضافہ کیا ہے.

۴. ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، ضیاء المقدسی اور ابن الجارود کے رجال کا بھی تذکرہ کیا ہے. اور ان کی رائے کے مطابق ان ائمہ کرام کی ان رواۃ کی تخریج ان کے لیے توثیق کا درجہ رکھتی ہے.

۵. مؤلف نے کوشش کی ہے کہ تراجم صحابہ میں ان تمام صحابہ کرام کا ذکر کریں، جنہیں امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام طبرانی نے اپنی معجم میں شامل کیا ہے، خاص طور پر جب حافظ مزی صحبت کی نفی کریں یا اس میں اختلاف پایا جائے، مؤلف نے اس طرح صحبت کا اثبات یا اختلاف کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے.

۶. مؤلف نے کوشش کی ہے کہ ان تمام راویوں کو شامل کریں، جن کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ حافظ مزی نے انہیں تہذیب الکمال میں شامل نہیں کیا ہے.

۷. مؤلف نے ایسے راویوں کو ممتاز کرنے کی کوشش کی ہے، جو راوی کے نام سے مشابہت کی وجہ سے وہم کا باعث بن سکتے ہیں.

٨. مؤلف نے مقدمہ تہذیب الکمال پر کوئی تنقید نہیں کی ہے، بلکہ براہ راست راویوں کے ناموں سے کتاب کا آغاز کیا ہے۔

٩. مؤلف نے راویوں کے ناموں اور انساب کے ضبط کی بھرپور کوشش کی ہے، اور اس باب میں قابل قبول مصادر پر اعتماد کرتے ہوئے موافق اور مخالف اقوال ذکر کیے ہیں۔

بعض تراجم کے نمونے:

١. إسماعيل بن عمرو البجلي أبو إسحاق الكوفي سكن أصبهان.

ذكره البستي في كتاب «الثقات»، وقال: يغرب كثيرا.

وقال أبو عبد الله الحاكم في كتاب «المستدرك»: أنبا أبو عبد الله محمد بن أحمد بن بطة، ثنا الفضل بن أحمد بن أردشير الأصبهاني، ثنا أبو إسحاق إسماعيل بن عمرو البجلي سنة ثنان عشرة ومائتين، فذكر حديثا.

روى مسلم حديثه في «صحيحه» فيما ذكره أبو إسحاق الصريفيني، ومن خطه نقلت مجودا، وقال: روى عن: مالك بن أنس، والأجلح، وحبان بن علي العنزي، والمبارك ابن فضالة، وعمرو بن ثابت، والحسن بن صالح بن حي، ومسعر بن كدام، وإسرائيل، ويوسف بن عطية الصفار وشريك النخعي.

روى عنه: الإمام أحمد بن حنبل، وعبد الله بن محمد بن زكريا الأصبهاني، وأحمد بن إبراهيم بن عبد الله بن كيسان الثقفي، وإبراهيم بن نائلة الأصبهاني، ومحمد بن علي بن مخلد الرازي، وأحمد بن محمد بن عمر بن يونس اليماني، ومحمود بن أحمد بن الفرج، وأحمد بن مهران. قال أبو حاتم الرازي: ضعيف الحديث.

[لم يذكره المزي، ولم ينبه عليه كعادته.][1]

١- مغلطائي: إكمال تهذيب الكمال (٢/ ١٩٤)

۱. إسماعيل بن قعنب.

روى له ابن ماجه فيما ذكره «صاحب الكمال»، والصريفيني.

ولم ينبه المزي عليه أصواب ذكره أم خطأ كعادته، والله أعلم.[1]

۲.(خ م ت س ق) إسماعيل بن محمد بن سعيد بن أبي وقاص المدني.

ذكره أبو حاتم البستي في «جملة الثقات» وخرج حديثه في «صحيحه» وكذلك الحاكم. وزعم البرقي في كتابه «رجال الموطأ» أن سنه تقتضي الرواية عن غير واحد من الصحابة ولا نعلم له عنهم رواية.

فينظر في قول المزي: روى عن أنس الرواية المشعرة عنده بالاتصال.[2]

۳- تذهیب التهذیب

مصنف: شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قَایماز الذہبی (ف ۷۴۸ھ)۔

امام ذہبی نے تہذیب الکمال سے خاص طور پر بھر پور انداز میں فائدہ اٹھایا، ایک تو انہوں نے اکثر تراجم کو اپنی ضخیم کتاب تاریخ الاسلام میں شامل کرلیا، دوسری بات یہ کہ اس کتاب سے چار کتابیں مختصر انداز میں پیش کی ہیں:

۱. تذهيب التهذيب۔
۲. الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة۔
۳. المجرد من تهذيب الكمال۔
۴. المقتضب من تهذيب الكمال۔

۱- مغلطائی: إكمال تهذيب الكمال (۲/ ۱۹۹)

۲- مغلطائی: إكمال تهذيب الكمال (۲/ ۲۰۳)

ان میں سے آخر الذکر دونوں کتب مفقود ہیں جبکہ صرف الکاشف مطبوعہ موجود ہ ان دو کتابوں کا تعارف پیش کیا جاتا ہے:

تذهيب التهذيب میں امام ذہبی نے اصل کتاب کی ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے مختصر کرنے کے ساتھ ساتھ اس میں کئی قسم کے فوائد کا اضافہ کیا ہے:

۱. امام ذہبی نے چالیس راویوں کا اضافہ کیا ہے، جن کا ذکر تہذیب الکمال میں نہیں ملتا.

۲. راویوں کے تراجم میں ان کی عمر، سن وفات وغیرہ کا اضافہ کیا.

۳. امام ذہبی نے شیوخ اور تلامذہ کو حروف معجم کے بجائے طبقات کی ترتیب پر مرتب کیا ہے.

۴. اکثر تراجم میں امام ذہبی نے اپنے علم کی بنیاد پر آرا کا اظہار کیا ہے، اس میں یہ امور شامل ہیں:

- راوی کے بارے میں ابہام کی وضاحت.
- اجمال کی تفصیل.
- شک کا ازالہ.
- غلطی کی تصحیح.
- وہم کی تصحیح.
- راوی کے عقیدے کا بیان.
- حدیث کی صحت اور ضعف کا بیان.
- راوی کے بارے میں مزید وضاحت.
- راوی کے مزید شیوخ اور تلامذہ کا تذکرہ.
- راوی کے ایسے مناقب کا ذکر جس سے جرح و تعدیل میں مدد مل سکے.

- بعض راویوں پر حکم لگانے میں جرح و تعدیل کے فوائد کا تذکرہ[1]۔

۵- الکاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة

مصنف: امام شمس الدین ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن الذہبی الدمشقی (ف ۷۴۸ھ)۔

اس کتاب میں امام ذہبی نے تہذیب الکمال سے صحیحین اور سنن اربعہ کے راویوں کے تراجم کا انتخاب کرکے اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: هذا مختصر نافع في رجال الكتب الستة: الصحيحين، والسنن الاربعة، مقتضب من تهذيب الكمال- لشيخنا الحافظ أبي الحجاج المزي، اقتصرت فيه على ذكر من له رواية في الكتب، دون باقي تلك التواليف التي في التهذيب- ودون من ذكر للتمييز، أو كرر للتنبيه. یہ کتب ستہ کے راویوں کا نافع اختصار ہے جو ہمارے شیخ حافظ ابو الحجاج المزی کی کتاب تہذیب الکمال سے انتخاب کیا گیا ہے، اس میں میں نے صرف ان راویوں کا ذکر کیا ہے جن کی روایات کتب ستہ میں ہیں، تہذیب میں مذکور دیگر کتب، امتیاز اور تنبیہ کے لیے شامل کردہ راویوں کو اس کتاب میں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

امام ذہبی نے کتب ستہ کے لیے یہ رموز مقرر کیے ہیں: خ- صحیح بخاری، م- صحیح مسلم ،- سنن ابو داود، ت- سنن ترمذی، س- سنن نسائی، ق- سنن ابن ماجہ، ع- صحاح ستہ میں متفق علیہ- ۴- سنن اربعۃ میں متفق علیہ. ان کے علاوہ دیگر کتب کے لیے بھی رموز مقرر کیے ہیں: خت -معلقات بخاری، مق- مقدمہ صحیح مسلم، فق- تفسیر ابن ماجہ، ی- عمل الیوم و اللیلۃ نسائی، ص- خصائص امير المؤمنين علي بن ابي طالب رضي الله عنه، نسائی.

۱- علي بن نايف الشحود: **الخلاصة في علم الجرح و التعديل** -ص۵۹-۶۳

منہج تراجم: امام ذہبی ترجمہ راوی میں مندرجہ ذیل امور کو ملحوظ رکھتے ہیں:

١. راوی، اس کے والد اور دادا کا نام، کنیت، نسب اور نسبت.

٢. مشہور اساتذہ اور تلامذہ کے نام.

٣. راوی کے بارے میں بعض عام معلومات، اہم صفات، مناقب، اور علمی یا عملی کارنامے ذکر کرتے ہیں مثلاً: صفوان بن سليم الزهري مولاهم المدني الامام القدوة ومن يستسقي بذكره عن بن عمر وعبد الله بن جعفر وابن المسيب وعنه مالك والدراوردي يقال إنه لم يضع جنبه أربعين سنة وقيل إن جبهته ثقبت من كثرة السجود وكان قانعا لا يقبل جوائز السلطان ثقة حجة ولد سنة ستين وتوفي ١٣٢ ع[1].

٤. راوی کے بارے میں جرح و تعدیل: اکثر حالات میں دوسرے اہل علم کے اقوال ذکر کرتے ہیں، بعض مرتبہ راوی کے بارے میں تعدیل کا ذکر کرتے ہیں، جبکہ تجریحی اقوال بھی ہوتے ہیں لیکن وہ ترجیحاً تعدیل کا ذکر کرتے ہیں، بعض مرتبہ راوی میں اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے "مختلف فیہ" کہ دیتے ہیں، اور بہت سے مواقع پر سکوت اختیار کرتے ہیں، اور اس کی کوئی تفسیر نہیں کی جاسکتی.

٥. **تاریخ وفات:** اکثر حالات میں یقینی طور پر تاریخ وفات بیان کرتے ہیں، یا اختلاف ذکر کرتے ہیں، یا ذکر ہی نہیں کرتے ہیں جبکہ امام مزی نے تاریخ ذکر کی ہوتی ہے.

٦. کتب ستہ میں جنہوں نے اس راوی کی حدیث بیان کی ہوتی ہے، ان کے رموز تحریر کرتے ہیں.

١- الذهبي:الكاشف ١/٥٠٣ (٢٣٩٨)

کتاب کا عمومی منہج:

۱. مؤلف نے مختصر مقدمہ تحریر کیا ہے، جس میں موضوع کتاب اور صحاح ستہ کے لیے مستعمل رموز بیان کیے ہیں.

۲. تراجم کو ہجائی ترتیب کے مطابق راوی، اس کے باپ اور دادا کے نام پر مرتب کیا گیا ہے، لیکن بعض مرتبہ اس ترتیب کی خلاف ورزی کرتے ہوئے باپ کا نام نہیں ذکر کرتے بلکہ باپ کے ساتھ مذکور راویوں کے درمیان اس راوی کا بھی ذکر کر دیتے ہیں، تو اس راوی کو وہی پہچان سکتا ہے جو اس کا نسب جانتا ہو، مثلاً: بکیر بن الاخنس، بکیر بن ابی السمیط، بکیر بن شہاب، بکیر بن عامر البجلی، بکیر بن عبد اللہ بن الاشج، بکیر الطائی الضخم، بکیر بن عطاء، ان راویوں کو ترتیب سے بیان کرتے ہوئے درمیان میں بکیر الطائی الضخم کا ذکر کر دیا، اب یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس راوی کا تعلق ماقبل راوی سے ہے یا مابعد راوی سے؟[1]

۳. رجال حدیث کے اسما بیان کرنے کے بعد کنیتوں سے مشہور راوی، ابن فلان سے مشہور راوی، انساب، القاب، مبہم راوی، محدثات کے نام، ان کی کنیتیں، بنت فلان یا فلانہ سے معروف خواتین، مبہم راویات کی ترتیب قائم کی ہے.

۴. تراجم انتہائی مختصر ہیں، ایک یا دو سطروں سے تجاوز نہیں کرتے.

۵. راوی پر حکم اپنی طرف سے بھی لگاتے ہیں اور بعض حالات میں دیگر اہل علم کی آرا بھی نقل کرتے ہیں.

۶. اکثر تراجم میں (وثق) کی عبارت استعمال کرتے ہیں، جس سے مراد یہ ہے کہ اس راوی کو صرف ابن حبان اور ان جیسے متساہل علما نے ثقہ قرار دیا ہے، یہ ان کی طرف سے عدم موافقت کا اشارہ ہے.

۱- الذهبي: الكاشف ۱/۲۷۵

۷. مؤلف نے صحیح مسلم کے بعض راویوں کے بارے میں تنبیہ کی ہے کہ یہ راوی متکلم فیہ اور مجروح ہیں، امام مسلم نے ان کی روایت بطور متابعت ذکر کی ہے نہ کہ اصل کے طور پر، جبکہ امام مزی اور ابن حجر نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ مثلاً:

سليمان بن قرم الضبي – خت م تبعا د س[1]

صالح بن رستم أبو عامر الخزاز – خت ٤ م تبعا[2].

عبد العزيز بن المطلب بن عبد الله بن حنطب المخزومي – م متابعة ت ق.[3]

۸. مؤلف کا شمار معتدل ائمہ جرح و تعدیل میں ہوتا ہے، اور ہر کتاب میں ان کا مستقل منہج ہے، اگر ایک راوی کے بارے میں ان کا قول مختلف ہو جائے تو اس کی وجہ ان کا منہج ہوگا نہ کہ ان کو متشدد قرار دیا جائے، اس لیے کہ کاشف میں ان کا طریقہ کار میزان الاعتدال سے مختلف ہو سکتا ہے۔

۹. بعض راویوں کے بارے میں ایسی معلومات مہیا کرتے ہیں جس سے اس کا امتیاز ہو سکے، مثلاً: صهيب بن سنان النمري الرومي المنشأ سبته الروم من نينوى وأمه مازنية بدري من السابقين عنه بنوه حمزة وزياد وصيفي وسعد و سعيد بن المسيب مات بالمدينة وكان أشقر أصهب يخضب مات ٣٨ ع[4].

۱۰. مؤلف کے احکام اور اقوال اس کتاب اور دیگر تمام ان کی کتابوں میں انتہائی

۱- الذهبي:لكاشف ٤٦٣/١

۲- الذهبي:الكاشف ٤٩٥/١

۳- الذهبي:الكاشف ٦٥٨/١

۴- الذهبي:الكاشف ٥٠٥/١

انصاف، دقت نظر اور علمی امانت کے حامل ہیں.

٦- التذكرة بمعرفة رجال الكتب العشرة

مصنف: شمس الدین ابوالمحاسن محمد بن علی بن الحسن بن حمزۃ الحسینی الدمشقی (۷۱۵ھ - ۷۶۵ھ).

سبب تالیف: مؤلف مقدمہ میں تحریر کرتے ہیں: حافظ المقدسی کی الکمال کی طوالت کی وجہ سے میں نے اس کی تلخیص کی، اور اس میں سے صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتابوں کے راویوں کو حذف کرکے اس میں ائمہ اربعہ کے اقوال و روایات کی اسانید کی اہمیت کے خاطر ان کے رجال کو شامل کر دیا ہے۔[۱]

منہج تراجم:

۱. مؤلف نے آغاز میں مقدمہ شامل کیا ہے، جس میں کتاب کا موضوع، مشمولات اور سبب تالیف ذکر کیا ہے.

۲. مؤلف نے تہذیب الکمال میں سے صحاح ستہ کے مؤلفین کی دیگر کتابوں کے راویوں کو حذف کرکے ائمہ اربعہ کی کتب حدیث: امام مالک کی الموطاء، اور ائمہ کرام، ابو حنیفہ، شافعی، اور احمد کی مسانید کے رجال کو شامل کر دیا ہے.

۳. صحاح ستہ کے رموز کو باقی رکھتے ہوئے مسند شافعی کے لیے (فع)، مسند ابی حنیفہ کے لیے (فه)، مسند احمد کے لیے (أ)، مؤطا کے لیے (ك) اور عبد اللہ بن احمد کی اپنے والد کے علاوہ روایات کے لیے (عب) مقرر کیے ہیں.

۴. رجال کے نام اور آبا کے نام کو حروف معجم پر مرتب کیا ہے.

۵. راوی کی شناخت کے لیے اس کا نام، کنیت، نسبت، نسب اور لقب بیان کرتے

۱- رفعت فوزي: مقدمة التذكرة برجال العشرة ١/٤

ہیں۔

۶. راوی کے اہم شیوخ اور تلامذہ کا ذکر کرتے ہیں، اور اس میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاتے۔

۷. مؤلف نے دس محدثین کے شیوخ اور ان کی اسانید کے رجال میں فرق کیا ہے، اول الذکر کو رموز کے ذریعے اور آخر الذکر کے لیے صریح نام کا طریقہ اختیار کیا ہے. مثلاً: احمد بن حفص بن عبد اللہ السلمی کے ترجمے میں فرماتے ہیں: و عنه (خ، د، ن) و مسلم بن الحجاج.... [1] یعنی راوی بخاری، ابو داود اور نسائی کے شیوخ میں سے ہے اور مسلم کے راویوں میں سے ہے، ان کے اساتذہ میں سے نہیں، اور ترجمہ کے اختتام پر صرف (خ، د، ن) تحریر کرتے ہیں، یعنی مسلم سے ان کی روایت صحیح میں نہیں ہے۔

۸. راوی کے بارے میں جرح وتعدیل کے اقوال اختصار سے بیان کرتے ہیں، مثال: أبان بن تغلب الربعي، ابو سعد الكوفي القاري: قال أحمد و يحيي و أبوحاتم والنسائي: ثقة، وقال الجوزجاني: زائغ، مذموم المذهب، مجاهر، وقال ابن عدي: هو من أهل الصدق في الروايات، وان كان مذهبه مذهب الشيعة .(فع،أ ، م ، ٤) [2] مؤلف نے صرف چند نقاد کے اقوال بیان کیے جبکہ اس کے بارے میں مزید اقوال بھی موجود ہیں۔ [3]

۱- الحسيني: ابو المحاسن محمد بن علي العلوي الشافعي (ف٧٦٥ھ)التذكرة بمعرفة رجال الكتب العشرة (نسخة مصورة) ١/٥٢

۲- الحسيني :لتذكرة ١/٧

۳- دیکھیے:مغلطائی: إكمال تهذيب الكمال ١/١٥٧، ابن حجر: تهذيب التهذيب ١/ ٨١

خصوصیات:

۱. مؤلف کی علمی حیثیت اور مقام۔

۲. ائمہ مذاہب کے حوالے سے ان کے رجال کا تذکرہ صرف اسی کتاب میں ملتا ہے۔

۳. کتاب میں اختصار، حسن ترتیب اور استفادے میں سہولت پائی جاتی ہے۔

۴. حافظ ابن حجر نے اسی کتاب کو بنیاد بنا کر تعجیل المنفعہ تالیف کی۔

۷- نهاية السول في رواة الستة الأصول

مصنف: برہان الدین ابراہیم بن محمد الحلبی معروف بہ سبط ابن العجمی (ف ۸۴۱ھ)۔

باعث تالیف: مؤلف نے مقدمہ کتاب میں اس تالیف کا سبب بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں: اس سے پہلے تالیف شدہ کتابوں میں مزی کی تہذیب الکمال اور ذہبی کی تذہیب الکمال میں طوالت ہے، اسی طرح عبد الغنی المقدسی کی کتاب طویل ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں بعض غلطیاں بھی ہیں اور صحاح ستہ کے بعض راوی ان سے چھوٹ گئے ہیں، جن کے بارے میں مزی نے گرفت کی ہے، ذہبی کی دوسری کتاب الکاشف میں بہت اختصار سے کام لیا گیا ہے، اور اکثر اوقات وہ راوی کے بارے میں توثیق و تجریح ذکر نہیں کرتے ہیں، اور بعض شیوخ کی تاریخ وفات بھی چھوڑ دیتے ہیں، انہی وجوہات کی بنا پر میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ ایسی کتاب تیار کروں جس میں اکتا دینے والی طوالت ہو اور نہ بلا فائدہ اختصار ہو۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ مؤلف کے اپنے پیش رو مؤلفین پر کچھ اعتراضات تھے، اور بعض امور میں وہ نقص محسوس کرتے تھے، لیکن متقدمین کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے انہوں نے اس کا صراحت سے اظہار نہیں کیا لیکن ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کمی اور اعتراضات کا ازالہ بھی ایک سبب ہے۔

منہج تراجم:

۱. مؤلف نے کتب ستہ، امام بخاری کی معلقات، متابعات و شواہد، مقدمہ صحیح مسلم اور امام نسائی کی عمل الیوم واللیلہ کے راویوں کے تراجم شامل کیے ہیں، صحاح ستہ کے دیگر مؤلفین کی کتابوں کے راویوں کو نہیں لیا ہے۔

۲. مؤلف نے ناموں میں اشتباہ کی وجہ سے ایسے راویوں کو تمییز کے عنوان سے بیان کیا ہے، راویان حدیث کو اس کتاب میں شامل کرنے کے حوالے سے ان کا منہج امام ذہبی سے ملتا ہے کہ وہ صرف صحاح ستہ کے بنیادی راویوں کا ہی تذکرہ کرتے ہیں، اور اس لحاظ سے ان کا موقف ذہبی سے مختلف ہے کہ وہ نسائی کی عمل الیوم واللیلہ کو سنن کبری کا حصہ سمجھتے ہیں، امتیاز کے لیے مذکورہ راویوں کی تعداد مؤلف کے ہاں الکاشف سے زیادہ ہے، اس کے ساتھ ساتھ مغلطائی کے اضافہ کردہ راویوں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

۳. مؤلف نے مغلطائی سے جن راویوں کا اضافہ کیا ہے، وہ الکاشف میں نہیں ہیں، مثلاً: احمد بن زنجویہ[۱] کے بارے میں واضح کرتے ہیں کہ مزی اور ذہبی نے اس راوی کو ذکر نہیں کیا ہے جبکہ وہ ابو داود کا راوی ہے، حافظ مغلطائی نے اپنی کتاب میں اس کو شامل کیا ہے۔

۴. مؤلف ترجمہ راوی میں راوی کا نام، مختصر نسب، نسبت، کنیت اور اس کی حدیث کو روایت کرنے والے محدثین کے رموز بیان کرتے ہیں، اس کے بعد راوی کے اساتذہ اور تلامذہ کا بغیر کسی شرط کے بیان کرتے ہیں، یعنی یہ ضروری نہیں کہ وہ صحاح ستہ

۱- ابن سبط العجمي: **نهاية السول في رواة الستة الاصول** جامعه أم القري- معهد البحوث العلمية — مركز إحياء التراث الاسلامي — مكه المكرمه ط/ ۱ ۱٤۲۱ھ ۲۰۰۰م ۱/٦٤

کے راویوں میں سے ہوں، یا کبار اساتذہ میں سے ہوں، یا سب ثقہ ہوں، یا حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق ہوں، اس کے بعد راوی کے مناقب، علمی یا عملی کارہائے نمایاں بیان کرتے ہیں جس سے راوی کی شخصیت کا اندازہ ہوسکے. اس کے ساتھ ساتھ جرح وتعدیل کے اقوال اختصار کے ساتھ بیان کرنے کا اہتمام کرتے ہیں.

۵. اگر راوی کے بارے میں کوئی معلومات نہ میسر ہوں تو کہہ دیتے ہیں کہ مجھے کسی کا کوئی قول نہیں ملا.[۱]

۶. راوی کی حدیث کے بارے میں اگر کسی متقدم نقاد نے کوئی قابل انکار بات نقل کی ہو تو وہ بھی بیان کرتے ہیں.

۷. راوی کی تاریخ وفات کا بطور خاص اہتمام کرتے ہیں، اگر متعین تاریخ نہ ملے تو اندازے سے اس کو بیان کرتے ہیں، مثلاً: فلاں سن سے قبل وفات ہوئی،[۲] یا فلاں سن کے بعد تک زندہ تھے،[۳] یا فلاں سن میں زندہ تھے،[۴] یا فلاں سن کے بعد ان کا انتقال ہوا،[۵] تاریخ وفات کی اہمیت کے پیش نظر انہوں نے خصوصی اہتمام کیا اور دیگر اہل علم پر تنقید کی جو اس کا خیال نہیں رکھتے، جیسا کہ انہوں نے امام ذہبی کو الکاشف میں اس کا خیال نہ رکھنے پر مورد الزام ٹھہرایا ہے.

خصوصیات:

۱. یہ جامع متوسط حجم کی کتاب ہے، نہ بہت طویل اور نہ ہی بہت مختصر.

۱- دیکھیے: تراجم ۲۲۹، ۲۰۶، ۱۵۶، ۱۸، ۱۵

۲- دیکھیے: ترجمہ ۲۱

۳- دیکھیے: ترجمہ ۳۱

۴- دیکھیے: ترجمہ ۱۵، ۱۴

۵- دیکھیے: ترجمہ ۸۶

۲. مزی کی طرح مؤلف نے مقدمہ کے بعد سیرت نبویہ سے آغاز کیا ہے.

۳. سیرت نبویہ کے بعد الفاظ جرح وتعدیل کا مفہوم، وضاحت اور مراتب بیان کیے ہیں.

۴. تعارض جرح وتعدیل کے مسائلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، کیا جرح وتعدیل میں سے کسی کو مقدم سمجھا جائے گا؟ یا بغیر کسی وضاحت کے کسی ایک کو قبول کرلیا جائے گا؟ کیا اس میں ایک امام کا قول کافی ہوگا یا دو قول ہونے چاہییں؟ کیا روایت اور شہادت میں فرق ہے؟ کیا نقاد میں مرد ہونے یا آزاد ہونے کی شرط ہے؟

۵. اصول حدیث کے ان مسائل کا تذکرہ کیا ہے جن کا تراجم سے گہرا تعلق ہے، ان میں: مبتدع راوی کی روایت کو قبول کرنے کا مسائلہ، مسائلہ تدلیس، مخضرم کی تعریف اور ضبط، مختلط راوی کی روایت کو قبول کرنے یا نہ کرنے کا مسائلہ، مجہول راوی کا مسائلہ اور جہالت راوی کس طرح ختم ہو سکتی ہے؟ سب سے اہم بات یہ کہ وہ راوی میں اگر ان میں سے کوئی صفت پائی جاتی ہو تو اس کی وضاحت کردیتے ہیں.

۶. مشتبہ اسما اور انساب کو حروف کے ذریعے ضبط کرتے ہیں، وہ راوی چاہے صاحب ترجمہ ہو یا استطراداً ذکر کیا ہو، ضبط کے معاملے میں وہ انتہائی احتیاط اور دقت نظر سے کام لیتے ہیں.

۷. مؤلف نے ان راویوں کا بھی تذکرہ کیا جن کے بارے میں مغلطائی نے مزی پر تعقیب یا استدراک کیا ہے، اس طرح انہوں نے دونوں کتابوں کا خلاصہ ایک کتاب میں جمع کردیا ہے.

۸. مؤلف مزی کے اوہام کا بھی ذکر کرتے ہیں، اور اکثر یہ تنبیہات مغلطائی سے لی

ہیں، اور وہ انہی کی نسبت سے بیان کرتے ہیں، اور اگر مغلطائی کا مناقشہ کرتے ہیں تو بہت ادب واحترام کے ساتھ۔[1]

۹. بعض راویوں کے تراجم میں مؤلف منفرد ہیں، اور وہ معلومات مہیا کی ہیں، جو مقدسی، مزی، ذہبی اور مغلطائی بھی نہ لاسکے، مثلاً: صدقہ بن بشیر کی توثیق ابن ماکولا سے نقل کرتے ہیں، جو اور کسی نے نقل نہیں کی۔[2]

۱۰. کسی راوی کے بارے میں توثیق یا تجریح نہ ملے اور وہ راوی بخاری اور مسلم یا ان میں سے کسی ایک کا ہو تو وہ ان کی روایت کو ہی توثیق قرار دیتے ہیں، مثلاً: احمد بن جعفر[3]، ابراہیم بن حارث البغدادی[4]، بور بن اصرم المروزی[5] اور احمد بن عبدالرحمٰن بن وہب[6] وغیرہ۔

۱۱. مؤلف راوی کی توثیق یا تجریح کے لیے بعض دفعہ غیر متوقع مصادر سے بھی نقل کرتے ہیں، جو یقیناً نہایت مفید ہوتا ہے، اس لیے کہ عموماً اس طرف محقق کی توجہ نہیں جاتی، مثلاً: ابراہیم بن طہمان اور ابراہیم بن میمون الصنعانی کے بارے میں تلخیص المستدرک سے ذہبی کا قول نقل کرتے ہیں۔[7]

۱۲. مؤلف دیگر اہل علم کے تسامحات پر بھی نگاہ رکھتے ہیں، مثلاً ذہبی نے الکاشف میں

۱۔ دیکھیے: ترجمہ ۲،۳۴

۲۔ مزید دیکھیے: ترجمہ ۱۳۸، ۱۷

۳۔ ابن سبط العجمي: **نهاية السول** ۱/۱۵۲

۴۔ ابن سبط العجمي: **نهاية السول** ۹/۲۷۰

۵۔ ابن سبط العجمي: **نهاية السول** ۲/۳۵۱

۶۔ ابن سبط العجمي: **نهاية السول** ۱/۱۹۵

۷۔ ابن سبط العجمي: **نهاية السول** ۱/۱، ۲۸۸/۳٤۲

مبہم طور پر کہا: وهم من قال: انه الوكيعي، اس ابہام کو دور کرتے ہوئے بتایا کہ یہ قول ابن عساکر کا ہے،[1] اسی طرح الکاشف میں اغلاط کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔[2]

۱۳۔ بعض راوی لقب سے معروف ہوتے ہیں جبکہ ان کے نام بھی معلوم ہوتے ہیں۔ مزی اور ذہبی نے ایسے افراد کا ذکر القاب میں کیا ہے مگر اسما میں ذکر نہیں کیا۔ مؤلف نے ایسے راویوں کا ذکر القاب میں کیا ہے اور اسما میں اس کی نشاندہی کر دی ہے، مثلاً: ابراہیم بن عمر بن سفیہ، لقب بریہ ہے، مزی اور ذہبی نے "باء" کے باب میں (بريه) کے تحت ذکر کیا ہے اور اسما میں تنبیہ نہیں کی، جبکہ مؤلف نے القاب کے باب میں ذکر کرنے کے بعد اسما میں تنبیہ کی ہے۔[3]

۱۴۔ مؤلف نے بعض نادر اور مفقود کتابوں سے اقتباسات دیے ہیں، ان میں اپنے استاد العراقی کی تہذیب الکمال کے بارے میں کتاب سے نقول ہیں، اصل کتاب کے فقدان کی وجہ سے یہ نصوص انتہائی قیمتی ہیں، اور اس طرح اس کتاب کا کچھ حصہ محفوظ ہو گیا۔[4]

۱۵۔ مؤلف تراجم بیان کرنے کے دوران ایسے نادر فوائد بیان کرتے ہیں، جو اور کہیں نہ مل سکتے، مثلاً: احمد بن منیع بن عبد الرحمٰن ابو جعفر البغوی کے ذکر کے بعد تنبیہ کے تحت کہتے ہیں: جن راویوں سے مسلم نے روایت کی ہے، اور ان میں سے کسی سے بخاری نے روایت کی ہو، ایسے سات افراد ہیں: احمد بن منیع، داود

۱۔ ابن سبط العجمي: نهاية السول ۱/ ۲۱٦

۲۔ ابن سبط العجمي: نهاية السول ۱/ ۲۹۷

۳۔ ابن سبط العجمي: نهاية السول ۱/ ۲، ۲۱٤/۳، ۲٥۰

۴۔ دیکھیے: ترجمہ نمبر ۱۳۸، ۷۱، ۲۳۰، ۱۰۸

بن رشید، سریج بن یونس، سعید بن منصور عباد بن موسی، ہارون بن معروف اور عبید اللہ بن معاذ العنبری اور اس کے برعکس جن راویوں سے بخاری نے روایت کی ہے، اور ان میں سے کسی سے مسلم نے روایت کی ہو تو وہ پچاسی راوی ہیں۔[1]

۱۶۔ حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں راوی کے نام کے ساتھ (صح) تحریر کرتے ہیں، جو اس بات کی علامت ہے کہ راوی سب کے نزدیک قابل اعتماد ہے، مؤلف نے بھی اس طریقے کو ملحوظ رکھا ہے۔

۱۷۔ اگر راوی کے بارے میں حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ذکر کیا ہو تو مؤلف ان کے اقوال اختصار سے نقل کرتے ہیں، اس لیے کہ ذہبی کا قول اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے، مؤلف اس پر کوئی تعقیب یا اضافہ بھی کرتے ہیں اگر اس کی ضرورت ہو۔[2]

۱۸۔ مؤلف نے بعض عمومی قواعد و ضوابط کا بھی تذکرہ کیا ہے، جو عموماً نہیں ملتے، مثلاً: بشر بن قیس التغلبی کے ترجمہ میں کہتے ہیں: الظاهر أنه بالمثناة فوق، وبالغين المعجمة ، وذلك لأنه أكثر من الثعلبي، يعني بالثاء المثلثة و العين المهملة ، والقاعدة أن الاسم اذا لم يعرف ضبطه يقرأ بالأكثر الأغلب. راوی کے نام کا ضبط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: التغلبی، دو فوقیہ نقطوں والا، اور غین معجمہ کے ساتھ، اس لیے کہ یہ (الثعلبی) سے زیادہ ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ نام کا ضبط معلوم نہ ہو تو جو نام کثرت سے اور غالب ہوگا اسی

۱۔ ابن سبط العجمي: نهاية السول ۱/ ۲۳۰

۲۔ دیکھیے: ترجمہ نمبر ۱۲۱، ۱۱۹

طرح پڑھا جائے گا۔[1]

۸- تہذیب التہذیب

مصنف: ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی (المتوفی: ۸۵۲ھ)

حافظ ابن حجر نے تہذیب الکمال کا اختصار اور تہذیب کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور تہذیب التہذیب میں اختصار اور جامعیت کے ساتھ تمام معلومات پیش کر دی ہیں، اختصار اور تہذیب کا طریقہ کار مندرجہ ذیل ہے:

۱. حافظ ابن حجر نے تہذیب الکمال کے تراجم سے جرح و تعدیل کے علاوہ دیگر معلومات حذف کر دی ہیں، جن کا تعلق راوی کے مناقب یا واقعات سے تھا اور صرف اقوال جرح و تعدیل پر اکتفا کیا ہے، جن کے ذریعے راوی کے محدثانہ کردار پر روشنی پڑتی ہے۔

۲. حافظ مزی کی بیان کردہ روایات کو حذف کر دیا جو وہ اپنے علو سند کے لیے بیان کرتے ہیں، اس طرح ایک تہائی کتاب محذوف ہو گئی۔

۳. راوی کے بہت سے شیوخ اور تلامذہ کو حذف کر دیا اور صرف مشہور اور معروف پر اکتفا کیا ہے، خاص طور پر اگر راوی مکثرین میں سے ہو۔

۴. مختصر تراجم میں سے کچھ حذف نہیں کیا گیا۔

۵. راوی کے شیوخ اور تلامذہ کو حروف معجم پر مرتب کرنے کے بجائے انہیں عمر، حفظ، اور قرابت کی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔

۶. جرح و تعدیل کے اقوال میں اضافہ کیا ہے، جو اصل کتاب میں نہیں تھے، خاص طور پر علمائے مغرب اور اندلس کے علماء کے اقوال شامل کیے ہیں۔

۷. بعض تراجم میں اصل کتاب کا کلام بالمعنی بیان کرتے ہیں، مقاصد کو ملحوظ رکھتے

۱- قدمه محقق نهاية السول مختصرا ص۴۱-۵۱

ہوئے اس میں اضافہ بھی کرتے ہیں.

۸. راوی کی وفات کے بارے میں اختلاف کو حذف کردیتے ہیں، الا یہ کہ ذکر کرنا ضروری ہو.

۹. تہذیب الکمال میں مذکور کوئی ترجمہ حذف نہیں کیا.

۱۰. بعض تراجم کا اضافہ کیا ہے، جو حافظ ابن حجر نے حافظ مزی کی شرط کے مطابق پائے ہیں، اور اضافہ شدہ تراجم کو سرخ رنگ سے ممیز کیا ہے.

۱۱. بعض تراجم میں اپنی طرف سے (قلت) کہہ کر اضافہ کرتے ہیں، اور راوی کے بارے میں مزید معلومات مہیا کرتے ہیں.

۱۲. حافظ مزی کے مقرر کردہ رموز اور تراجم کی ترتیب کو حافظ ابن حجر نے برقرار رکھا ہے، رموز میں سے تین رمز (مق، ی، ص) حذف کردیے ہیں.

۱۳. حافظ مزی کی ذکر کردہ تین ابتدائی فصول (شروط ائمہ ستہ، ثقہ راویوں سے روایت کرنے کی ترغیب، سیرت نبوی) حذف کردی ہیں.

۱۴. ذہبی کی تذھیب التہذیب اور مغلطائی کی اکمال تہذیب الکمال سے اخذ کردہ معلومات کا اضافہ کیا ہے.

منہج تراجم:

۱. تمام تراجم کو حروف معجم کی ترتیب پر مرتب کیا ہے، لیکن حرف الف میں ابتدا (احمد) سے اور حرف میم میں ابتدا (محمد) سے کی ہے.

۲. ترجمہ راوی کے شروع میں رموز بیان کرتے ہیں جن سے صحاح ستہ میں راوی کی روایت کا علم ہو جاتا ہے، اس کے بعد راوی کا نام، نسب، کنیت، نسبت، اور اس کے بعد راوی کے اہم شیوخ اور تلامذہ، راوی کے بارے میں اقوال جرح و تعدیل، اور آخر میں تاریخ وفات ذکر کرتے ہیں.

۳ حافظ ابن حجر ترجمہ میں مزید معلومات کا اضافہ کرتے ہیں اور قلت کہہ کر یہ

اضافی معلومات دیتے ہیں جو کہ خالصتاً ان کا کلام ہوتا ہے۔[1]

۹- تقریب التهذيب

مصنف: ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی (المتوفی: ۸۵۲ھ)۔

حافظ ابن حجر نے تہذیب الکمال کو تهذيب التهذيب میں مختصر کیا اور اس کتاب کو تقريب التهذيب میں مختصر کیا اور کوشش کی کہ راوی کی معلومات صرف ایک سطر میں آ جائیں۔

منہج تراجم:

۱۔ راوی کا نام، باپ اور دادا کا نام، نسب، نسبت، کنیت، اور لقب، اس اہتمام کے ساتھ کے ہر لفظ کو حروف کے ذریعے ضبط کرتے ہیں۔ مثلاً: أحمد ابن جواس بفتح الجيم وتشديد الواو وآخره مهملة الحنفي[2]

۲۔ راوی کے بارے میں صرف ایک لفظ میں مختصر حکم یا مختصر عبارت میں راوی کے مقام کا بیان کرتے ہیں۔

۳۔ راوی کے طبقہ اور تاریخ وفات کا ذکر کرتے ہیں، حافظ ابن حجر نے راویوں کو بارہ طبقات میں تقسیم کیا ہے۔

۴۔ حافظ مزی کے مقرر کردہ رموز اور تراجم کی ترتیب کو حافظ ابن حجر نے برقرار رکھا ہے۔

۱- محمد عوامة: مقدمه تهذيب التهذيب ۱/ ۲-۸، الشحود: الخلاصه في علم الجرح و التعديل ، العمري: بحوث في تاريخ السنة المشرفة ص۱۷٦

۲- ابن حجر: تقريب التهذيب ص ۷۸

کتاب کی ترتیب:

۵- راویوں کی ترتیب کو حروف معجم کی ترتیب پر مرتب کیا ہے، لیکن حرف الف میں ابتدا (احمد) سے اور حرف میم میں ابتدا (محمد) سے کی ہے۔

۶- کنیتوں کی ترتیب بھی حروف معجم پر کی گئی ہیں۔

۷- باپ، ماں، دادا اور چچا کی طرف منسوب راویان کو مستقل طور پر بیان کیا ہے، اسی فصل میں ابن اخی فلان اور ابن ام فلان سے معروف افراد کا بھی ذکر کرتے ہیں مثلاً: ابن اخی الزہری، ابن ام مکتوم۔

۸- قبائل، شہر، اور پیشوں کی طرف منسوب افراد کا ذکر کرتے ہیں، مثلاً: الافریقی، الانصاری، الحلوانی، الغزّال، الورّاق۔

۹- القاب کا ذکر، مثلاً: الاحدب، الازرق، الاعمش، الاعرج، الکوسج، کنیتوں کی صورت میں القاب: ابو الاحوص، نسب کی صورت میں لقب: الدورقی، التنیسی، مبہم راوی: ابراہیم النخعی عن خالہ، وضاحت کرتے ہیں کہ عن خالہ سے کون مراد ہے، مبہم کنیتوں کی وضاحت: ابو اسحاق الهمداني عن رجل من سعدبن عبادة، ابو العشراء الدارمي عن ابيه، ابو الزبير المكي عن ابن عم ابي هريره عن ابي هريره.

۱۰- راویوں کے ذکر کے بعد خواتین راویوں کا ذکر سابقہ ترتیب کے ساتھ بیان کیا گیا۔

۱۰- جرح و تعدیل کے لحاظ سے ابن حجر نے راویوں کو بارہ مراتب میں تقسیم کیا ہے:

۱. الصحابۃ: ان کے مقام کی وجہ سے سب سے مقدم ہیں۔

۲. تاکید مدح بأفعل: مثلاً: أوثق الناس، یاصفت کی تکرار لفظاً: ثقة ثقة، یامعنی:

ثقة حافظ .

۳. صرف ایک صفت کے ساتھ، مثلاً: ثقة، متقن، ثبت، عدل.

۴. تیسرے درجے سے کچھ کم: صدوق، لا بأس به، ليس به بأس.

۵. چوتھے درجے سے کچھ کم :صدوق سيء الحفظ،، صدوق يهم، له أوهام، يخطئ، تغير بأخرة اور اسی سے ملحق وہ راوی ہیں جو کسی بدعت سے معروف ہیں مثلاً: التشیع والقدر، والنصب، والإرجاء، والتجہم، اس وضاحت کے ساتھ کون بدعت کا داعی ہے اور کون نہیں ہے.

۶. حافظ ابن حجر مقبول اس راوی کو کہتے ہیں جس کی روایات کی تعداد کم ہو، اور اس میں کوئی ایسا عیب ثابت نہ ہو جس کی وجہ سے وہ متروک قرار پائے اگر اس کی روایت کے متابعات پائے جائیں تو وہ مقبول ہے، بصورت دیگر وہ لین الحدیث کہلائے گا.

۷. وہ راوی جس سے ایک سے زائد نے روایت کی ہو لیکن توثیق نہ ہو: مستور، مجهول الحال.

۸. وہ راوی جس کے بارے میں کسی معتبر عالم کی توثیق نہ ہو، اور ضعیف قرار دیا گیا ہو: ضعيف.

۹. وہ راوی جس سے صرف ایک راوی نے روایت کی ہو، اور توثیق نہ ہو: مجهول.

۱۰. وہ راوی جس کی بالکل توثیق نہ ہوئی ہو، اور کسی عیب کی وجہ سے ضعیف قرار دیا گیا ہو: متروك، متروك الحديث، واهي الحديث، ساقط.

۱۱. وہ راوی جس پر کذب کی تہمت ہو.

۱۲. وہ راوی جس پر کذب یا وضع کا اطلاق کیا گیا ہو.

۱۱۔ ابن حجر نے راویوں کو بارہ طبقات میں تقسیم کیا ہے:

۱. صحابہ کرام.

۲. کبار تابعین، مثلاً سعید بن مسیب (ف ۹۴ھ).

۳. تابعین کا درمیانی طبقہ جس میں حسن بصری (ف ۱۱۰ھ) اور ابن سیرین (ف ۱۱۰ھ) وغیرہ شامل ہیں۔

۴. درمیانی طبقے کے بعد والے تابعین جو کبار تابعین سے روایت کرتے ہیں، مثلاً زہری اور قتادہ وغیرہ۔ (ف ۱۲۴ھ کے لگ بھگ).

۵. صغار تابعین جنہوں نے صحابہ میں سے صرف ایک یا دو کو دیکھا ہے، اور ان کی سماعت ان سے ثابت نہیں ہے، مثلاً: اعمش وغیرہ (ف ۱۴۷ھ کے لگ بھگ).

۶. پانچویں طبقے کے ہم عصر، لیکن کسی صحابی سے ان کی ملاقات ثابت نہیں ہے، مثلاً: ابن جریج۔ (ف ۱۵۰ھ).

۷. کبار اتباع تابعین، مثلاً امام مالک اور امام ثوری وغیرہ (ف ۱۶۰ھ-۱۷۹ھ).

۸. اتباع تابعین کا درمیانی طبقہ، مثلاً: ابن عیینہ اور ابن علیہ وغیرہ (ف ۱۹۸ھ).

۹. صغار اتباع تابعین، مثلاً: یزید بن ہارون اور امام شافعی وغیرہ (ف ۲۰۴ھ).

۱۰. اتباع تابعین سے روایت کرنے والے کبار راویان کرام، مثلاً: امام احمد (ف ۲۴۱ھ).

۱۱. ان راویوں کا درمیانہ طبقہ، مثلاً: امام ذہلی اور امام بخاری وغیرہ (ف ۲۵۶ھ).

۱۲. ان راویوں کا نچلا طبقہ، مثلاً: امام ترمذی وغیرہ (ف ۲۷۵ھ) اسی آخر الذکر طبقے میں صحاح ستہ کے مؤلفین کے اساتذہ بھی شامل ہیں، جن کی وفات متأخر ہے، مثلاً: امام نسائی کے شیوخ وغیرہ۔ ان راویوں کی تاریخ وفات کے بارے میں حافظ ابن حجر نے مندرجہ ذیل قاعدہ مرتب کیا ہے: پہلا اور دوسرا طبقہ: پہلے سو سال کے اندر۔ تیسرے سے لے کر آٹھویں طبقے تک: پہلے سو سال کے

بعد اور دو سو سال سے پہلے۔ نویں سے لے کر بارہویں طبقے تک: دو سو سال کے بعد۔

١١- تعجيل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة

ابن حجر عسقلانی: ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی (المتوفی: ۸۵۲ھ)۔

تعارف کتاب: مؤلف نے اس کتاب میں ائمہ اربعہ کی کتب کے راوی جمع کیے ہیں، ان سے پہلے الحسینی نے التذکرۃ بمعرفۃ رجال الکتب العشرۃ میں صحاح ستہ کے رجال کے ساتھ یہ راوی جمع کر دیے تھے، لیکن حافظ ابن حجر نے صرف کتب ائمہ اربعہ کے رجال کو الگ کرکے ان میں سے ان کو لیا ہے جن کا تذکرہ تہذیب الکمال میں نہیں ہے، ان کو مرتب کرنے کے بعد، معلومات کا اضافہ، اور بعض مقامات پر استدراک کیا ہے۔

منہج تراجم:

١. مؤلف نے آغاز میں مفصل مقدمہ تحریر کیا ہے، جس میں موضوع کتاب، طریقہ کار اور سبب تالیف بیان کیا ہے۔

٢. مؤلف نے رجال کے تراجم میں راوی کے نام، باپ اور دادا کے نام کو حروف معجم پر مرتب کیا ہے، یہ ترتیب صرف باب میم میں محمد اور باب عین میں عبداللہ ناموں میں ملحوظ نہیں رکھی گئی بلکہ ان ناموں کی اہمیت کے پیش نظر انہیں ترجیح دی گئی، اسما کے بعد کنیتوں سے شہرت پانے والے راویوں کا ذکر ہے، اور تکرار کی صورت میں پہلے مذکور اسم کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اس کے بعد مبہم اسما، اس کے بعد خواتین محدثات کے نام سابقہ ترتیب سے بیان کیے ہیں۔

٣. کتاب میں تراجم بعض طویل اور بعض بہت مختصر ہیں، مثلاً: صحابی صفوان بن

معطل کے ترجمے میں انتہائی تفصیل سے ان کے حالات بیان کیے ہیں،[1] جبکہ السکن بن نافع الباہلی کا ترجمہ صرف دو سطروں پر محیط ہے،[2] خاص طور پر اگر راوی تہذیب کے راویوں میں سے ہو تو صرف اس میں کسی قول کا اضافہ کرتے ہیں.

۴۔ ترجمہ راوی میں مؤلف راوی کا نام اور وہ تمام معلومات بہم پہچاتے ہیں جو راوی کی شناخت کے لیے ضروری ہیں،اور ان معلومات کی تصحیح بھی کرتے ہیں، مثال: (فع) **محمد بن عبد الرحمن بن عبد الله بن سعد بن معاذ، قلت: إنما جد أبيه سعد بن زرارة لا سعد بن معاذ وهو مذكور في التهذيب، ونسب سفيان أباه الي جده، فقال: عن محمد بن عبد الرحمن بن زرارة وكانوا يقولون: هذا عامل عمر بن عبد العزيز فجلست اليه.**[3] اس ترجمہ میں حافظ ابن حجر نے تصحیح کر دی کہ راوی کے والد کے دادا نام سعد بن زرارہ ہے نہ کہ سعد بن معاذ. ایک اور مثال میں خالد بن ابی ایوب انصاری المدنی کے ترجمہ میں وضاحت کرتے ہیں کہ میں نے ایوب بن خالد کے ترجمہ میں بتایا تھا کہ ایوب بن خالد کے دادا کا نام صفوان ہے، اور جب وہ روایت میں عن ابیہ عن جدہ کہتے ہیں تو ان کا اشارہ اپنے نانا کی طرف

۱۔ ابن حجر العسقلاني **تعجيل المنفعه بزوائد رجال الأئمه الأربعه**– تحقيق ودراسه: اكرام الله إمداد الحق ط/۱ -- دار البشائر الاسلاميه -- بيروت -- لبنان ۱٤۱٦ھ-۱۹۹٦ء ۱/٦٦٧-٦٧٢

۲۔ ابن حجر: **تعجيل المنفعة** ۱/٥٩٥

۳۔ ابن حجر: **تعجيل المنفعة** ۲/۱۹۱

ہوتا ہے، جو مشہور صحابی ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا نام خالد بن زید تھا، اور وہ ایوب کے والد، اور ابو ایوب کی بیٹی کے شوہر ہیں، نہ کہ ابو ایوب کے بیٹے۔

خالد بن أبي أيوب الأنصاري المدني، قلت: قد بينت في ترجمة أيوب بن خالد ان اسم جده: صفوان وان أيوب حيث روى عن أبيه عن جده أراد جده لامه وهو أبو أيوب الأنصاري الصحابي المشهور واسمه خالد بن زيد فخالد والد أيوب زوج بنت أبي أيوب لا ولد أبي أيوب والله اعلم، والحسيني تبع بن حبان فيما ذكره فإنه كذا قال في التابعين ولو كان على ظاهره لكان ممن وافق اسمه اسم أبيه وليس كذلك.[1]

۵. بعض مرتبہ ابن حجر الحسینی کی کتاب التذکرہ سے ترجمہ نقل کرتے ہیں، لیکن اس کی طرف اشارہ کیے بغیر اپنے انداز میں بیان کرتے ہیں، مثال: سعید بن شفی کا ترجمہ التذکرہ میں اس طرح ہے:سعيد بن شفي الكوفي: عن ابن عباس، وعنه ابو إسحاق الهمداني و ابو السفر، وثقه أبو زرعة و ابن حبان (أ).[2] جبکہ حافظ ابن حجر نے اس طرح بیان کیا ہے: (أ) سعيد بن شفي الهمداني الكوفي روى عن ابن عباس في قصر الصلاة في السفر روى عنه أبو إسحاق السبيعي وأبو السفر سعيد بن يحمد قال أبو زرعة الرازي كوفي همداني ثقة وذكره ابن حبان في الثقات.[3]

۱- ابن حجر: تعجيل المنفعة ٤٨٥/١

۲- ابن سبط العجمي: التذكرة ٥٩٠/١

۳- ابن حجر: تعجيل المنفعة ٤٨٥/١

٦۔ حافظ ابن حجر نقاد کی اصطلاحات کی تفسیر بھی کرتے ہیں، مثال: ابراہیم بن ابی حرۃ النصیبی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں: وقد وثقه أيضا أبو حاتم فقال لا بأس به،[1] جبکہ معروف یہ ہے کہ (لابأس به) ابو حاتم کے نزدیک صدوق کے برابر ہے، اسی طرح محمد بن ایوب بن میسرۃ بن حلبس الدمشقی ابو بکر الجبلانی کے ترجمہ میں (ليس بالمشهور) کی تفسیر کرتے ہیں: قال أبوحاتم: صالح لا بأس به ليس بمشهور، قلت: أورده النباتي في الضعفاء في ذيل الكامل، قال الذهبي في الميزان: وما فيه مغمز انتهى، ولعل مستند النباتي قول أبي حاتم ليس بمشهور ففهم من ذلك أنه عند أبي حاتم مجهول وليس كذلك بل مراد أبي حاتم أنه لم يشتهر في العلم اشتهار غيره من أقرانه مثل سعيد بن عبد العزيز وانظاره.[2]

٧۔ راوی کی توثیق اور تجریح پر دلالت کے لیے اس کی روایت بیان کرتے ہیں، مکمل حدیث یا اس کا بعض حصہ، اور اس حدیث کا صحت یا ضعف کے لحاظ سے حکم بیان کرتے ہیں، مثال: (ا) سالم بن أبي الجعد عن رجل من أشجع قال رأى النبي صلى الله عليه و سلم عليه خاتما من ذهب الحديث وفيه فطرحته الى يومي هذا رواه عنه حصين بن عبد الرحمن وسنده صحيح.[3] عبد اللہ بن ناسج الحضرمی کے ترجمہ میں یہ حدیث نقل کرنے کے بعد اس کی تحسین فرماتے ہیں: وقد ساق بن شاهين في

۱۔ ابن حجر: تعجيل المنفعة ۲۵۵/۱

۲۔ ابن حجر: تعجيل المنفعة ۱۷۱/۲

۳۔ ابن حجر: تعجيل المنفعة ۶۰۰/۲-۶۰۱

الصحابة من طريق الوليد بن مسلم عن حريز بن عثمان عن شرحبيل بن شفعة عن ناسج الحضرمي أن النبي صلى الله عليه و سلم مر برجلين يتبايعان شاة يتحالفان ثم مر بالشاة وقد اشتراها الرجل فقال قد أوجب أحدهما وهذا إسناد حسن.[۱]

۸. اگر راوی کا تعلق تہذیب الکمال کے راویوں سے ہے تو اس کا نام ذکر کرنے کے بعد صراحت کرتے ہیں، (هو في التهذيب)، اگر اس کے بارے میں کوئی اضافہ کیا گیا ہے تو اس کو مختصراً بیان کرتے ہیں.

۹. مؤلف اپنے کلام کو دوسروں کے کلام سے ممیز کرنے کے لیے (قلت) کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں.

۱۰. مؤلف اسما کے ضبط کا اہتمام کرتے ہیں، مشکل ناموں کا حروف کے ذریعے ضبط کرتے ہیں، مثال: شراحیل بن بکیل الخولانی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں: ووقع في النسخة بخط الصدر البكري بن بلال والصواب بموحدة ثم كاف وزن عظيم وكتبه الحسيني بلال تبعا للبكري.[۲] اسی طرح یوسف بن یونس بن حماس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں: وقال عبد الله بن يوسف التنيسي عن مالك عن يوسف بن سنان ابدل يونس فسماه سنانا وكذا قال أبو مصعب عن مالك قال البخاري والأول أصح وذكره بن حبان في الثقات وقال كان من عباد أهل المدينة وقد لمح مرة امرأة فدعا الله فاذهب عينيه ثم دعا الله فردهما عليه وذكر

۱- ابن حجر: تعجيل المنفعة ۱/۷۷٤

۲- ابن حجر: تعجيل المنفعة ۱/٦٣٨

مخالفة عبد الله بن يوسف لأصحاب مالك في تسمية والده ووقع في النسخة سنان والمعروف سفيان.[1]

١٢- خلاصة تذهيب تهذيب الكمال

مصنف : احمد بن عبد اللہ بن ابی الخیر بن عبد العلیم الخزرجی الانصاری الساعدی الیمنی، صفی الدین (المتوفی : بعد از ۹۲۳ھ)

تعارف : یہ کتاب حافظ ذہبی کی کتاب تذهیب التذهیب کا اختصار ہے، حافظ ذہبی نے اس کتاب کی طوالت کو محسوس کرتے ہوئے اس کی الکاشف میں تلخیص کی ، لیکن وہ کتاب مقصد پورا کرنے میں ناکام رہی جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تهذیب التهذیب کے مقدمہ میں لکھا ہے،[2] اس کے بعد انہوں نے بھی اپنی کتاب کی طوالت کو محسوس کرتے ہوئے تقریب التهذیب میں اس کا اختصار کیا، اسی طرح خزرجی نے حافظ ذہبی کی کتاب کو مختصر کرنے کا بیڑا اٹھایا اور یہ کتاب منصہ شہود پر نظر آئی.

کتاب کی ترتیب:

١. راوی کے صرف مشہور اساتذہ اور تلامذہ کا ذکر کیا ہے، بعض راویوں کے مشہور اساتذہ اور تلامذہ بیان کرنے سے ہی ان کا تعارف ہو جاتا ہے.

٢. راوی کے بارے میں ائمہ نقد کے اقوال جرح وتعدیل نقل کیے گئے ہیں.

١- ابن حجر: **تعجيل المنفعة** ٢/٣٨٩-٣٩٠

٢- إنما هي كالعنوان تتشوق النفوس إلى الاطلاع على ما وراءه, ثم رأيت للذهبي كتابا سماه "تذهيب التهذيب" أطال فيه العبارة, ولم يعد ما في التهذيب غالبا, تهذيب التهذيب (٣/٢)

۳. بہت سے راویوں کے تراجم میں ان کی روایت کردہ احادیث کی تعداد بھی بیان کرتے ہیں.

۴. صحاح ستہ کی جن کتب میں راوی کی روایت پائی جاتی ہے، ان کا تذکرہ اس وضاحت کے ساتھ کہ وہ روایت بطور احتجاج یا متابعت یا استشہاد بیان کی گئی ہے اور کیا یہ روایت مستقل ہے یا کسی اور راوی کے اشتراک میں ہے.

۵. راوی کے علمی اسفار کا بھی ذکر کرتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ راوی کا وطن، یا پرورش کا مقام یا وفات کا مقام اور سبب وفات اگر اس سے راوی کے حالات کی وضاحت ہوتی ہو.

۶. راوی کے بعض مناقب یا اس کے عیوب پر بھی روشنی ڈالتے ہیں.

۷. انتہائی اختصار کے ساتھ راوی کے بارے میں تمام وہ معلومات جمع کر دی گئی ہیں، جن سے راوی کے قبول ہونے یا قبول نہ ہونے پر روشنی پڑتی ہے.

۸. مؤلف نے صحاح ستہ اور ان کے مؤلفین کی کتب کے رجال کو جمع کیا ہے، جنہیں ذہبی نے تذھیب التھذیب میں جمع کیا ہے، ان کی تعداد ۲۵ ہے، اور یہی مزی کی ذکر کردہ کتب ہیں.

۹. مؤلف نے مذکورہ کتب کے لیے ۲۷ رموز بیان کیے ہیں، جو مزی اور ذہبی نے ذکر کیے ہیں، لیکن مؤلف نے ایک رمز (تمییز) کا اضافہ کیا ہے، اور اس سے مراد وہ راوی ہے جس کا نام کسی اور صحاح ستہ کے راوی کے مشابہ ہے، لیکن اس کی روایت ان کتب میں نہیں ہے، اس لیے امتیاز کے لیے اس کو بیان کیا گیا ہے.[1]

۱۔ الشیخ عبد الفتاح ابوغدة :مقدمه خلاصة تذهيب التذهيب: ص۹ ۱۰

منہج تراجم:

۱. مؤلف نے کتاب کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے: ۱۔ مرد راویان کرام ۲۔ خواتین راویان کرام، پہلی قسم کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے: پہلی قسم میں راویوں کو ان کے ناموں پر مرتب کیا ہے، جبکہ دوسری قسم میں کنیتوں پر ترتیب دیا ہے.

۲. اس قسم کے خاتمہ کو آٹھ فصول میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ ابن فلاں سے معروف، اور پہلے مذکور نہیں، یا ذکر ہوا لیکن اس نسبت سے مشہور نہیں.

۲۔ ابن فلاں سے معروف، اور پہلے گذر چکا ہے.

۳۔ نسبت سے معروف، اور پہلے مذکور نہیں.

۴۔ نسبت سے معروف اور پہلے گذر چکا ہے.

۵۔ لقب سے معروف.

۶۔ کنیت سے بطور لقب معروف.

۷۔ نسبت سے بطور لقب معروف.

۸۔ مبہم اسما.

اس کے بعد خواتین کے اسما بھی اسی ترتیب سے بیان کرتے ہیں جس طرح مرد راویوں کے نام بیان کیے تھے، لیکن خاتمہ میں صرف تین فصول بیان کرتے ہیں:

۱۔ بنت فلاں سے معروف، جو پہلے مذکور نہیں، اور جو پہلے گذر چکی ہیں.

۲۔ لقب سے معروف.

۳۔ مجہول راویات۔

۳۔ مؤلف نے حروف معجم پر رجال کی ترتیب کی ہے، باب ہمزہ میں احمد اور باب میم میں محمد سے آغاز کیا ہے، اور ہر حرف میں خاص اسم سے نام جمع کیے ہیں، مثلاً: باب عین میں (من اسمہ عمر) اور اس نام کے حامل تمام رجال کو جمع کیا ہے، اگر کوئی منفرد نام ہے تو ان ناموں کو اکٹھا کرکے **فصل التفاریق** میں ذکر کیا ہے۔

۴۔ مؤلف نے راوی کے بارے میں بعض معلومات کا بالالتزام ذکر کیا ہے، مثلاً: اساتذہ اور تلامذہ کا تذکرہ اور جرح و تعدیل کے اقوال بغیر اختصار کیے بلکہ یہ کہتے ہیں: وثقہ فلان، یا ضعفہ فلان. اور کچھ معلومات ایسی ہیں جو کبھی بیان کرتے ہیں، اور کبھی نہیں بیان کرتے، مثلاً: اقوال جرح و تعدیل، تاریخ وفات اور راوی کی احادیث کی تعداد وغیرہ۔[1]

بعض تراجم کے نمونے:

۱۔ (خَ ع أ) زيد بن أخرم بمعجمتين الطَّائي أَبُو طَالب الْبَصْرِيَ الْحَافِظ عَن يحيى الْقطَّان وَسلم بن قُتَيْبَة ومعاذ بن هِشَام وَعنهُ (خ ع أ) وَثَّقَهُ أَبُو حَاتِم قتلته الزنج بِالْبَصْرَة سنة سبع وَخمسين وَمِائَتَيْنِ.[2]

۱۔ الطحان: محمود أحمد اصول التخريج و دراسة الاسانيد ط/۱ مكتبه المعارف للنشر والتوزيع الرياض ص۱۹۳-۱۹۶

۲۔ الخزرجي: أحمد بن عبد الله بن أبي الخير بن عبد العليم الأنصاري الساعدي اليمني، صفي الدين (المتوفى: بعد ۹۲۳ھ) خلاصة تذهيب تهذيب الكمال في أسماء الرجال تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة مكتب المطبوعات الإسلامية/دار البشائر حلب / بيروت ط/ ٥ - ١٤١٦ ھ (ص: ١٢٦)

۲- (ت س) زيد بن ظبْيَان الْكُوفِي عَن أبي ذَر وَعنهُ ربعي بن حِرَاش.[1]

۳- (ع أ) عَاصِم بن ضَمرَة السَّلُولي الْكُوفِي عَن عَليّ وَعنهُ حبيب بن أبي ثَابت وَالْحكم بن عتيبة وَثَّقَهُ ابْن الْمَدِينِيّ وَابْن معِين وَتكلم فِيهِ غَيرهمَا، قَالَ خَليفَة مَاتَ سنة أَربع وَسبعين وَمِائَة.[2]

۴- (د) عبد الرَّحْمَن بن قيس الْعَتكِي بمثناة أَبُو روح الْبَصْرِيّ عَن يحيى بن يعمر وَعنهُ يحيى الْقطَّان.[3]

۴- ثقہ راویوں کے بارے میں تصانیف

صرف ثقہ راویوں کے بارے میں بھی ائمہ کرام نے کتابیں تحریر کی ہیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱. الثقات و المثبتون - علی بن عبداللہ المدینی (ف ۲۳۴ھ).
۲. الثقات - ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی (ف ۲۶۱ھ).
۳. الثقات - ابوالعرب محمد بن احمد التمیمی (ف ۳۳۳ھ).
۴. الثقات - محمد بن احمد بن حبان البستی (ف ۳۵۴ھ).
۵. مشاهير علماء الأمصار - محمد بن احمد بن حبان البستی (ف ۳۵۴ھ).
۶. الثقات - ابو حفص بن احمد بن عمر بن بشران السکری (ف ۳۶۷ھ).
۷. تاريخ اسماء الثقات ممن نقل عنهم العلم - عمر بن احمد بن شاہین الواعظ (ف ۳۸۵ھ).

۱- الخزرجي: خلاصة تذهيب تهذيب الكمال (ص: ۱۲۸)
۲- الخزرجي: خلاصة تذهيب تهذيب الكمال (ص: ۱۸۲)
۳- الخزرجي: خلاصة تذهيب تهذيب الكمال (ص: ۲۳۳)

۸. **المدخل الى الصحيحين** ۔ابو عبداللہ الحاکم (ف ۴۰۵ھ).

۹. **الثقات** ۔ قاسم بن قطلوبغا (ف ۸۷۹ھ).

ان کتابوں میں سے العجلی، ابن حبان البستی، حاکم اور ابن شاہین کی کتب محفوظ اور متداول ہیں۔[1]

۱. کتاب الثقات:

مصنف: ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی (ف ۲۶۱ھ).

اصل کتاب میں سے صرف دوسرا حصہ ہم تک پہنچ سکا ہے، لیکن حافظ نور الدین الہیثمی (ف ۸۰۷ھ) کی ترتیب سے مکمل کتاب موجود ہے، جسے انہوں نے حروف معجم پر مرتب کیا ہے، اور احمد سے ابتدا کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل کتاب طبقات پر مرتب تھی، جیسا کہ کتاب کے دوسرے حصے میں طبقہ تابعین کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے، اور طبقہ اسماحروف پر مرتب نہیں ہے۔

حافظ عجلی کو متساہل نقاد میں شمار کیا جاتا ہے، جیسا کہ علامہ عبد الرحمن بن یحییٰ المعلمی[2] اور علامہ البانی[3] نے ذکر کیا ہے۔

۱- العمري: **بحوث في تاريخ السنة المشرفة** ص ۱۱٦-۱۱۷

۲- المعلمي اليماني: مؤلف: عبد الرحمن بن يحيى بن علي بن محمد العتمي (ف: ۱۳۸٦ھ) **الأنوار الكاشفة لما في كتاب "أضواء على السنة" من الزلل والتضليل والمجازفة** المطبعة السلفيه ومكتبه/ عالم الكتب --- بيروت ۱٤۰٦ ھ / ۱۹۸٦ م ص٦۸

۳- الألباني: أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين، بن الحاج نوح بن نجاتي بن آدم، الأشقودري (ف: ۱٤۲۰ھ) **سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها** ط/۱ مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، الرياض۲/۲۱۹

منہج تراجم:

۱. حافظ عجلی نے وضاحت اور تثبت سے تراجم بیان کیے ہیں، جو مختصر انداز میں ایک سطر سے لے کر ۲۰ سطروں تک پائے جاتے ہیں.

۲. ترجمہ میں راوی کا نام، باپ کا نام، کنیت، وطن کی طرف نسبت، تعدیل کا قول، طبقہ راوی، صحابی اور تابعی کی صورت میں وضاحت، صاحب ترجمہ کی کوئی علمی حیثیت مثلاً: صاحب سنہ یا صاحب تفسیر وغیرہ ذکر کیا گیا ہے، راویوں کے عقائد بھی بیان کرتے ہیں، اور اصحاب بدعت کا بطور خاص ذکر کرتے ہیں، بعض ضعیف راویوں کا ذکر کرتے ہیں مثلاً: بشر المریسی کا ذکر اس پر لعنت اور فسق کے ساتھ کیا ہے، بعض راویوں کا مرتبہ قضا پر فائز ہونے کے بارے میں بتاتے ہیں، اکثر راوی کے بارے میں واقعات اور حکایات بیان کرتے ہیں مثلاً: امام احمد کی ابتلا کا دور.

۳. راوی کے شیوخ اور تلامذہ کا بہت کم تذکرہ کرتے ہیں.

۴. راوی کا ذکر کرتے ہوئے اس کے بھائی یا باپ کا بھی ذکر کر دیتے ہیں، مثلاً: مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر کے بارے میں فرماتے ہیں: مطرف بن عبد الله بن الشخير بصرى تَابِعِيّ ثِقَة من خِيَار التَّابِعين رجل صَالح وَكَانَ أَبوهُ من أَصْحَاب النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم [1]

۵. بعض دفعہ راوی اور اس کے بھائیوں کا تذکرہ ایک سیاق میں کر دیتے ہیں.

۶. بعض حالات میں بھائیوں کا تذکرہ کرتے ہیں اور ضبط، یا کثرت روایت یا عبادت کے حوالے سے تقابل کرتے ہیں مثلاً: جَامع بن أبي رَاشد أَخُو ربيع ثِقَة ثَبت إِلَّا أَن ربيعا أرفع مِنْهُ فِي الْعِبَادَة وهما فِي عداد الشُّيُوخ لَيْسَ حَدِيثهمَا

---

۱ - ابن حبان: **الثقات** ۲/۲۸۲

بكَثِير[1]

۷. بعض مرتبہ راوی کے بیٹوں کا ذکر کرتے ہیں اور ان کی عمر اور مقام کے لحاظ سے تقابل کرتے ہیں مثلاً: مبارك بن سعيد أَخُو سُفْيَان الثَّوْرِيّ كوفي ثِقَة وَعمر بن سعيد وَهُوَ أحدثهم سنا وَهُوَ دونهم فِي الْفضل[2]

۸. حافظ عجلی بعض تراجم دو یا تین مرتبہ ذکر کرتے ہیں، اور ان کی وضاحت نہیں کرتے جس کی وجہ سے کتاب پر کام کرنے والوں کو دقت محسوس ہوتی ہے۔

۹. بعض راویوں کے بارے میں سکوت اختیار کرتے ہیں، جس کی وجہ نہیں معلوم ہو سکی۔

۱۰. راوی کا مرتبہ بیان کرتے ہوئے بعض علل کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں جن کی وجہ سے راوی ضعیف ہو سکتا ہے یا اس کے بارے میں توقف کیا جائے گا جب تک کہ اس کی توثیق نہ ہو جائے۔[3]

حافظ عجلی کے استعمال کردہ الفاظ جرح و تعدیل:

ثقة ثبت في الحديث حسن الحديث ،ثقة ثبت مأمون.ثقة ثقة ثقة رفيع.ثقة رجل صدق.ثقة من خيار الناس.ثبت في الحديث.ثبت نقي الحديث.ثقة.ثقة لا بأس به.ثقة حسن الحديث.صدوق.صدوق ثقة.صدوق جائز الحديث.حسن الحديث.لا بأس به.جائز الحديث لا بأس به.جائز الحديث حسن الحديث.جائز الحديث.شيخ صدوق.جائز الحديث وليس

۱- ابن حبان: الثقات ۱/۲٦٥

۲- ابن حبان: الثقات ۲/۲٦۳

۳- العمري : بحوث في تاريخ السنة المشرفة ص۱۱۷-۱۱۸، الشحود:الخلاصة في علم الجرح و التعديل ص ١٥٦-١٧٥

بالقوی في عداد الشيوخ.جائز الحديث لا بأس به يكتب حديثه.لا بأس به يكتب حديثه.صويلح لا بأس به.ثقة كان لا يتهم بالكذب.لا بأس به يكتب حديثه.ليس بالقوى.

ضعيف الحديث.ضعيف الحديث وهو يكتب حديثه.ضعيف الحديث وهو صدوق.يكتب حديثه وهو ضعيف الحديث.ضعيف جائز الحديث يكتب حديثه.الناس يضعفونه.ضعيف الحديث يكتب حديثه وفيه ضعف.ليس بحجة.ضعيف الحديث ليس بشيء.ليس بشيء.مجهول.مجهول بالنقل.لا يقيم الحديث حديثه يدلك على ضعفه.واهي الحديث.لا يكتب حديثه.ضعيف الحديث متروك.متروك الحديث.[1]

۲۔ كتاب الثقات

مصنف: محمد بن احمد بن حبان البستی (ف ۳۵۴ھ)۔

حافظ ابن حبان نے ثقہ راویوں کے بارے میں دو کتابیں تحریر کی ہیں: کتاب الثقات اور مشاہیر علماء الامصار، دونوں کتابیں موجود اور متداول ہیں، کتاب الثقات کے بارے میں معلومات درج ذیل ہیں:

ترتیب کتاب:

۱ ابن حبان نے یہ کتاب طبقات پر مرتب کی ہے، پہلی جلد میں طبقہ اول: صحابہ کرام، دوسری جلد میں طبقہ ثانیہ: تابعین کرام، تیسری جلد میں طبقہ ثالثہ: اتباع التابعین اور تبع الاتباع اور باقی رجال بقیہ کتاب میں اسی ترتیب سے بیان کیے ہیں۔

۲۔ پہلی جلد میں نبی کریم ﷺ کی ولادت، بعثت، ہجرت، اور آپ کی وفات تک مغازی

۱۔ الشحود: الخلاصة في علم الجرح و التعديل ص۱۶۳

کا تذکرہ کیا ہے، اس کے بعد خلفائے راشدین کا تذکرہ انتہائی اختصار اور حذف اسانید کے ساتھ کیا ہے۔

۳۔ صحابہ کرام میں خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ کا ذکر کرنے کے بعد بقیہ صحابہ کرام کو حروف معجم کی ترتیب سے بیان کیا ہے۔

۴۔ باقی جلدوں میں تابعین، اتباع تابعین اور ان کے بعد آنے والوں کا ذکر ہر طبقہ میں حروف معجم کی ترتیب کے مطابق کیا ہے اور ہر حرف میں رجال کے بعد نسا کا ذکر کیا ہے، ہر طبقہ کے بعد کنیت سے معروف رجال کا ذکر اور کنیت سے معروف خواتین کا ذکر کیا ہے۔

منہج تراجم:

۱۔ ترجمہ راوی میں نام، باپ کا نام، کنیت، نسب اور بعض حالات میں ماں کا نام بھی لکھ دیتے ہیں۔

۲۔ صحابہ کرام کے تراجم میں مکان اقامت اور روایت کے لحاظ سے معلومات مہیا کرتے ہیں، بعض احادیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں، غزوات اور فتوحات میں ان کی شرکت کا تذکرہ کرتے ہیں۔

۳۔ بعض تراجم میں سن وفات اور مقام وفات بیان کرتے ہیں۔[1]

۴۔ ابن حبان کی توثیق کے درجات: علامہ عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی کی تحقیق کے مطابق ابن حبان کی توثیق کے درجات مندرجہ ذیل ہیں:

پہلا درجہ: توثیق کی صراحت جیسا کہ وہ کہتے ہیں: **كان متقنا ، مستقيم الحديث** وغیرہ۔

دوسرا درجہ: راوی ابن حبان کے شیوخ میں سے ہو جنہیں انہوں نے اچھی طرح

۱- العمري :بحوث في تاريخ السنة المشرفة ص۱۱۸-۱۲۱

جان لیا ہے.

تیسرا درجہ: راوی کثرت حدیث کے لیے معروف ہو اور ابن حبان اس کی روایات کا علم رکھتے ہوں.

چوتھا درجہ: ابن حبان کے سیاق کلام سے معلوم ہو کہ وہ راوی کو اچھی طرح جانتے ہوں.

پانچواں درجہ: مندرجہ بالا سے کمتر ہو.

پہلا درجہ توثیق کا حامل ہے جیسا کہ دیگر اہل علم توثیق کرتے ہیں، دوسرا درجہ اس سے قریب تر ہے، تیسرا درجہ مقبول، اور چوتھا درجہ صالح کے برابر ہے، اور پانچواں درجہ خلل کا حامل ہو سکتا ہے.[1]

۵. ابن حبان نے تراجم انتہائی اختصار سے عموماً ایک یا دو سطروں میں بیان کیے ہیں، بعض تراجم دس سطروں میں ہیں جیسے ابراہیم النخعی[2] اور اسماعیل بن عبدالرحمٰن الانصاری[3]، اور بعض تراجم بیس سطروں تک پہنچ گئے ہیں جیسے عبد اللہ بن المبارک، مالک اور اوزاعی[4] وغیرہ.

۶. **کتاب الثقات میں ابن حبان کا منہج:**

اولاً: کتاب میں مذکور تمام راوی قابل احتجاج ہیں، اس میں ثقہ، صدوق، لا بأس به

۱- المعلمي اليماني: **التنكيل بما في تأنيب الكوثري من الأباطيل** مع تخريجات وتعليقات: محمد ناصر الدين الألباني- زهير الشاويش- عبد الرزاق حمزة ط/١ - المكتب الإسلامي، ١٤٠٦ هـ - ١٩٨٦م ٦٦٩/٢

۲- ابن حبان: **الثقات** ١٨/٤

۳- ابن حبان: **الثقات** ١٨/٤

۴- ابن حبان: **الثقات** ٧/٧-٨، ٦٢، ٤٥٩

اور مستور بھی شامل ہیں، ابن حبان کتاب کے مقدمے میں فرماتے ہیں: فکل من أذکرهُ فِي هَذَا الکتاب الأول فَهُوَ صَدُوق یجوز الِاحْتِجَاج بِخَبَرِهِ إذا تعری خَبره عَن خِصَال خمس: فَإِذا وجد خبر مُنكر عَن وَاحِد مِمَّن أذکرهُ فِي کتابي هَذَا فَإِن ذَلِك الْخَبَر لَا يَنْفَكّ من إِحْدَى خمس خِصَال:

۱- إِمَّا أَن یکون فَوق الشَّيْخ الَّذِي ذکرت اسْمه فِي کتابي هَذَا فِي الْإِسْنَاد رجل ضَعِيف لَا یحْتَج بِخَبَرِهِ

۲- أَو یکون دونه رجل واه لَا یجوز الِاحْتِجَاج بروايته
أَو الْخَبَر یکون مُرْسلا لَا يلْزمنَا بِهِ الْحجَّة
أَو یکون مُنْقَطِعًا لَا یقوم بِمثلِهِ الْحجَّة
أَو یکون فِي الْإِسْنَاد رجل مُدَلّس لم یبین سَمَاعه فِي الْخَبَر من الَّذِي سَمعه مِنْهُ[۱]

"وہ تمام راوی جنہیں میں کتاب میں ذکر کروں گا وہ سب صدوق ہیں ان کی روایات قابل احتجاج ہیں اگر پانچ باتوں سے پاک ہوں، اگر کوئی روایت ان راویوں سے منقول ہو جنہیں میں ذکر کروں گا تو وہ روایت ان پانچ میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہوگی:
اس کتاب میں مذکور راوی کے اوپر سند میں ایسا ضعیف راوی ہے جس کی روایت قابل احتجاج نہ ہو۔
یا اس راوی کے بعد ایسا راوی ہو جس کی روایت قابل احتجاج نہ ہو۔
یا روایت مرسل ہو ہمارے لیے قابل احتجاج نہ ہو۔
یا روایت منقطع ہو جو قابل حجت نہیں ہوتی۔

۱- ابن حبان: مقدمة كتاب الثقات ۱/۱۱-۱۲

یا سند میں مدلس راوی ہو جس نے اپنی سماع اپنے استاد سے بیان نہ کی ہو۔"

ثانیاً: ابن حبان کے نزدیک ثقہ وہ ہے جس کے بارے میں کوئی جرح ثابت نہ ہو، وہ فرماتے ہیں: فكل من ذكرته في كتابي هَذَا إذا تعرى خبره عَن الْخِصَال الْخمس الَّتِي ذكرتها فَهُوَ عدل يجوز الِاحْتِجَاج بِخَبَرِهِ لِأَن الْعدْل من لم يعرف مِنْهُ الْجرْح ضد التَّعْدِيل فَمن لم يعلم بجرح فَهُوَ عدل إذا لم يبين ضِدّه إِذْ لم يُكَلف النَّاس من النَّاس معرفَة مَا غَابَ عَنْهُم وَإِنَّمَا كلفوا الحكم بِالظَّاهِرِ من الْأَشْيَاء غير المغيب عَنْهُم۔[1]

میں نے اپنی کتاب میں جن راویوں کا ذکر کیا ہے ان کی روایات اگر ان پانچ باتوں سے عاری ہوں جن کا میں نے ذکر کیا ہے تو وہ راوی عادل ہے، اس کی روایت قابل احتجاج ہے، اس لیے کہ عادل وہ ہے جس کے بارے میں تعدیل کے خلاف جرح ثابت نہ ہو، اور جس راوی کے بارے میں جرح نہ ہو تو وہ عادل ہوتا ہے، جبکہ اس کے خلاف کچھ ثابت نہ ہو، اس لیے کہ لوگوں کو دوسروں کے باطنی امور کی تحقیق کرنے کا مکلّف نہیں کیا گیا، بلکہ ظاہری امور جو مخفی نہ ہوں ان کے بارے میں حکم لگانے کا مکلّف بنایا گیا ہے۔

کتاب الثقات میں مستعمل الفاظ جرح و تعدیل:

۱- توثیق کے الفاظ: امام احمد کے بارے میں فرماتے ہیں: وَكَانَ حَافِظًا متقنا ورعا فَقِيها لَازِما للورع الْخَفي مواظبا على الْعِبَادَة الدائمة۔[2]

مستقيم الحديث، مستقيم الحديث جدا، من الحفاظ المتقنين، كان

۱- ابن حبان: مقدمة كتاب الثقات ۱/۱۳

۲- ابن حبان: الثقات ۸/۱۸

صدوقا، كان متقنا، كان ورعا، كان من أفاضل أهل زمانه،كان من خيار عباد الله، مستقيم الحديث ربما أخطأ،لم أر في حديثه شيء ينكر، لم أر في حديثه الا الاستقامة، لم أر في حديثه ما يحطه الى المجروحين.

۲- تضعیف کے الفاظ:يروي المقاطيع، يروي المراسيل، يروي المراسيل و المقاطيع، يروي عن فلان و لم يره، ربما وهم، يهم و يغرب، يخطيء كثيرا، رديء الحفظ ، في روايته اضطراب.

۳- تجہیل کے الفاظ:لا أدري من هو، لست أعرفه ولا اعرف اباه، لا اعلم له الا راويا واحدا، لم يرو الا عن مجهول، ان لم يكن فلانا فلا ادري من هو.

۳۔کتاب الثقات

مصنف: ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداذ البغدادی المعروف بابن شاہین (المتوفی: ۳۸۵ھ)۔

تعارف کتاب:

ابن شاہین کی کتاب متاخر ہونے کے باوجود ثقہ راویوں کے بارے میں اہم کتاب شمار ہوتی ہے۔

۱۔ کتاب میں تراجم کی تعداد (۱۶۶۰) ہے۔

۲۔ ابن شاہین راوی کے حالات انتہائی اختصار سے ایک سطر میں بیان کرتے ہیں، راوی کا نسب بیان کرتے ہیں تاکہ پہچاننے میں آسانی ہو۔

۳۔ ابن شاہین توثیق میں اپنے سے متقدم علماکے اقوال بیان کرتے ہیں۔

۴۔ اختصار کے باوجود راوی میں اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہیں یا دو میں سے ایک قول بیان کر دیتے ہیں جو ان کے نزدیک راجح ہوتا ہے۔[1]

۵۔ ضعیف راویوں کے بارے میں تصانیف:

ضعیف راویوں کے بارے میں سب سے پہلے یحییٰ بن سعید القطان (ف ۱۹۸ھ) نے تالیف کی، ان کے بعد دیگر مؤلفین نے اس موضوع پر قلم اٹھایا، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ یحییٰ بن معین (ف ۲۳۳ھ)۔

۲۔ علی بن المدینی (ف ۲۳۴ھ)۔

۳۔ محمد بن عبداللہ البرقی الزہری (ف۲۴۹ھ)۔

۴۔ ابو حفص عمرو بن علی الفلاس (ف۲۴۹ھ)۔

۵۔ محمد بن اسماعیل البخاری _ف۲۵٦ھ)۔ الضعفاء الکبیر اور الضعفاء الصغیر۔

۶۔ ابراہیم بن یعقوب السعدی الجوزجانی (ف۲۵۹ھ)۔

۷۔ ابوزرعہ عبیداللہ بن عبدالکریم الرازی (ف ۲٦۴ھ)۔

۸۔ ابو حاتم محمد بن ادریس الرازی (ف ۲۷۷ھ)۔الضعفاء۔

۹۔ ابو اسحٰق ابراہیم بن اسحاق الحربی (ف۲۸۵ھ) ــ الضعفاء۔

۱۰۔ ابو عثمان سعید بن عمرو البرذعی (ف۲۹۲ھ)ــ الضعفاء و الكذابون و المتروكون من أصحاب الحديث۔

---

[1] عمر ایمان ابي بكر الدكتور :**التأسيس في فن دراسة الأسانيد** مكتبه المعارف للنشر و التوزيع الرياض ط/۱ ۱٤۲۱ھ(۲۰۰۱م) ص٤٤٤-- ٤٤٥

۱۱. احمد بن شعیب النسائی (ف ۳۰۳ھ)۔ الضعفاء و المتروکین.

۱۲. ابو محمد عبداللہ بن علی بن الجارود (ف ۳۰۷ھ) — الضعفاء.

۱۳. ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ الساجی (ف ۳۰۷ھ).

۱۴. ابو خزیمہ محمد بن اسحٰق (ف ۳۱۱ھ) — الضعفاء.

۱۵. محمد بن احمد بن حماد الدولابی (ف ۳۲۰ھ).

۱۶. ابو جعفر محمد بن عمرو العقیلی (ف ۳۲۲ھ) — الضعفاء.

۱۷. ابو نعیم عبدالملک بن محمد بن عدی الجرجانی (ف ۳۲۳ھ).

۱۸. ابو العرب محمد بن احمد بن تمیم القیروانی (ف ۳۳۳ھ).

۱۹. ابو علی سعید بن عثمان بن السکن (ف ۳۵۳ھ).

۲۰. محمد بن احمد حبان البستی (ف ۳۵۴ھ)۔ معرفة المجروحين من المحدثين.

۲۱. ابو احمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی (ف۳۶۵ھ)— الكامل في ضعفاء الرجال.

۲۲. ابو الفتح محمد بن الحسین الازدی (ف ۳۷۴ھ).

۲۳. ابو احمد الحاکم الکبیر (ف۳۷۸ھ) — الضعفاء.

۲۴. ابو الحسن علی بن عمر الدارقطنی (ف۳۸۵ھ) — الضعفاء و المتروکین.

۲۵. عمر بن احمد بن عثمان بن شاہین البغدادی (ف۳۸۵ھ) — الضعفاء.

۲۶. ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیسابوری (ف۴۰۵ھ) — المدخل الي الصحيح میں ضعفا کا بھی ذکر ہے۔

۲۷. ابو نعیم الاصبہانی (ف ۴۳۰ھ) — الضعفاء

۲۸. الخطیب البغدادی (ف ۴۶۳ھ) — الضعفاء.

۲۹۔ ابو الفضل ابن طاہر المقدسی (ف ۵۰۷ھ) – الذيل على الكامل لابن عدي.

۳۰۔ ابو الفرج ابن الجوزی (ف ۵۹۷ھ) –الضعفاء و المتروكين.

۳۱۔ حافظ الذہبی (ف ۷۴۸ھ) - ميزان الاعتدال .

۳۲۔ حافظ ابن حجر (ف ۸۵۲ھ) –لسان الميزان.

۳۳۔ سبط ابن العجمی (ف ۸۴۱ھ) – نقد النقصان في معيار الميزان.

ان کتابوں میں سے اکثریت مفقود یا مخطوط ہے، اور کچھ مطبوع اور متداول ہیں، ان میں سے چند کا تعارف پیش کیا جاتا ہے:

۱– معرفة المجروحين من المحدثين

مصنف: محمد بن حبان بن احمد ابی حاتم التمیمی البستی (ف ۳۵۴ھ).

یہ ضعیف راویوں کے بارے میں اہم کتاب ہے، جس میں ابن حبان نے ضعیف راویوں کے حالات اور ان کی بعض احادیث بطور مثال بیان کرتے ہیں.

تعارف کتاب:

۱۔ آغاز کتاب میں ابن حبان نے ایک طویل علمی مقدمہ تحریر کیا ہے، جس میں ضعیف راویوں کے بارے میں معرفت کی اہمیت، جرح کا جواز، حدیث قبول کرنے میں تحقیق کرنے کی ضرورت، صحابہ کرام کا حفظ حدیث اور رجال کے بارے میں غیر معمولی احتیاط، اس کے بعد تابعین، اتباع تابعین، اور محدثین کا ذکر کیا ہے جنہوں نے صحابہ کرام کا طریقہ اختیار کیا، امام زہری، مالک، شعبہ بن الحجاج، سفیان الثوری، یحییٰ بن سعید القطان، عبد الرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی اور امام بخاری کا مقام اور مرتبہ کے بارے تحریر کیا ہے.

۲۔ ابن حبان نے ضعفا کو بیں اقسام میں تقسیم کیا ہے:۱۔ زنادقہ ۲۔ متقی وضاع حدیث ۳۔ کذاب وضاع حدیث ۴۔ امرا اور حکام کے خوشامدی وضاع حدیث ۵۔ مغفل راویان حدیث ٦۔ مختلط راویان حدیث ۷۔اپنی روایات کو ترک کرکے دوسروں کی روایات بیان کرنے والے ۸۔بغیر علم کے جھوٹ بولنے والے ۹۔ غیر صحیح کتب سے روایت کرنے والے ۱۰۔روایات کو بدلنے اور برابر کرنے والے ۱۱۔ وہ راوی جس نے شیخ سے حدیث سنی لیکن ان کی موت کے بعد وہ روایات بیان کیں بغیر تدلیس کے جو ان سے نہیں سنی تھیں ۱۲۔ جس کی کتابیں ضائع ہو گئیں اور وہ حافظ نہ تھا ۱۳۔ کثیر الخطأ ۱۴۔ وہ راوی جو ناخلف بیٹے یا غلط کاتب میں مبتلا ہو گیا۔ ۱۵۔ جو معلوم ہونے کے باوجود اپنی کتاب میں اضافہ شدہ روایات کو حذف کرنے کے لیے تیار نہ ہوا ۱٦۔ جس نے غلطی کی لیکن علم ہونے کے باوجود رجوع نہیں کیا ۱۷۔ علانیہ طور پر فسق وفجور کرنے والا ۱۸۔ مدلس راوی ۱۹۔ مبتدع راوی ۲۰۔ قصہ گو افراد

۳۔ اس کے بعد ان ثقہ راویوں کا ذکر کیا ہے جن کی روایات قابل احتجاج نہیں ہیں، ان کی چھ اقسام بیان کی ہیں۔

ابن حبان نے مقدمہ کتاب میں اپنا طریقہ تصنیف بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

وإنما نملي أسامي من ضُعِّف من المحدِّثين وتَكلّم فيه الأئمة المرضِيُّون، ونذكر ما نعرف من أنسابهم وأسبابهم، ونذكر عند كل شيخ منهم من حديثه ما يُستدل به على وهنه في روايته تلك. وأقصد في ذكر أسمائهم المعجم، إذ هو أدعى للمتعلم إلى حفظه، وأنشط للمبتدئ في وعيه ، وأسهل عند البغية لمن أراده[۱]۔ محدثین کرام میں سے ضعیف راویوں کے نام املا کروا رہا ہوں، جن کے بارے میں مستند اہل علم نے کلام کیا ہے، ان کے نسب، نام، معروف روایات اور معجم کی

۱۔ ابن حبان: المجروحین ۱/۱۱٦

ترتیب کے مطابق ذکر کروں گا تاکہ یاد کرنے اور رجوع کرنے میں آسانی ہو.

منہج تراجم:

۱. اس کتاب میں ابن حبان نے راویوں کے اسما حروف معجم پر مرتب کیے ہیں، جبکہ الثقات میں اسما کو طبقات پر مرتب کیا ہے.

۲. ترجمہ میں راوی کا نام، نسب، نسبت اور کنیت بغیر کسی طوالت کے ذکر کرتے ہیں.

۳. راوی کے شیوخ کا تذکرہ کرتے ہیں، اور بعض مرتبہ تاریخ وفات بھی بیان کرتے ہیں.

۴. راوی کے بارے میں تجریحی اقوال ذکر کرتے ہیں، اس میں ان کا طریقہ یہ ہے: دیگر اہل علم مثلاً: یحییٰ القطان، احمد بن حنبل، ابن معین اور فلاس وغیرہ کے اقوال بیان کرتے ہیں، اگر راوی کے بارے میں کوئی قول نہ ملے تو خود اس کی روایات کا جائزہ لے کر حکم لگاتے ہیں، وہ اکثر یہ اقوال کہتے ہیں: "يروي عن الثقات ما لا يُشبه حديث الأثبات" : "لا يعجبني الاحتجاج بما وافق الأثبات لكثرة ما يأتي من المقلوبات" : "كان ممن يقلب الأخبار والأسانيد وينفرد بالمناكير عن المشاهير لا يحل الاحتجاج بخبره" ابن حبان کے احکام میں سب سے نمایاں بات یہ ہے کہ وہ جرح کا سبب بیان کرتے ہیں، جو راوی کے بارے میں حکم لگانے میں بہت مفید ثابت ہوتا ہے.

۵. ابن حبان کا شمار متشدد نقاد میں ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے اقوال میں شدت پائی جاتی ہے. حافظ الذہبی کہتے ہیں: "ابن حبان ربما نصب الثقة حتى كأنه لا يدري ما يخرج من رأسه"[1] ہو سکتا ہے کہ ابن حبان ثقہ راوی کو ناصبی بنادیں جیسے کہ ان کو

---

۱. ابن حجر: تهذيب التهذيب ۳/۳٦۱

معلوم ہی نہیں ہے کہ ان کے سر سے کیا نکل رہا ہے؟

۶. راوی کے حالات بیان کرنے کے بعد اس کی منکر روایات بیان کرتے ہیں، جو کہ ایک انتہائی مفید اضافہ ہے.

۷. ابن حبان نے حکم لگانے کے حوالے سے اپنا منہج بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: "جو راوی قلت روایت کے باوجود منکر الحدیث ہو اس کی تعدیل نہیں کی جاسکتی جب تک کہ اس کی روایات کا بغور جائزہ نہ لے لیا جائے، اگر وہ راوی منکر روایات بیان کرتا ہے اور ثقہ راویوں کی موافقت کرتا ہے تو وہ عادل قابل قبول ہو سکتا ہے، اس لیے کہ لوگ اپنے اقوال میں صحیح اور عادل ہوتے ہیں جب تک کہ ان کے بارے میں کوئی جرح ثابت نہ ہو جائے."

۸. بعض مرتبہ راوی کی روایت میں کسی وہم کی بنیاد پر حکم لگا دیتے ہیں کہ وہ ثقہ راویوں سے موضوع روایات نقل کرتا ہے اور روایات کو بدل دیتا ہے، مثلاً: حارث بن عمیر المکی کو ابن معین، ابو حاتم، النسائی، ابو زرعۃ اور العجلی نے ثقہ قرار دیا ہے،[1] جبکہ ابن حبان ایک روایت کی بنیاد پر کہتے ہیں: **كان ممن يروي عن الأثبات الأشياء الموضوعات.**[2]

۲- الكامل في ضعفاء الرجال

مصنف: ابو احمد عبد اللہ بن عدی بن عبد اللہ بن محمد ابن مبارک بن القطان الجرجانی (المتوفی: ۳۶۵ھ).

۱- ابن حجر: **تهذيب التهذيب** ۲۸/۸

۲- ابن حبان: **المجروحين** ۲۶۰/۱

تعارف: نام کے مطابق یہ کتاب ضعیف راویوں کے بارے میں ایک جامع کتاب ہے، جس کی مطبوعہ سات جلدوں میں (۲۲۰۶) راویوں کے حالات جمع کیے گئے ہیں.

۱- ابن عدی نے آغاز میں ایک مقدمہ تحریر کیا ہے، جس میں انہوں نے صحابہ کرام کا روایت حدیث میں تحفظ کا اظہار کرنا، اور ان صحابہ کا ذکر جنہوں نے قلّت روایت کو اختیار کرتے ہوئے کثرت روایت سے اجتناب کیا، ائمہ کرام میں سے کون کتابت حدیث کو جائز سمجھتا تھا اور کون ناجائز، صحابہ کرام اور تابعین میں سے ان اہل علم کا ذکر جو راویان حدیث کے بارے میں ناقدانہ کلام کی اہلیت رکھتے تھے، اور ہر طبقہ میں ایسے اہل علم کا تذکرہ، ان کے فضائل اور راویان حدیث پر نقد کرنے کی ان کی اہلیت اور ائمہ حدیث کا ان کو قبول کرنے جیسے موضوعات کو بیان کیا ہے.

۲- مقدمہ میں مقصد تالیف یوں بیان کرتے ہیں: وَأَنَا ذَاكِرٌ فِي كِتَابِي هَذَا أَسَامِي قَوْمٍ نُسِبُوا إِلَى الضَّعْفِ مَنْ عَسَاهُمْ غَفَلُوا عَنْهُمْ وَقَوْمٌ نَشَأُوا بَعْدَ مَوْتِهِمْ فَلَمْ يَتَكَلَّمُوا فِيهِمْ وَلَمْ يَلْحَقُوا زَمَانَهُمْ.[1] میں اپنی کتاب میں ان لوگوں کے نام ذکر کروں گا جو ضعف کی طرف منسوب کر دیے گئے، اور ممکن ہے کہ ان کو نہ جانا گیا ہو، اور وہ لوگ جو ان کی موت کے بعد پیدا ہوئے، تو ان کے بارے میں کلام نہیں کر سکے اور نہ ہی ان کا زمانہ پا سکے.

۳- منہج تالیف یوں بیان کرتے ہیں: وَذَاكِرٌ فِي كِتَابِي هَذَا كُلَّ مَنْ ذُكِرَ بِضَرْبٍ مِنَ الضَّعْفِ، وَمَنِ اخْتُلِفَ فِيهِم. فَجَرَّحَهُ الْبَعْضُ وَعَدَّلَهُ الْبَعْضُ الآخَرُ، وَمُرَجِّحٌ قَوْلَ أَحَدِهِمَا مَبْلَغَ عِلْمِي مِنْ غَيْرِ مُحَابَاةٍ، وَذَاكِرٌ لِكُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ مِمَّا رَوَاهُ مَا يُضَعَّفُ مِنْ أَجْلِهِ، أَوْ يُلْحِقُه بِرِوَايَتِهِ وَلَهُ اسْمُ الضَّعْفِ

۱- ابن عدي :الكامل ۱/ ۲٤۱

لِحَاجَةِ النَّاسِ إِلَيْهَا لأُقَرِّبَهُ عَلَى النَّاظِرِ فِيهِ. وصَنَّفْتُهُ عَلَى حُرُوفِ الْمُعْجَم لِيَكُونَ أَسْهَلَ عَلَى مَنْ طَلَبَ رَاوِيًا مِنْهُمْ، ولاَ يَبْقَى مِنَ الرُّوَاةِ الَّذِينَ لَمْ أَذْكُرْهُمْ إلاَّ مَنْ هُوَ ثِقَةٌ أَوْ صَدُوقٌ، وَإِنْ كَانَ يُنْسَبُ إِلَى هَوًى وَهو فِيهِ مُتَأَوِّلٌ.[1] میں اپنی کتاب میں ہر اس راوی کا ذکر کروں گا جو کسی قسم کے ضعف کی طرف منسوب ہو، اور جن کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ بعض نے ان کی تجریح کی ہے اور بعض نے تعدیل، اور ان اقوال میں بغیر کسی جانبداری کے اپنے علم کے مطابق ترجیح دوں گا، اور ہر راوی کا سبب ضعف یا روایت ذکر کروں گا، تاکہ ضرورت مندوں کی حاجت پوری کر سکوں، تلاش کرنے والوں کی سہولت کے لیے اسما کو حروف معجم پر مرتب کیا ہے، جن راویوں کا ذکر میں نے نہیں کیا ہے ان میں ثقہ یا صدوق اور وہ باقی رہ گئے ہیں جو کسی بدعت کی طرف منسوب ہیں اور وہ اس میں تاویل کرتے ہیں.

منہج تراجم:

۱۔ ابن عدی نے ہر اس راوی کو شامل کیا ہے جس کے بارے میں تجریحی کلام پایا جاتا ہے چاہے وہ ثقہ ہی کیوں نہ ہو. مثلاً: امام بخاری کے استاد خلیفہ بن خیاط کا ذکر کرتے ہیں، ان کے بارے میں منقول تجریح بیان کرنے کے بعد اس کا جواب دیتے ہیں اور ان کی توثیق کرتے ہیں.[2]

۲۔ اہل علم کے اقوال سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں، اور تعارض کی صورت میں ترجیح کرتے ہیں.

۳۔ جرح و تعدیل کے تمام اقوال بیان کرنے کے بعد راوی کی روایات بیان کرتے ہیں اور

۱۔ ابن عدي :الكامل ۱/۱-۲

۲۔ ابن عدي :الكامل ۳/٦٦

یہ جائزہ لیتے ہیں کہ ثقہ راویوں کی مخالفت کس حد تک کی گئی ہے تاکہ راوی کے ضبط کا اندازہ ہوسکے، اور اس کے مطابق حکم لگاتے ہیں، اس طریقہ کار میں ابن عدی منفرد ہیں.

۴۔ ابن عدی ترجمہ راوی میں نام کے بعد شیوخ اور ان کے آبا کے نام، وطن کی طرف نسبت، ' ساتذہ اور تلامذہ کے نام، راوی کی بعض ضعیف روایات، جرح و تعدیل کے اقوال بیان کرتے ہیں، سن وفات عموماً بیان نہیں کرتے.

۵۔ ابن عدی کا شمار منصف اور معتدل نقاد میں ہوتا ہے.

۶۔ ابن عدی نے اس کتاب میں متقدم اہل علم کے اقوال جمع کر دیے ہیں، ابن معین، ابن المدینی اور امام احمد بن حنبل کے اقوال کی توثیق الکامل سے کی جا سکتی ہے.

۳۔ كتاب الضعفاء:

مصنف: ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسی بن حماد العقیلی المکی (المتوفی: ۳۲۲ھ).

۱۔ آغاز میں مصنف نے مقدمہ تحریر کیا ہے، جس میں مجروحین کی تجریح کرنے کا جواز، اور اس کے بارے میں اہل علم کے اقوال نقل کیے ہیں، اور راوی سے حدیث قبول کرنے کے ضوابط بیان کیے ہیں.

۲۔ یہ کتاب حجم کے لحاظ سے ضخیم کتاب ہے جس میں عقیلی نے دو ہزار سے زاید راویوں کے تراجم جمع کیے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بعض علما اسے الضعفاء الکبیر کہتے ہیں جبکہ الضعفاء الصغیر نام کی کوئی کتاب نہیں ہے.

۳۔ علمی مواد کے لحاظ سے یہ کتاب الکامل سے مختلف نہیں ہے، راویوں کے ذکر، اہل علم کے اقوال مع اسناد اور راوی کی منکر احادیث بیان کرنے میں دونوں کتابیں یکساں ہیں، فرق یہ ہے کہ عقیلی راوی کا ضعف بیان کرنے کے لیے ایک یا دو احادیث بیان کرتے ہیں اور اقوال بھی ایک یا دو بیان کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ عقیلی کی کتاب

ابن عدی کی کتاب کے مقابلے میں نصف حجم میں ہے جبکہ تراجم کی تعداد برابر ہے۔[1]

۴۔ عقیلی کا منہج یہ ہے کہ وہ ہر طرح کے ضعیف راویوں کا ذکر کرتے ہیں، چاہے ضعف عدالت میں ہو یا ضبط میں، ان راویوں میں کذب اور وضع حدیث کی طرف منسوب راوی، جن کی روایات پر وہم غالب ہو، جن کی بعض احادیث پر اعتراض ہو، مجہول راوی جو روایت میں منفرد ہو، مبتدع راوی جو غالی اور داعی بھی ہو باوجود کہ اس کی روایات قابل قبول ہوں، شامل ہیں۔

۵۔ ترجمہ میں راوی کا نام، والد کا نام، نسب اور نسبت بیان کرنے کے بعد اس کے بارے میں قول یا اقوال مع سند ذکر کرتے ہیں، راوی کی منکر روایت نقل کرتے ہیں۔

۶۔ تمام نام حروف معجم پر مرتب کیے ہیں۔

۷۔ امام ذہبی نے ان کے متشددانہ رویے پر اعتراض کیا ہے، اس لیے کہ عقیلی نے ابن المدینی، بخاری اور عبدالرزاق جیسے اہل علم کو بھی شامل کرلیا ہے، اسی طرح ان کے (لا يتابع علي حديثه) کہنے پر بھی تنقید کی ہے۔[2]

۴۔ ميزان الاعتدال

مصنف: شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز الذہبی (المتوفی: ۷۴۸ھ)۔

امام ذہبی نے اس کتاب میں تمام کتب سے استفادہ کرتے ہوئے (۱۱۰۵۳) رجال کے تراجم جمع کردیے ہیں، اس لحاظ سے ضعیف راویوں کے بارے میں سب سے جامع کتاب ہے۔

۱۔ ذہبی نے اس کتاب میں ہر اس راوی کا ذکر کیا ہے جس کے بارے میں کوئی تجریحی

۱۔ عمر ايمان : التأسيس في فن دراسة الأسانيد ص۴۵۰-۴۵۲

۲۔ العمري : بحوث في تاريخ السنة المشرفة ص۱۱۰-۱۱۱

قول ملتا ہو چاہے وہ ناحق کہا گیا ہو، وہ فرماتے ہیں: **وفيه من تكلم فيه مع ثقته وجلالته بادنى لين وباقل تجريح فلولا ان ابن عدي او غيره من مؤلفي كتب الجرح ذكروا ذلك الشخص لما ذكرته لثقته.**[1] اس کتاب میں ہر اس شخص کا ذکر ہے جس کے بارے میں معمولی سی بھی جرح ہو باوجود اس کی ثقاہت اور علمیت کے، اگر ابن عدی اور دیگر مؤلفین نے ان کا ذکر نہ کیا ہوتا تو میں بھی ان کی توثیق کی وجہ سے نہ ذکر کرتا۔

۲۔ گذشتہ کتب میں مذکور تمام نام اس کتاب میں شامل کر دیے ہیں، چاہے وہ نام سہواً آگیا ہو، وہ فرماتے ہیں: **ولم ار من الراي ان احذف اسم احد ممن له ذكر بتليين ما في كتب الائمة المذكورين خوفا من ان يتعقب علي لا اني ذكرته لضعف فيه عندي.**[2] میں یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ کوئی نام حذف کروں جو سابق اہل علم نے جرح کے ساتھ ذکر کیا ہو، اس خوف سے کہ یہ کہا جائے کہ میں نے اس راوی کو ضعیف سمجھتے ہوئے کتاب میں شامل کیا ہے۔ اس ضابطے سے صحابہ کرام کو مستثنیٰ کرتے ہوئے ان کا تذکرہ نہیں کیا ہے اس لیے کہ ضعف ان کی طرف سے نہیں بلکہ ان سے روایت کرنے والوں کی طرف سے ہے۔

۳۔ اسی طرح ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ ائمہ کرام مثلاً: امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام بخاری کا ذکر نہیں کریں گے، اور اگر کریں گے تو مکمل انصاف کے ساتھ۔

۴۔ امام ذہبی نے کتاب میں مجہول، مستور، متروک، متہم، وضاع اور کذاب راویوں کو جمع کیا ہے۔

۱۔ الذهبي: مقدمة ميزان الاعتدال ۱/۱۱۳

۲۔ مصدر سابق

۵- جن راویوں کے بارے میں محله الصدق ، لا بأس به، صالح، یکتب حدیثه اور شیخ جیسے الفاظ استعمال ہوئے ہوں، انہیں ذکر نہیں کرتے، ثقہ اور صدوق راوی تو بدرجہ اولی اس کتاب میں درج نہیں ہوں گے، سوائے اس کے کہ ان کے بارے میں کوئی کلام ہو یا متقدم مؤلفین میں سے کسی نے ذکر کیا ہو.

۶- امام ذہبی کا ترجمہ بیان کرنے کا طریقہ کار یہ ہے کہ راوی کا اور اس کے والد کا نام حروف معجم کے مطابق بیان کرتے ہیں، ان کتب کے رموز ذکر کرتے ہیں جنہوں نے راوی کی روایات نقل کی ہیں، اہم اساتذہ، تلامذہ اور بعض روایات ذکر کرنے کے بعد ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال نقل کرتے ہیں، اور تعارض کی صورت میں ان میں ترجیح دیتے ہیں.

۷- کتاب کی ترتیب اس طرح ہے: رجال ونسا کے نام، رجال کی کنیتیں، باپ کے نام سے معروف، کنیت یا لقب سے معروف، مجهول اسما، مجهول نسا، خواتین کی کنیتیں، اور آخر میں مبہمات.

۸- ذہبی کے اقوال غالباً اعتدال اور انصاف پر مبنی ہوتے ہیں، بعض حالات میں سختی اور شدت آجاتی ہے.

۹- امام ذہبی کی دو مزید کتابیں ہیں: المغني في الضعفاء و المتروکین، اس کتاب میں (۷۵۰۰) تراجم اختصار کے ساتھ جمع کیے ہیں، دوسری کتاب: دیوان الضعفاء و المتروکین ہے، اس کتاب میں (۵۰۰۰) سے زائد تراجم جمع کیے ہیں اور اہل علم کے اقوال ذکر کیے ہیں.

۱۰- حافظ ابن حجر نے اس کتاب کو مختصر اور مزید تحقیق کے ساتھ لسان المیزان میں پیش کیا ہے.

۵- لسان المیزان:

مصنف: ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی (المتوفی: ۸۵۲ھ).

حافظ ابن حجر نے یہ کتاب **میزان الاعتدال** کو بنیاد بنا کر تالیف کی ہے، اور اس میں اضافہ کیا ہے جو ذہبی نے ذکر نہیں کیا، یہ اضافے دو طرح کے ہیں: **پہلی قسم**: مستقل اضافے: یہ وہ تراجم ہیں جنہیں ابن حجر نے شامل کیا ہے، ذہبی کی کتاب میں نہیں ہیں، یہ وہ راوی ہیں جو ضعیف ہیں یا ذہبی کی شرط کے مطابق متقدمین کی کتب میں موجود ہیں، ان کو (ز) کے ذریعے سے واضح کیا ہے۔

دوسری قسم: وہ تراجم جو میزان الاعتدال سے لیے گئے ہیں، اور ان میں حافظ ابن حجر نے الفاظ جرح و تعدیل میں اضافہ کیا ہے یا ذہبی کے کلام پر تعقیب یا استدراک کیا ہے، اور یہ اضافہ ذہبی کے کلام کے بعد (انتھی) کہہ کر حافظ ابن حجر اپنا کلام شروع کرتے ہیں۔

یہ دونوں قسم کے اضافے کثیر تعداد میں ہیں، جبکہ ابن حجر نے اصل کتاب سے ایک تہائی وہ راوی حذف کر دیے ہیں جو صحاح ستہ کے رجال ہیں، لیکن اس کے باوجود کتاب کا حجم اصل کتاب کے مساوی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن حجر نے کتنا اضافہ کیا ہے۔

۱. ابن حجر نے وہ تمام راوی حذف کر دیے ہیں، جن کی روایات صحاح ستہ میں پائی جاتی ہیں، اس لیے کہ ان کے تراجم تفصیل کے ساتھ تہذیب الکمال میں آ چکے ہیں، ابن حجر فرماتے ہیں: اس کے دو فائدے ہیں: پہلا: اختصار اور جامعیت، دوسرا: تہذیب الکمال کے راوی کئی قسم کے ہیں: ثقہ ائمہ کرام، ثقہ مقبول راوی، سیء الحفظ راوی لیکن رد نہیں کیے گئے، متروک اور مجروح راوی، اگر مقصد ان راویوں کو جاننا ہے جو متکلم فیہ ہیں تو ان کے تراجم تہذیب الکمال میں مفصل موجود ہیں۔
۲. حافظ ابن حجر نے کتاب کے آخر میں تمام محذوف راویوں کے نام ذکر کر دیے ہیں۔
۳. حافظ ابن حجر نے ان راویوں کا اضافہ کیا ہے جنہیں عراقی نے ذہبی پر استدراک کیا

ہے، اور انہیں (ذ) کے ذریعے سے ممیز کیا ہے.

۴. تراجم کو حروف معجم پر مرتب کیا ہے.

۵. کتاب کی ترتیب: راویوں کے نام، کنیتیں، مبہمات.

الحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات

مصادر و مراجع

القرآن الکریم:

- الآجری: ابو عبید محمد بن الحسین بن عبد اللہ، ابو بکر الآجری ۳۶۰ ھ

سؤالات ابي عبيد الآجري ابا داود سليمان بن الاشعث السجستاني

ط/۱ - مکتبہ دار الاستقامہ۔ مکۃ المکرمہ، مؤسسۃ الریان للطباعۃ و النشر والتوزیع بیروت - لبنان - ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷م

- الاشبیلی: ابو بکر محمد بن خیر بن عمر بن خلیفۃ اللمتونی الاموی (ف: ۵۷۵ھ)

فهرسة ابن خير الإشبيلي

تحقیق: محمد فؤاد منصور

ط/۱ - دار الکتب العلمیہ - بیروت/ لبنان، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸م

- الاصبحی المدنی: مالک بن انس بن مالک بن عامر (ف: ۱۷۹ھ)

موطأ الإمام مالك

تصحیح وترقیم وتخریج احادیث وتعلیق: محمد فؤاد عبد الباقی

دار احیاء التراث العربی، بیروت ۔لبنان ۱۴۰۶ھ - ۱۹۸۵م

- الاعظمی: ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن

دراسات في الجرح و التعديل

ط/۴ مکتبۃ الغرباء الاثریہ المدینۃ المنورۃ۔۱۴۱۹ھ

- الالبانی: ابو عبد الرحمٰن محمد ناصر الدین، بن الحاج نوح بن نجاتی بن آدم، الاشقودری (ف: ۱۴۲۰ھ)

سلسلة الاحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها

ط/۱مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، الریاض

- البخاری: محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ، ابو عبداللہ (ف: ۲۵۶ھ)

التاريخ الاوسط

تحقیق: محمود ابراہیم زاید — ط/۱ - دار الوعی، مکتبہ دار التراث — حلب، القاہرۃ، ۱۳۹۷ — ۱۹۷۷

التاريخ الكبير

دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد — الدکن، نگران: محمد عبدالمعید خان

الجامع المسند الصحيح المختصر من امور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وايامه = صحیح البخاری

تحقیق: محمد زہیر بن ناصر الناصر

ط/۱ - دار طوق النجاۃ (ترقیم محمد فؤاد عبدالباقی)، ۱۴۲۲ھ

- البلقینی: عمر بن رسلان بن نصیر بن صالح الکنانی، العسقلانی الاصل، المصری الشافعی، ابو حفص، سراج الدین (المتوفی: ۸۰۵ھ).

محاسن الاصطلاح و مقدمه ابن الصلاح

تحقیق: د عائشۃ عبد الرحمٰن (بنت الشاطیٔ) استاذ الدراسات العلیا، کلیۃ الشریعۃ بفاس، جامعۃ القرویین. دائرۃ المعارف بمصر.

- ابن البیع: ابو عبداللہ الحاکم محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن نُعیم بن الحکم الضبی الطہمانی النیسابوری (ف: ۴۰۵ھ)

المدخل إلى كتاب الإكليل

تحقیق: د. فؤاد عبدالمنعم احمد

دار الدعوة—الاسکندریۃ

معرفة علوم الحديث

تحقیق: السید معظم حسین

ط/۲ - دار الکتب العلمیہ - بیروت، ۱۳۹۷ھ - ۱۹۷۷م

- الترمذی، ابوعیسیٰ: محمد بن عیسیٰ بن سَورۃ بن موسیٰ بن الضحاک، (ف: ۲۷۹ھ)

سنن الترمذي

تحقیق و تعلیق: احمد محمد شاکر (ج ۱، ۲) و محمد فؤاد عبد الباقی (ج ۳) و ابراہیم عطوۃ عوض المدرس فی الازہر الشریف (ج ۴، ۵)

ط/۲ - شرکۃ مکتبہ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی — مصر، ۱۳۹۵ھ - ۱۹۷۵م

- الجوزجانی، ابواسحاق: ابراہیم بن یعقوب بن اسحاق السعدی (ف: ۲۵۹ھ)

الشجرة في احوال الرجال

تحقیق: عبدالعلیم عبدالعظیم البَستوی

ط/۱ - حدیث اکادمی - فیصل آباد، پاکستان

- ابن ابی حاتم: ابو محمد عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس بن المنذر التمیمی، الحنظلی، الرازی (ف: ۳۲۷ھ)

الجرح والتعديل

ط/۱ - مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ - حیدر آباد الدکن الہند - دار إحیاء التراث العربی - بیروت، ۱۲۷۱ھ ۱۹۵۲م

- حاجی خلیفۃ: مصطفیٰ بن عبد اللہ کاتب جلبی القسطنطینی المشہور باسم الحاج خلیفۃ (ف: ۱۰۶۷ھ)

كشف الظنون عن اسامي الكتب والفنون

مكتبة المثنى - بغداد ۱۹۴۱ء

- ابن حبان البُستی: محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ بن معبد، التمیمی، ابو حاتم، الدارمی، (ف: ۳۵۴ھ)

الثقات

وزارة المعارف للحكومة العاليہ الہندیہ، نگران: الدکتور محمد عبد المعید خان مدیر دائرة المعارف العثمانیہ

ط/۱ - دائرة المعارف العثمانیہ حیدر آباد الدکن الہند، ۱۳۹۳ھ = ۱۹۷۳ء

الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان

ترتیب: الامیر علاء الدین علی بن بلبان الفارسی (ف: ۷۳۹ھ) تحقیق وتخریج وتعلیق: شعیب الارنؤوط

ط/۱ - مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۸ھ - ۱۹۸۸ء

المجروحين من المحدثين والضعفاء والمتروكين

تحقیق: محمود ابراہیم زاید

ط/۱ - دار الوعی - حلب، ۱۳۹۶ھ

- ابن حجر العسقلانی: ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد (ف: ۸۵۲ھ)

تقريب التهذيب

تحقیق: محمد عوامۃ

ط/۱ - دار الرشید - سوریا، ۱۴۰۶ــ ۱۹۸۶

تهذيب التهذيب

ط/۱ - مطبعۃ دائرة المعارف النظامیۃ، الہند، ۱۳۲۶ھ

طبقات المدلسين

تحقیق : د. عاصم بن عبداللہ القریوتی

ط/۱ - مکتبۃ المنار - عمان، ۱۴۰۳ ـ ۱۹۸۳

فتح الباري شرح صحيح البخاري

ترقیم کتب وابواب واحادیث: محمد فؤاد عبد الباقی اخراج و تصحیح: محب الدین الخطیب تعلیقات: العلامۃ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز

دار المعرفۃ - بیروت، ۱۳۷۹ھ

هدي الساري مقدمه فتح الباري = فتح الباري شرح صحيح البخاري

لسان الميزان

تحقیق: دائرۃ المعارف النظامیہ - الہند

ط/۲ - مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت - لبنان، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۱م

نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر في مصطلح اهل الأثر

تحقیق: عبداللہ بن ضیف اللہ الرحیلی

ط/۱ - مطبعۃ سفیر بالریاض، ۱۴۲۲ھ

تعجيل المنفعه بزوائد رجال الأئمه الأربعه

تحقیق ودراسہ: ڈاکٹر اکرام اللہ امداد الحق

ط/۱ ـ دار البشائر الاسلامیہ ـ بیروت ـ لبنان ۱۴۱۶ھ - ۱۹۹۶ء

النكت على كتاب ابن الصلاح

تحقیق: ربیع بن ہادی عمیر المدخلی

عمادۃ البحث العلمی بالجامعۃ الاسلامیۃ، المدینۃ المنورۃ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ

ط/۱- ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴م

- الحموی: شہاب الدین ابو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ الرومی (ف: ٦٢٦ھ)

معجم البلدان

ط/٢ - دار صادر، بیروت، ١٩٩٥م

- الحمیدی: ابو بکر عبد اللہ بن الزبیر بن عیسی بن عبید اللہ القرشی الاسدی المکی (المتوفی: ٢١٩ھ)

مسند الحميدي

حقق نصوصہ وخرج احادیثہ: حسن سلیم اسد الدارانی

دار السقاء دمشق - سوریا ط/١، ١٩٩٦م

- الحسینی: ابوالمحاسن محمد بن علی العلوی الشافعی (ف ٧٦٥ھ)

كتاب التذكرة بمعرفة رجال الكتب العشرة

نسخہ مصورہ از جال عنکبوت (pdf)

- الخزرجی: احمد بن عبد اللہ بن ابی الخیر بن عبد العلیم الانصاری الساعدی الیمنی، صفی الدین (المتوفی: بعد ٩٢٣ھ)

خلاصة تذهيب تهذيب الكمال في اسماء الرجال

تحقیق: عبدالفتاح ابو غدۃ

مکتب المطبوعات الاسلامیۃ/دار البشائر - حلب / بیروت ط/٥ - ١٤١٦ھ

- الخطیب البغدادی: ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی (ف: ٤٦٣ھ)

تاريخ بغداد

تحقیق: الدکتور بشار عواد معروف

ط/١ - دار الغرب الاسلامی - بیروت، ١٤٢٢ھ - ٢٠٠٢م

الرحلة في طلب الحديث

تحقیق: نور الدین عتر

ط/۱ - دار الکتب العلمیہ - بیروت، ۱۳۹۵

الكفاية في علم الرواية

تحقیق: ابو عبداللہ السورقی، ابراہیم حمدی المدنی

المکتبۃ العلمیہ ـ المدینۃ المنورۃ

- ابن خلکان: ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابی بکر البرمکی الاربلی (ف: ۶۸۱ھ)

وفيات الأعيان وأنباء ابناء الزمان

تحقیق: احسان عباس - دار صادر ـ بیروت

- الدار قطنی: ابو الحسن علی بن عمر بن احمد (ف ۳۸۵ھ)

سوالات السهمي للدار قطني

تحقیق موفق بن عبداللہ بن عبدالقادر

- الدارمی: ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن الفضل بن بہرام بن عبد الصمد، التمیمی السمرقندی (المتوفی: ۲۵۵ھ)

مسند الدارمي المعروف بـ (سنن الدارمي)

تحقیق: حسین سلیم اسد الدارانی

دار المغنی للنشر والتوزیع، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ط/۱، ۱۴۱۲ھ - ۲۰۰۰م

- الذہبی: شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز (ف: ۷۴۸ھ)

تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام

تحقیق: عمر عبدالسلام التدمری ـ ط/۲ - دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۱۳ھ - ۱۹۹۳م

تذکرة الحفاظ

ط/۱ - دار الکتب العلمیة بیروت-لبنان، ۱۴۱۹ھ - ۱۹۹۸م

ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل (مطبوع ضمن کتاب «اربع رسائل فی علوم الحدیث»)

تحقیق: عبدالفتاح ابو غدة

ط/۴ - دار البشائر - بیروت، ۱۴۱۰ھ، ۱۹۹۰م

سير اعلام النبلاء

تحقیق: مجموعة من المحققین باشراف الشیخ شعیب الارنؤوط

ط/۲ - مؤسسة الرسالة، ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵م

الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة

تحقیق: محمد عوامة، احمد محمد نمر الخطیب

ط/۱ - دار القبلة للثقافة الاسلامیہ - مؤسسة علوم القرآن، جدة، ۱۴۱۳ھ - ۱۹۹۲م

المغني في الضعفاء

تحقیق: الدکتور نور الدین عتر

الموقظة في علم مصطلح الحديث

تحقیق: عبدالفتاح ابو غدة

ط/۱ - مکتب المطبوعات الاسلامیہ — حلب ۱۴۰۵ھ

ميزان الاعتدال في نقد الرجال

تحقیق: علی محمد البجاوی

ط/۱ - دار المعرفة للطباعة والنشر، بیروت - لبنان، ۱۳۸۲ھ - ۱۹۶۳م

ذكر اسماء من تكلم فيه وهو موثق،

تحقیق: محمد شکور بن محمد الحاجی امریر المیادینی،

مکتبۃ المنار—الزرقا— الاردن،ط/۱-۱۴۰۶ھ ۱۹۸۶م

• الرامہرمزی الفارسی: ابو محمد الحسن بن عبد الرحمٰن بن خلاد (ف: ۳۶۰ھ)

المحدث الفاصل بين الراوي والواعي

تحقیق: د. محمد عجاج الخطیب

ط/۲ - دار الفکر - بیروت، ۱۴۰۴ھ

• ابن رجب الحنبلی: زین الدین عبد الرحمٰن بن احمد بن رجب بن الحسن، السّلامی، البغدادی، ثم الدمشقی، (ف: ۷۹۵ھ)

شرح علل الترمذي

تحقیق: الدکتور ہمام عبد الرحیم سعید

ط/۱ - مکتبۃ المنار - الزرقا - الاردن، ۱۴۰۷ھ - ۱۹۸۷م

• رحمانی: مولانا عبد الغفار حسن (ف ۱۴۲۸ھ)

عظمت حديث

مکتبہ دار العلم—اسلام آباد - ط/۱ ۱۴۰۹ھ (۱۹۸۹م)

• الزّبیدی: محمد بن محمد بن عبد الرّزاق الحسینی، ابو الفیض، الملقب بمرتضی، ف: ۱۲۰۵ھ)

تاج العروس من جواهر القاموس

تحقیق: مجموعۃ من المحققین - دار الہدایۃ

• ابو زرعۃ الرازی: عبید اللہ بن عبد الکریم بن یزید بن فروخ المخزومی (۲۶۴ھ)

كتابُ الضعفاء: لابي زرعة الرازي

عمادۃ البحث العلمی بالجامعۃ الاسلامیۃ، المدینۃ المنورہ، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲م

- الزہرانی: محمد بن مطر

علم الرجال : نشاته و تطوره، مکتبۃ الخضیری

- ابن سبط العجمی: ابراہیم بن محمد بن ابو الوفا الحلبی الطرابلسی (ف ۸۴۱ھ)

التبیین لأسماء المدلسین

ط/۱ - مؤسسۃ الریان للطباعۃ والنشر والتوزیع - بیروت، ۱۴۱۴ — ۱۹۹۴

نهاية السول في رواة الستة الاصول

جامعہ ام القری - معہد البحوث العلمیۃ — مرکز إحیاء التراث الاسلامی — مکۃ المکرمہ

ط/۱ ۱۴۲۱ھ - ۲۰۰۰م

- السبکی: تاج الدین عبد الوہاب بن تقی الدین (ف: ۷۷۱ھ)

طبقات الشافعية الكبرى

تحقیق: د. محمود محمد الطناحی د. عبد الفتاح محمد الحلو

ط/۲ - ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۴۱۳ھ

- السخاوی: شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن (ف ۹۰۲ھ)

الاعلان بالتوبيخ لمن ذم التاريخ

دار الکتاب العربی بیروت ۱۳۹۹ھ

فتح المغيث شرح الفية الحديث

ط/۱ - دار الکتب العلمیہ - لبنان، ۱۴۰۳ھ

- سزگین: فؤاد

تاريخ التراث العربي

مطابع الہیئۃ المصریہ العامہ للکتاب — ۱۹۷۷م

- السّلفی: ڈاکٹر محمد لقمان

اهتمام المحدثين بنقد الحديث سندا و متنا و دحض مزاعم المستشرقين و أتباعهم

ط/۱ — ۱۴۰۸ھ (۱۹۸۷م)

- سلامہ: محمد خلف

معجم لسان المحدثين

مصدر الکتاب: ملتقی اہل الحدیث - أعدہ للشاملہ: احمد عبداللہ السني

- السہمی القرشی الجرجانی: ابو القاسم حمزۃ بن یوسف بن ابراہیم (ف: ۴۲۷ھ)

سؤالات حمزة بن يوسف السهمي

تحقیق: موفق بن عبداللہ بن عبدالقادر

ط/۱ - مکتبۃ المعارف - الریاض، ۱۴۰۴ھ — ۱۹۸۴م

- سہیل حسن ڈاکٹر

معجم اصطلاحات حدیث

ادارہ تحقیقات اسلامی — اسلام آباد - ط/۲ - ۱۴۳۱ھ ۲۰۱۰م

- السیوطی: عبدالرحمٰن بن ابی بکر

تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي

تحقیق: عبدالوہاب عبداللطیف

مکتبۃ الریاض الحدیثۃ - الریاض

مفتاح الجنة في الاحتجاج بالسنة

الجامعۃ الاسلامیۃ - المدینۃ المنورۃ - الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۹ھ

- الشحود: علی بن نایف

الخلاصة في علم الجرح و التعديل

المصدر: ملتقی اہل الحدیث

- ابو شہبہ: ڈاکٹر محمد بن محمد ابو شہبہ

أعلام المحدثين

ط/۱ — ۱۹۶۳م القاہرہ

- الشیبانی: ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد (ف: ۲۴۱ھ)

العلل ومعرفة الرجال

تحقیق: وصی اللہ بن محمد عباس

ط/۲ - دار الخانی ، الریاض، ۱۴۲۲ھ - ۲۰۰۱م

مسند الامام احمد بن حنبل

المحقق: شعیب الارنؤوط- عادل مرشد، وآخرون ، اشراف: عبد اللہ بن عبدالمحسن الترکی

مؤسسۃ الرسالۃ - الطبعۃ: الاولی، ۱۴۲۱ ھـ - ۲۰۰۱ م

- ابن الصلاح: عثمان بن عبدالرحمٰن، ابو عمرو، تقی الدین (ف: ۶۴۳ھ)

معرفة أنواع علوم الحديث، ويُعرف بمقدمۃ ابن الصلاح

تحقیق: نور الدین عتر

دار الفکر- سوریا، دار الفکر المعاصر—بیروت ۱۴۰۶ھ - ۱۹۸۶م

- الصنعانی: محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسنی، الکحلانی، ابو ابراہیم، عزالدین، المعروف کاسلافہ بالأمیر (المتوفی: ۱۱۸۲ھ)

توضيح الأفكار لمعاني تنقيح الأنظار

تحقیق: ابو عبد الرحمٰن صلاح بن محمد بن عویضۃ

دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ لبنان ط/۱ — ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷م

- الطحان: ڈاکٹر محمود احمد

تیسیر مصطلح الحدیث

ط/۷ —مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع الریاض ۱۴۰۵ھ

اصول التخریج و دراسۃ الاسانید

ط/۱ ۔مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع الریاض

- ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر النمری، (۳۶۸ھ - ۴۶۳ھ)

التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد

تحقیق: مصطفیٰ بن احمد العلوی محمد عبد الکبیر البکری

وزارۃ عموم الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ سنۃ النشر: ۱۳۸۷ھ

- عبد اللطیف: الشیخ عبد العزیز بن ابراہیم

ضوابط الجرح و التعديل

مطبوعات الجامعۃ الاسلامیہ —المدینۃ المنورۃ

- العجلی الکوفی: ابو الحسن احمد بن عبد اللہ بن صالح (ف: ۲۶۱ھ)

معرفة الثقات من رجال أهل العلم والحديث ومن الضعفاء و ذكر مذاهبهم وأخبارهم

تحقیق: عبد العلیم عبد العظیم البستوی

ط/۱ ۔ مکتبۃ الدار —المدینۃ المنورۃ۔ ۱۴۰۵ ۔ ۱۹۸۵

- ابن عدی الجرجانی: عبداللہ بن عدی بن عبداللہ بن محمد ابواحمد

الكامل في ضعفاء الرجال

ط/۲ - دارالفکر - بیروت، ۱۴۰۹ ــ ۱۹۸۸

- العراقی: ابو الفضل زین الدین عبد الرحیم بن الحسین بن عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن ابراہیم (المتوفی: ۸۰۶ھ-)

التقييد والإيضاح شرح مقدمة ابن الصلاح

تحقیق: عبد الرحمٰن محمد عثمان

المكتبة السلفية بالمدينة المنورة ط/۱ ــ ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء

- العقیلی: ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ بن حماد المکی (ف: ۳۲۲ھ)

الضعفاء الكبير

تحقیق: عبدالمعطی امین قلعجی

ط/۱ - دارالمکتبة العلمیہ - بیروت، ۱۴۰۴ھ - ۱۹۸۴ء

- ابن العماد العکری الحنبلی: عبدالحیی بن احمد بن محمد، ابوالفلاح (ف: ۱۰۸۹ھ)

شذرات الذهب في أخبار من ذهب

تحقیق: محمود الارناؤوط، تخریج احادیث: عبدالقادر الارناؤوط

ط/۱ - دار ابن کثیر، دمشق - بیروت، ۱۴۰۶ھ - ۱۹۸۶ء

- عمر ایمان ابی بکر الدکتور

التأسيس في فن دراسة الأسانيد

مکتبة المعارف للنشر والتوزیع الریاض - ط/۱ ۱۴۲۱ھ (۲۰۰۱ء)

- العمری: ڈاکٹر اکرم ضیاء

بحوث في تاريخ السنة المشرفة

ط/ ۵ ــ ۱۴۱۵ھ (۱۹۹۴م) مکتبۃ العلوم والحکم بالمدینۃ المنورۃ.

- الغوری: سید عبدالماجد

معجم الفاظ الجرح و التعديل

ط/ ۱ ــ دار ابن کثیر دمشق ۲۰۰۷م

- الفسوی: یعقوب بن سفیان بن جوان الفارسی، ابو یوسف (ف: ۲۷۷ھ)

المعرفة والتاريخ

تحقیق: اکرم ضیاء العمری

ط/ ۲ ۔ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۱ھ ۔ ۱۹۸۱م

- القشیری النیسابوری: مسلم بن الحجاج ابو الحسن (ف: ۲۶۱ھ)

المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله ﷺ

تحقیق: محمد فؤاد عبدالباقی

دار إحیاء التراث العربی ــ بیروت

- ابن کثیر الدمشقی: ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری (ف: ۷۷۴ھ)

اختصار علوم الحديث

تحقیق: احمد محمد شاکر ۔ ط/ ۲ ۔ دار الکتب العلمیہ، بیروت ــ لبنان

البداية والنهاية

دار الفکر ۱۴۰۷ھ ۔ ۱۹۸۶م

- ابن الكيال: ابو البركات محمد بن احمد (ف۹۲۹ھ)

الكواكب النيرات في معرفة من اختلط من الرواة الثقات

تحقیق: عبد القيوم عبد رب النبی

دار المامون - بیروت ط/۱ - ۱۹۸۱ م

- ابو الحسنات اللکنوی: محمد عبد الحی بن محمد عبد الحلیم الانصاری الہندی، (ف: ۱۳۰۴ھ)

الرفع والتكميل في الجرح و التعديل

تحقیق: عبد الفتاح ابو غدۃ

ط/۲ - مکتب المطبوعات الاسلامیہ - حلب، ۱۴۰۷ھ

- ابن ماجۃ ابو عبد الله محمد بن یزید القزوینی، (التوفی: ۲۷۳ھ)

سنن ابن ماجه

تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی

دار إحياء الكتب العربية - فيصل عيسى البابي الحلبي

- مبارکپوری: عبد السلام

سیرۃ البخاری

ط/۱ — مکتبہ قدوسیہ لاہور — صدی ایڈیشن ۲۰۰۹ء نشریات لاہور

- المرْوَزِي: ابو عبد الله محمد بن نصر بن الحجاج (ف: ۲۹۴ھ)

اختلاف الفقهاء

تحقیق: الدکتور محمد طاہر حکیم، الاستاذ المساعد بجامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ

ط/۱ - مکتبہ أضواء السلف - الریاض، ۱۴۲۰ھ = ۲۰۰۰م

- المزی : یوسف بن الزکی عبدالرحمٰن ابو الحجاج [۶۵۴ - ۷۴۲]

تهذيب الكمال في اسماء الرجال

تحقیق : د. بشار عواد معروف

مؤسسۃ الرسالۃ - بیروت ط/۱، ۱۴۰۰ - ۱۹۸۰

- المعلمی الیمانی: مؤلف: عبدالرحمٰن بن یحییٰ بن علی بن محمد العتمی (ف:۱۳۸۶ھ)

الأنوار الكاشفة لما في كتاب "أضواء على السنة" من الزلل و التضليل والمجازفة

المطبعۃ السلفیہ ومکتبہ/ عالم الکتب — بیروت ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶م

التنكيل بما في تأنيب الكوثري من الأباطيل

مع تخريجات و تعليقات: محمد ناصر الدین الالبانی - زہیر الشاویش — عبدالرزاق حمزة

ط/۱ - المکتب الاسلامی، ۱۴۰۶ھ - ۱۹۸۶م

- ابن معین: ابوزکریا یحییٰ بن معین بن عون بن زیاد بن بسطام بن عبدالرحمٰن المری بالولاء، البغدادی (ف: ۲۳۳ھ)

تاريخ ابن معين (روایۃ عثمان الدارمی)

تحقیق: د. احمد محمد نور سیف - دار المامون للتراث — دمشق

سؤالات ابن الجنيد لأبي زكريا يحيى بن معين

تحقیق: احمد محمد نور سیف

مکتبۃ الدار - المدینۃ المنورۃ ط/۱، ۱۴۰۸ھ، ۱۹۸۸م

- مغلطائی: الحافظ علاء الدین بن قلیج الحنفی (۶۸۹ - ۷۶۲ھ)

إكمال تهذيب الكمال

المحققان: ابو عبدالرحمٰن عادل بن محمد و ابو محمد اسامۃ بن ابراہیم

الفاروق الحدیثۃ للطباعۃ والنشر ط/۱ - ۱۴۲۲ھ - ۲۰۰۱م

- المنذری المصری: الحافظ ابی محمد عبدالعظیم (ف۶۵۶ھ)

جواب الحافظ ابی محمدعبد العظیم المنذري المصري عن اسئلة فی الجرح و التعديل

تحقیق: عبدالفتاح ابوغدۃ۔ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب

- ابن منظور الانصاری: محمد بن مکرم بن علی، ابو الفضل، جمال الدین الرویفعی الافریقی (ف: ۷۱۱ھ)

لسان العرب

ط/۲ - دار صادر — بیروت، ۱۴۱۴ھ

- النسائی: ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی الخراسانی، (المتوفی: ۳۰۳ھ)

السنن الكبرى

حقق وخرج احادیثہ: حسن عبد المنعم شلبی

اشرف علیہ: شعیب الارنؤوط قدم لہ: عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی

مؤسسۃ الرسالۃ — بیروت ط/۱ - ۱۴۲۱ھ - ۲۰۰۱م

- النووی: ابوزکریا محیی الدین یحیٰی بن شرف (ف: ۶۷۶ھ)

رياض الصالحين

29153

تحقیق: شعیب الارنؤوط

ط/۲ - مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸م

- ہاشمی: ڈاکٹر سعدی

شرح الفاظ التوثيق و التعديل النادرة أو قليله الاستعمال

ط/۱ — مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورہ۔ ۱۴۱۳ھ ۱۹۹۲م

ابوزرعة الرازي وجهوده في السنة النبوية (كتاب الضعفاء:لابي زرعة الرازي)

عمادة البحث العلمي بالجامعة الاسلامیہ، المدینۃ المنورہ۔ ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲م

- ابی یعلی الحنبلی: ابوالحسین، محمد بن محمد (ف: ۵۲۶ھ)

طبقات الحنابلة

تحقیق: محمد حامد الفقی - دار المعرفۃ- بیروت

- ابو یعلی الخلیلی: خلیل بن عبد اللہ بن احمد بن ابراہیم بن الخلیل القزوینی (ف:۴۴۶ھ)

الارشاد في معرفة علماء الحديث

تحقیق: د. محمد سعید عمر ادریس ط/۱ — مکتبۃ الرشد- الریاض، ۱۴۰۹

علم جرح و تعدیل کی اہمیت کے باوجود اردو زبان میں اس فن کے بارے میں کوئی مفصل کتاب موجود نہیں ہے، اسی ضرورت کے پیش نظر یہ کتاب مرتب کی گئی ہے، اس موضوع پر عربی زبان میں کئی کتب موجود ہیں، اس کتاب کی تالیف میں ان سے استفادہ کیا گیا۔ ان میں خاص طور پر ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن اعظمی کی کتاب دراسات فی الجرح و التعدیل، ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری کی کتاب بحوث فی تاریخ السنۃ المشرفۃ اور ڈاکٹر عبدالعزیز بن عبداللطیف کی کتاب ضوابط فی الجرح والتعدیل سے فائدہ اٹھایا گیا۔

اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ علم جرح و تعدیل کے بارے میں تمام اہم مباحث جمع کر دیے جائیں، مثلاً: جرح و تعدیل کی شرعی اور اصطلاحی حیثیت، اسباب، احکام، الفاظ اور عبارات، مشہور نقادان کرام کا مختصر تذکرہ اور اس موضوع کی اہم تصانیف وغیرہ۔

علم جرح و تعدیل کے مصنف ڈاکٹر سہیل حسن نے جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ سے ایم۔اے اور جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ریاض سے ڈاکٹریٹ کی سند لی ہے۔ علم حدیث میں انہیں تخصص حاصل ہے۔ ایم۔اے کی سطح پر انہوں نے السنن و الآثار فی النہی عن التشبہ بالکفار کے عنوان سے مقالہ لکھا جو شائع ہو چکا ہے۔ ڈاکٹریٹ کے لیے انہوں نے ابن رسلان الرملی کی شرح سنن ابوداؤد پر تحقیقی کام کیا۔

ڈاکٹر سہیل حسن ۱۹۹۰ء میں ادارہ [illegible]

ادارہ کے ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل کے طور پر کام کر[illegible]

ادارہ تحقیقات اسلامی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد